کلام الامام امام الکلام

الحمد للہ کہ یہ کتاب از تصنیفات جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور

حصہ دوم

تنقیح البیان

۱۲ ۹۹

تفسیر القرآن جلد دوم مصنفہ سید احمد خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی۔ کا جواب

نصرت المطابع دہلی میں چھپا

کلام الامام امام الکلام

الحمد للہ کہ از تصنیفات جناب امام فن مناظرہ لاملکنا سید ناصر الدین ابو المنصور محمدؐ کتاب الموسوم

۹۹

حصہ دوم تنقیح البیان

۱۲

در جواب حصہ ثانی نیچری تفسیر القرآن جو سورہ آل عمران و نسار کی تفسیر

مصنفہ سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی ہے

مطبع نصرت المطابع دہلی مین طبع ہوئی

حاشیہ متعلق صفحہ [illegible]

حصہ دوم تنقیح البیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سے پیشتر نیچری تفسیر القران کا جو سورہ بقر کی تفسیر تہی جواب جسکا نام **تنقیح البیان** ہے مطبوع و مشتہر ہو چکا ہے اب یہہ دوسرا حصہ اوسی نیچری تفسیر القران کا جو سورہ ال عمران کی تفسیر ہے جسقدر میری نظر سے گزرا اوسکا جواب ہی لکھہ دینا مناسب معلوم ہوا اور اسکا نام **حصہ دوم تنقیح البیان** ہے

(صفحہ ۲ تفسیر نیچری) قولہ محکمات اور متشابہات کی بحث بہت دقیق اور طویل ہے علما نے اوسکی بیان مین بہت بڑی علمیت خرچ کی ہے مگر مختصر بات یہہ ہے کہ عربی زبان کے محاورہ مین محکم اوس بات کو کہتے ہین جو ایسے صاف ہو جس سے اوسکی مطلب سمجہہ مین آدے اور دوسرے مطلب کو نہ آنے دے اور متشابہ اوس بات کو کہتے ہین جسکی کئی مطلب سمجہہ مین آتے ہون اور بخوبی تمیز نہو سکتی ہو کہ کونسا مطلب مقصود ہے یا جو معنے اوسکے الفاظ سے متبادر ہوتی ہون وہ مقصود نہون بلکہ وہ الفاظ بطور تمثیل یا بطور مجاز و استعارہ کی آئے ہون اسپر لوگون نے بہت بحث کی ہے کہ قرآن مجید مین آیات متشابہات کیون لائے گئے ہین مگر ہر ایک سمجہہ دار آدمی سمجہہ سکتا ہے کہ جب قران مجید ان لوگونکی زبان مین نازل ہوا ہے اور اوس سے عوام و خواص سب کی ہدایت مقصود ہے تو اوسمین آیات متشابہات کا نہونا ناممکن ہے قرآن مجید مین بہت سے ایسے باتین بیان کی گئی ہین جنکو انسان کی حواس خمسہ ظاہری و باطنی نے محسوس نہین کیا ہے اور نہ اونکی کیفیات کو جانا ہے پس امکان نہین ہے کہ وہ مطلب آیات محکمات مین بیان ہو سکی اور اسلئے ضرور ہے کہ وہ تمثیل کی پیرایہ مین آیات متشابہات کے ذریعہ سی بیان کیا جاوی

(صفحہ ۳) قولہ قرآن مجید تمام لوگون کے ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور اوسکا مقصود یہہ ہے کہ جسطرح ذی علم دانشمند اوس سے ہدایت پاوین اسیطرح جاہل و نادان عوام بہیڑون اور بکریون اور اونٹون کے چرانے والے ہی ویسی ہدایت پاوین عوام اکثر حقایق امور کے سمجہنے کے قابل نہین ہوتے بلکہ بلحاظ حالات زمانہ اور بلحاظ اوسقدر ترقی علم و معلومات کے جو اوس زمانہ مین ہوئی ہوتی ہے اکثر ذی علم ہی حقایق اشیا و حقیقۃ الامر کے سمجہنے سے عاری ہوتی ہین صاحب مذہب کو یا یون کہو کہ روحانی ہادی یا پیغمبر کو ان امور سے چندان بحث نہین ہوتی اسلئے وہ روحانی اصلاح و تربیت کو مدنظر رکہہ کر اون مطالب کو ایسے الفاظ مین بیان کرتا ہے جنپر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے اگر اوسکی ایک پہلو پر خیال کرو تو اوس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب ہوتا ہے لیکن اوسمین ایک دوسرا پہلو ہی مخفی ہوتا ہے اور جب علم کی اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے الخ **جواب** یہہ ساری قابلیت آپ کی محض لایعنی اور فضول ہے متشابہات سے یہہ مقصود نہین ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ اپنی سمجہہ کے موافق اوس سے مطالب پیدا کرین اور وہ سب صحیح ہون یہانتک کہ دجال کے زمانہ مین ہی جو اون آیتون کے تاویل کیجائے الہام یافتہ کے خلاف مقصود نہو یہہ آپ کے محض دہوکہ بازی ہے آپ نے لفظ متشابہات کے بعد ہی تو چند الفاظ تک کی تفسیر لکہی ہوتی کہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ یعنے جن لوگونکے دلون مین کجی ہے تو وہ اوسمین متشابہ کی پیچہے پڑتے ہین گمراہی مین پڑنے کیلئے اور اوسکے مراد کے تلاش کرنیکی لئے اور نہین جانتا حقیقت اوسکی مگر اللہ الخ مفسرین نے لکہا ہے کہ متشابہات سے مراد حروف مقطعات ہین اور یہود و نصاری ازروے حساب جمل مدت دولت اسلام پر اونسے استدلال کرتے تہے اور وہ ٹہیک نہین بیٹہتا تہا کیونکہ حروف مقطعات باہم متفاوت ہین جیسے الم اور المص اور المر اور یہہ دستور علما و اہل کتاب کا ابتک ہے جیسا کہ ترجمہ قرآن و حاشیہ علماء انصاری مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۴ع صفحہ ۳۶۲ و ۳۶۳ مین دیکہہ لو پس حکم ہوا کہ یہہ تمہاری

بہ کج فہمی اور بیعقلی ہے اور اوسکی تاویل سوا خدا کے کوئی نہین جانتا اور الفاظ والراسخون فی العلم اس جملہ مین شامل نہین ہین بلکہ وہ یقولون آمنا مین شامل ہین پس آپ جو فرماتے ہین کہ اوسمین یعنے متشابہات مین ایک دوسرا پہلو بہی ہوتا ہے اور جب علم کی اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے الخ یہہ صریح غلط ہے اور مایعلم تاویلہ الا اللہ کے سراسر خلاف مگر آپ کا مطلب یہہ ہے کہ متشابہات سے وہ آیتین مراد ہین جنسے آپ ہر جگہہ ابطال معجزات اور ابطال رسالت وغیرہ کرتے آئے ہین اور بیان بہی آگے چلکر صفحہ ۲۲ وغیرہ مین حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ تولد کو آپ باطل کیا چاہتے ہین تو نہین آیتونکو آپ متشابہات مین شامل کرتے ہین تا سب لوگ جانین کہ علم اور معلومات کی ترقی کے سبب اس تیرہوین صدی مین آپ نے اس راز کو معلوم کرلیا ہے اور اس سے پیشتر تیرہ ۱۳ سو برسون تک ایک جہان اس سے ناواقف تہا پس یہہ محض واہمہ دور از کار ہے اگر آپ کو ذرا بہی فہم مطالب قرآنی ہوتا تو جانتے کہ علم اور معلومات کی ترقی کے زمانہ مین اگر متشابہات کا مطلب لوگ سمجہہ گئے تو اب وہ متشابہات کہان رہے وہ بہی آیات محکمات ہوگئی یا نہین بیش ازین نسبت کہ تیرہ سو برسون تک وہ متشابہات تہی مگر تیرہوین صدی کے آخر مین وہ بہی محکمات ہوگی اور مایعلم تاویلہ الا اللہ کا دعوی اس عہد رسالت نیچری مین باطل ہوگیا پس کیا قرآن کے متشابہات آپ کی تفسیر کی متشابہات کی مانند ہین کہ جنکی قلعی میری نظر کے سامہنے آتی ہے کہل گئے اور ساری بناوٹ آپ کی بیکار ہوگئی آپ صفحہ ۳ مین فرماتے ہین کہ جب قرآن مجید انسانون کے زبان مین نازل ہوا ہے اور اوس سے عوام و خواص سب کے ہدایت مقصود ہے تو اوسمین آیات متشابہات کا ہونا ناممکن ہے الخ مگر خواص و عوام کے جدا جدا طور پر ہدایت مقصود نہین ہے کہ عوام کو حضرت عیسےؑ کا بے باپ پیدا ہونا معلوم کرایا جاے اور خواص کو حضرت عیسےؑ کا مان باپ دونون سے پیدا ہونا محقق ہو یا عوام کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا یقین ہو اور خواص کو اسکے بالعکس علے ہذا القیاس پس قرآن کی تعلیمات ایسے نہین ہین کہ عوام کیواسطے کچہہ اور ہون اور خواص کیواسطے کچہہ اور بلکہ ایکہی طور پر سب کی ہدایت مقصود ہے خدا کی نظر مین خواص و عوام سب یکسان ہین اور عوام ہی جو قرآن کی

ہدایات پر عمل کرنیوالے ہون اوسکے نزدیک خواص ہین پس یہہ قول آپکا کہ آیات متشابہات کا ہونا ناممکن ہے الخ چونکہ آپ ہر الہامی کتاب کو انسانی تصنیف جانتے ہین جیسا کہ آپ کے ہر فقرے سے ثابت ہے اسلئے آپ آیات متشابہات کا ہونا ناممکن سمجہتے ہین مگر خدا کے نزدیک کوئی بات ناممکن نہین ہے یہی فرشتے نے حضرت مریم سے کہا تہا (دیکہو لوقا ۱ باب ۳۷) اسکے بعد آپ فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین بہت سے ایسے باتین بیان کی گئی ہین جنکو انسان کے حواس خمسہ ظاہری و باطنی نے محسوس نہین کیا ہے پس امکان نہین ہے کہ وہ مطلب آیات محکمات مین بیان ہوسکے اور اسلئے ضرور ہے کہ وہ تمثیل کے پیرایہ مین آیات متشابہات کے ذریعہ سے بیان کیا جاے الخ پس جبکہ انسان کی حواس خمسہ ظاہری و باطنی نے محسوس نہین کیا ہے تو متشابہات یا تمثیل کے پیرایہ مین بیان کرنیسے وہ مطلب کب محسوس ہوسکتا ہے کیونکہ باطنی حواس بہی تو یہان بیکار ہین پھر یہہ قول آپکا کب صحیح ہوسکتا ہے کہ جب علم اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے الخ لیکن متشابہات سے مراد تمثیل کا پیرایہ نہین ہے اگر متشابہات سے مراد تمثیل کا پیرایہ ہو تو متشابہات مین محکمات سے زیادہ وضاحت پائی جاے کیونکہ تمثیل کی پیرایہ مین بیان کرنیسے ہر مطلب زیادہ تر آسانی سے سمجہہ مین آتا ہے اور تمثیل مین بیان کرنیوالے کا مقصود یہی ہوتا ہے تاکہ محکمات سے زیادہ مطلب کو وضاحت ہو پہر صفحہ ۳ مین جو آپ فرماتے ہین کہ قرآن کا مقصود یہہ ہے کہ جسطرح ذی علم دانشمند اوس سے ہدایت پاوین اسیطرح جاہل و نادان عوام بہیڑون اور بکریون اور اونٹون کے چرانیوالے بہی ویسیہی ہدایت پاوین الخ پس جبکہ بہیڑون اور اونٹون کے چرانے والون نے جو اصحاب رسول اللہ صلعم تہے ویسیہی ہدایت پائی جیسکہ ذی علم دانشمندون نے تو یہہ قول آپکا کب صحیح نکلا کہ جب علم اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے کیونکہ بہیڑون اور اونٹون کے چرانیوالونکو تو اوسیوقت ہدایت ہوگئی تہی جو پہلے صدی مین تہے نہ یہہ کہ تیرہوین صدی مین جب بقول آپ کے علم اور معلومات کی ترقی ہوئی ہے علاوہ اسکے آپ خود فرماتے ہین کہ قرآن مجید انسانون کی زبان مین نازل ہوا ہے پس اصحاب رسول اللہ صلعم کیا وہی انسان نہین ہین جنکی

زبان مین قرآن نازل ہوا اور قرآن کے مطالب سمجھنے مین اس تیرہوین صدی کے علم ومعلومات مین ترقی کرنیوالے کب اونکے برابر ہوسکتے ہین پس یہہ قول اونکا کب صحیح نکلا کہ جب علم ومعلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجھہ مین آتا ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ عوام اکثر حقایق امور کے سمجھنے کے قابل نہین ہوتی بلکہ بلحاظ حالات زمانہ اور بلحاظ اوسقدر ترقی علم ومعلومات کے جو اوس زمانہ مین ہوتی ہے اکثر ذی علم بہی حقایق اشیاء یا حقیقۃ الامر کے سمجھنے سے عاری ہوتے ہین صاحب مذہب کو یا یون کہو کہ روحانی ہادی یا پیغمبر کو ان امور سے چندان بحث نہین ہوتی اسلئے وہ روحانی اصلاح وتربیت کو مدنظر رکھہ کر اون مطالب کو ایسے الفاظ مین بیان کرتا ہے جنپر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے انتہی پس جبکہ عوام بلکہ ذی علم بہی حقیقۃ الامر کے سمجھنے سے عاری ہوتے ہین تو پیغمبر کو ان امور سے چندان بحث ہونے کی وجہہ کیا ہے اور جب پیغمبر کو ان حقایق امور سے چندان بحث نہین ہوتی تو روحانی اصلاح وتربیت کیونکر اوسکی مدنظر رہے یعنے جب عوام وخواص دونون ان امور کے سمجھنے مین قاصر ہین اور پیغمبر کو ان امور سے چندان بحث نہین ہوتی یعنے وہ اوس امر مین ساکت ہی تو اب پیغمبر کو عوام وخواص کے سوا اور کسکا انتظار ہے جنکی آگے ان امور مین وہ بحث کریگا اور متشابہات سے اصلاح وتربیت روحانی کیونکر ہوتی ہے کیا محکمات اسکے واسطے کافی نہین ہین یہہ عجیب صفت متشابہات کی آپنے بیان فرمائی - علاوہ اسکے بقول آپ کے جب پیغمبر کو اصلاح وتربیت روحانی مدنظر ہوتی ہے تو وہ اون مطالب کو آیات متشابہات مین بیان کرتا ہے جس سے پیغمبر کا منشا یہہ ظاہر ہوا کہ سب لوگ نہ ان آیتون کا مطلب سمجھینگے اور نہ اونکی اصلاح وتربیت روحانی ہوگی کیونکہ اگر یہہ منشا پیغمبر کا نہوتا تو متشابہات سے روحانی اصلاح وتربیت کا اہتمام کیا ضرور تہا پہر یہہ بہی آپ کے قول سے ثابت ہوا کہ ابتداء زمانہ مین متشابہات سے بہی روحانی اصلاح وتربیت نہوئی تہی کیونکہ آپہی کے اقرار سے جب علم ومعلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے تب متشابہات کا مطلب سمجھہ مین آتا ہے اسیوجہہ سے آپ سورہ بقر کی تفسیر مطبوعہ سنہ ۱۲۹۶ھ صفحہ ۲۳۴ مین فرما چکے ہین کہ قرآن مجید مین جو احکام لڑائی کے نیک نیتی اور

انصاف پر مبنی تہی اونکو مسلمانون نے جو خلیفون یا بادشاہون کے نام سے مشہور ہوئی دینداری کے بہانہ سے اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بد اخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے اور علماء اسلام نے اونکی تائید کی لئے ایسے مسئلے بیان کئے جو اسلام کی روحانی کے برخلاف تہے انتہی

اور تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتداء جمادی الاول لغایت ماہ رمضان سنہ ۱۲۹۶ھ کے صفحہ ۵۶ مین آپ فرماتے ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کو زمانہ مہلت دیتا تو یہہ بہی رہتا یعنے کالا پتہر اور سیاہ لباس کا گہر کیونکہ جو اصول قرار دئے تہے وہ لاتعین کیطرف راجع تہے انتہی پس یہہ اصلاح وتربیت روحانی اسلئے نہوئی کہ اوس زمانہ مین علم اور معلومات کی ترقی نہونیکی سبب متشابہات کا مطلب نسمجھے تہے پہر متشابہات کی صفت آپنے یہہ تحریر فرمائی ہے کہ اگر اوسکی ایک پہلو پر خیال کرو تو اوس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کی اہل علم کی معلومات کی مناسب ہوتا ہے لیکن اوسمین ایک دوسرا پہلو بہی مخفی ہوتا ہے اور جب علم اور معلومات کے ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجھہ مین آتا ہے الخ لیکن متشابہات مین یہہ مخفی پہلو کوئی ایسا نہین ہوتا ہے جس سے نیچری عقاید یا تکذیب الہام ورسالت وغیرہ کی کوئی دلیل پیدا ہو قطع نظر اسکے آپ فرماتے ہین کہ اگر اوسکے ایک پہلو پر خیال کرو تو اوس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب ہوتا ہے لیکن اوسمین ایک دوسرا پہلو بہی مخفی ہوتا ہے جو ترقی علم ومعلومات کی زمانہ مین ظاہر ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہہ دوسرا پہلو ابتداء زمانہ مین اہل اسلام سے مخفی تہا اور مطالب قرآن کا فہم کامل نہ کسی صحابی کو تہا اور نہ کسی امام کو مگر اب ترقی علم ومعلومات کے زمانہ مین ظاہر ہوا ہے اور وہ بہی خانصاحب بہادر پر لیکن اگر اوسکے ایک پہلو سے جسکا مطلب عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب تہا آپنے عمداً اغماض کیا ہے اور دوسرا پہلو اس ترقی علم ومعلومات کے زمانہ مین آپ کی سمجھہ مین نہین آیا ہے جیسا کہ ابہی ثابت کرچکا ہون کہ ما یعلم تاویلہ الا اللہ تو اوسکے دونون پہلو کے سمجھنے سے آپ صریح قاصر رہے ہین اور عوام کے خیالات کے برابر بہی آپ کی فہم نے یاری نہین کی

(صفحہ ۴) **قولہ** پس ایک ایسی کتاب مین جیسا کہ قرآن مجید ہے آیات متشابہات کا ہونا امر لازمی اور ضروری ہے بلکہ اونکا ہونا ہی دلیل اسکے صداقت اور منزل من اللہ ہونیکی ہے اور قرآن مجید کا ہی بہت بڑا معجزہ ہے الخ **ج** مطلب یہہ کہ قرآن مجید کی ساری مطالب جب سب آپکے مرضی کیموافق ہوجائین تب اوسکا منزل من اللہ ہونا ثابت ہو اور وہ ہی اوسی اصطلاح مین جو نیچری طبع زاد ہے یعنے اوس خدا کی طرف سے نازل کیا ہوا جو نیچری تحقیق مین مقولہ عوام ہے نہ یہہ کہ فی الحقیقت کوئی خدا ہے چنانچہ پیغمبر پر خدا کی طرف سے وحی کا نازل ہونا آپ اسطرح ثابت کرتے ہین کہ خود اوسکی دل سے فوارہ کی مانند وحی اوٹہتی ہے اور خود اوسی پر نازل ہوتی ہے اوسیکا عکس اوسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اوسکو کوئی نہین بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے الخ (دیکہو تفسیر سورہ بقر صفحہ ۲۹) الپس جبکہ پیغمبرون کی تعلیم سے ہمنے جانا کہ خدا ہے اور پیغمبرون نے خدا کو اس سے بہچانا کہ وہی اونپر وحی نازل کرتا ہے اور جب وہ الہام اور وحی بہیجنے والا درحقیقت کوئی دوسرا ثابت نہوا بلکہ خود اوسیکے دل سے فوارہ کی مانند وحی اوٹہتی ہے اور خود اوسی پر نازل ہوتی ہے اوسیکا عکس اوسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے نہ یہہ کہ اور سب محققین یہی تو اب خدا کی ہونیکا تمام علم بین اور ثبوت کیا ہے اور ثابت ہوا کہ نیچری اصطلاح مین قرآن منزل من اللہ ویسا نہین ہے جیسا کہ عقیدہ اسلام ہے بلکہ محض اس نظر سے کہ مسلمانون کو اس تفسیر کو دیکہہ کر وحشت اور نفرت نہو خانصاحب بہادر نے اسلامے محاورہ کی کہین کہین رعایت کردی ہے اور چونکہ مسلمان قرآن کو بدعوی فاتوا بسورۃ من مثلہ معجزۂ دائمی جانتے ہین اور اس سے خانصاحب بہادر کو انکار ہے (دیکہو تفسیر سورہ بقر صفحہ ۳۲ و ۳۳) اسلئے متشابہات کی صفت مین یہہ ارشاد ہوا کہ قرآن مجید کا ہی بہت بڑا معجزہ ہے نہ وہ جیسا کہ اہل اسلام سمجہتے ہین چنانچہ نیچری اصطلاح مین یہہ لفظ معجزہ ہی اور ہی معنے اور مراد سے مستعمل ہوتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے معجزانہ عبور بحر قلزم کی تکذیب مین جو مد جزر کو آپ نے قایم کیا ہے وہان آپ فرماتے ہین کہ پس جو معجزہ تہا وہ یہی تہا کہ ایسی مشکل وقت مین سمندر کے پایاب ہونے سے خدا تعالی نے موسیٰؑ کو اور تمام بنی اسرائیل کو فرعون کے نیچے سے بچا دیا الخ یعنے جیسے تم اے اہل اسلام معجزہ جانتے ہو وہ ہی تہا کہ اوس وقت

سمندر مین جوار بہاٹا ہونیکے سبب حضرت موسیٰؑ بچگئے۔

(صفحہ ایضاً) **قولہ** اسکے ساتہہ بعض امور ایسے ہی ہوتے ہین جو اصل اصول اور دار مدار اوس روحانی تربیت کے ہین جنکے بغیر روحانی تربیت کا ہونا جو مقصود اصلی ہے ناممکن ہے وہ امور بالضرور اسطرح پر بیان ہوئی چاہئین جنکا انچہی مطلب ہو اور نہایت صفائی سے سمجہہ مین آسکی اور دوسری مطلب کو اوسمین آنیکے گنجایش نہو اور یہی مطالب وہ ہین جنپر آیات محکمات کا اطلاق ہوا ہے الخ

ج ابہی تو متشابہات کے یہہ تعریف تہی کہ روحانی ہادی روحانی اصلاح و تربیت کو مدنظر رکہہ کر اون مطالب کو ایسے الفاظ مین بیان کرتا ہے جنپر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے اور یہی دلیل قرآن کی صداقت اور منزل من اللہ ہونیکی ہے اور قرآن مجید کا ہی بہت بڑا معجزہ ہے اور یہان ارشاد ہوتا ہے کہ آیات محکمات اصل اصول اور دار مدار اوس روحانی تربیت کی ہین پس تعجب کہ محکمات جو اصل اصول روحانی تربیت کے ہین وہ تو قرآن کی صداقت اور منزل من اللہ اور بہت بڑا معجزہ ہونیکی دلیل نہوئی اور متشابہات اسکے دلیل ہوگئی یہہ بیربط عبارت آپکے مضامین عالی کو چشم زخم ہونچانی ہے

(صفحہ ایضاً) **قولہ** سب سے بڑا اصول مسلمانی مذہب کا توحید ہے اور اوسکے بعد اعمال حسنہ وہ اس خوبی و عمدگی اور صفائی سے قران مجید کی آیات محکمات مین بیان ہوئی ہین جنمین کسیطرح دوسرا احتمال ہوہی نہین سکتا سورہ انعام مین فرمایا ہے کہ اوسکے سوا کوئی معبود ہی نہین ہر چیز کا وہی خالق ہے اوسیکی عبادت کرو دوسرے جگہہ فرمایا کہ اے محمد کہدے کہ اوسکے سوا کچہہ نہین ہے کہ وہی خدا ہے واحد ہے ایک اور جگہہ فرمایا کہ خدا کی ساتہہ کسی دوسرے کو خدامت بناؤ سورہ بقر مین کس صفائی سے تبلایا کہ جو شخص خدا پر ایمان لایا بیشک اوسنے مضبوط ذریعہ پکڑ لیا جسکے لئے ٹوٹنا ہی ہے نہین سورہ نساء مین فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اوسکا شریک مت کرو ماں باپ کے ساتہہ رشتہ دارون کے ساتہہ یتیمون کے ساتہہ غریبون کے ساتہہ ہمسایہ مین جو رشتہ مند رہتے ہون اونکے ساتہہ ہمسایہ مین جو اور لوگ ہون اونکے ساتہہ جو غیر لوگ ساتہی ہون اونکے ساتہہ مسافر غریب الوطن کیساتہہ

احسان کرو اور ایک جگہہ سورہ بقر مین فرمایا کہ غلامون کی آزاد کرانے مین مال خرچ کرو سورہ نسا مین کتنا صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ خدا صرف شرک کو نہین بخشنے کا اور اسکے سوا جتنے گناہ ہین اگر چاہیگا اونکو بخش دیگا ایک اور جگہہ کس خوبی سے کلیہ قاعدہ بتایا ہے کہ جسنے تابعداری سے اپنا منہہ خدا کے سامنے کیا اور وہ نیکی کرنیوالا ہے تو اوسکا ثواب اوسکے پروردگار کے پاس ہے اونکو کچھہ خوف نہین اور نہ وہ غمگین ہونگے پس یہہ تمام آیات اور اونکی مانند اور بہت سی آئتین آیات محکمات ہین الخ ج خالصاحب بہادر نے اصول مذہب اسلام کو ان دو باتون پر منقسم کیا ہے جیسا کہ خود صراحت کر دی یعنے توحید اور اعمال حسنہ اور اونہین دونون باتون کے پہر تفصیل کر دی آپ نے پادری عماد الدین کی کتاب نغمہ طنبوری ملاحظہ کی ہے اوسمین شیعہ مذہب کے مجتہد لکھنؤ سے یہی مباحثہ کیا گیا تہا کہ اپنے پیغمبر کا شفیع ہونا قرآن سے ثابت کر دیں پس اوس کتاب مین فقط خدا کی واحد پر ایمان لانے اور اعمال حسنہ سے نجات ہونیکی بحث ہے خالصاحب بہادر کے ذہن نشین ہو گیا ورنہ محمد الرسول اللہ (سورہ فتح) کیا آیات محکمات مین نہین ہے اور کیا یہہ آیت بہی محکمات مین سے نہین ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ع ۱۱) جسکی تفسیر سے آپ بالکل چشم پوشی کر گئے ہین (دیکہو صفحہ ۱۴ مین آیت ۲۹) اور کیا توحید پر ایمان بے اتباع پیغمبری ہو سکتا ہے کیونکہ اگر وہ پیغمبر جسنے خدا کی واحد ہونیکی خبر دی دعوے رسالت مین صادق نہ سمجہا جائے تو خدا کے واحد ہونیکا اور کیا ثبوت ہے مگر آپ نے اسلئے ان آیتونکو محکمات مین شامل نکیا کہ رسالت و پیغمبری آپ کی نظر مین کسیکی لئے مخصوص نہین ہے چنانچہ تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۲۸ مین آپ فرماتے ہین کہ لوہار بہی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے انتہے اور اسلئے ہی آپ اس سے چشم پوشی کر گئے کہ آپ کو خود دعوے پیغمبری ہے بلکہ سب پیغمبرون سے افضل ہونیکا آپ کو دعوی ہے اور آپ کی رسالت کا ذکر کلام الہی مین نہین ہے اگر اور انبیاء علیہم السلام کیطرح آپ کا بہی ذکر قرآن مجید مین ہوتا تو آپ اوسکو سب سے پیشتر آیات محکمات مین مخصوص کرتے اور چونکہ آپ کی رسالت کا ذکر قرآن مجید مین نہین ہے اسلئے ضرور ہوا کہ آپ اور سب انبیاء علیہم السلام کی رسالت کو بہی لوگونکی نظر مین بیقدر

کرین اور دلائل قویہ قطعیہ سے اپنی رسالت کو سب انبیاء علیہ السلام کی رسالت سے افضل ثابت کرین تاکہ اس طریق سے سب لوگ آپ کے پیغمبری کا یقین کرینمین ہدایات قرآنی کے حاجت مند نہین کیونکہ بدیہیات کے لئے کسی دلیل و سند کی حاجت نہین ہوتی ہے چنانچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدای ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان سنہ ۱۲۹۶ ہجری صفحہ ۵۵ مین آپ فرماتے ہین کہ یہہ بہی انسان کا ایک طبعی امر ہے کہ صرف خیالی چیز سے نہ اوسکو محبت ہوتی ہے نہ اوسکے طرف توجہہ ہوتی ہے نہ دل رجوع ہوتا ہے گو کہ کچھہ دیر آنکہہ بند کرکے اوس خیالی شے کا تصور باندہے مگر جب آنکہہ کہلے تو معلوم ہوا کہ کچھہ نہا پوری توجہہ جب ہی ہوتی ہے جبکہ اوس خیالی شے کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اوسکے سامنے موجود ہو اور وہ اوسکو آنکہہ سے دیکہہ سکتا ہو ہات سے چہو سکتا ہو یہہ امر درحقیقت بت پرستی کی جڑ ہے مگر یہہ خیال انسان کیلئے ایسا امر طبعی ہے کہ وہ لوگ بہی جو اوس لامعلوم اور بیچون و بیچگون قوت کے پوجنے والے تہے جنہون نے اوسکو علۃ العلل جمیع کائنات کا خیال کرکے پوجنا شروع کیا اور جسکا نام یہوہ اور اللہ رکہا تہا وہ بہی کسی مادی شی کا نشان قایم کرنیسے بچ نہ سکے نہ حضرت ابراہیم اوس سے بچے جنکا نصب کیا ہوا پتہر اب تک مسلمانون کے مذہب مین یمین الرحمن کہلاتا ہے اور نہ حضرت اسحاق و یعقوب بچے جو بن گہڑا پتہر کہڑا کرکے اوسپر تیل ڈالتے تہے نہ حضرت موسے اور داؤد اور سلیمان بچ سکے جنہون نے بارہ پتہر بارہ قومون کے کہڑے کرکے خدا کی عبادت کیلئے اوسپر تیل ڈالا اور خیمہ عبادت اور تابوت سکینہ اور بیت المقدس بنایا آنحضرت صلعم نے بہی اگرچہ کہول کر بتا دیا کہ یہہ جو کچھہ ہے اوسی بے نشان کا نشان ہے مگر کوئی خاص سمت اور خاص گہر اوس بے نشان کیلئے نہین ہے تاہم اوس رسم کو موقوف نہین کیا جسکے سبب ہم مسلمانون مین بیت الحرام قایم ہے الخ یعنے آنحضرت صلعم خود بہی اوسی بت پرستی مین مبتلا رہے اور آجتک سب مسلمانونکو بہی اوسی بت پرستی مین مبتلا رکہا کیونکہ اوس رسم کو موقوف نہین کیا جسکے سبب ہم مسلمانون مین بیت الحرام قایم ہے پہر صفحہ ۵۶ اوسی تہذیب الاخلاق مین آپ فرماتے ہین کہ بت پرست اپنی مورتونکو خدا کے نشانی نہین کہتے بلکہ دیوتاؤن اور دیبیون کی نشانیان بتاتے

ہین اور غیر خدا کی پرستش کرتے ہین اور اسیلئے بت پرست کہلاتے ہین اور
انبیا کی پیرو خدا پرست اور (تعجب کر) کالا پتہر یا سیاہ لباس کا گہر اونکی خدا پرستی
مین کچہہ نقص نہین لاتا اگر زمانہ جہالت رہتا تو شاید یہہ بہی رہتا کیونکہ جو اصول قرار دی ہے
وہ لاتعین کیطرف راجع ہی انتہے مطلب یہہ کہ آنحضرت صلعم کو زمانہ نے مہلت ندی یعنے زندگی نے
وفا نہ کی اسلئے کالا پتہر یعنے حجر اسود اور کعبہ رہا یا نگیا اور وہ خود ہی اسی بت پرستی
مین مبتلا رہے کیونکہ جو اصول اونہون نے قرار دی ہے وہ لاتعین کیطرف راجع ہے
مگر حجر اسود اور کعبہ باقی رہنے سے اون اصول خدا پرستی پر عمل درآمد ہو سکا اور
مسلمانون مین بت پرستی قایم رہے اور نہ فقط اسیقدر بلکہ انبیاء علیہم السلام
کی بت پرستی مورت پوجنے والون سے بہی بدتر ظاہر ہوئی کیونکہ بت پرست اپنی مورتونکو
دیوتاون اور دیبیون کی نشانی بتاتے ہین نہ یہہ کہ خدا کی اسوجہہ سے یہہ بی ادبی اونکی خدا
کی ذات کیساتہہ نہین ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی بت پرستی خدا کی ذات کیساتہہ ہے کیونکہ
وہ دیوتاؤن کیطرف اوسے منسوب نہین کرتے ہین پس انبیاء علیہم السلام کی بت پرستی
مورت پوجنے والون سے بڑہ کر قابل الزام ثابت ہوئی نعوذ باللہ اور صریح ظاہر ہوگیا کہ
دین اسلام سے بدتر تمام دنیا مین کوئی مذہب نہین ہے کہ اس مذہب کے پیشوا اور
بانی یعنے حضرات انبیاء علیہم السلام جب بت پرستون سے بدتر ظاہر کئی گئے تو تمام مسلمانون
کی بت پرستی کو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے یہہ اہل نیچر کا بڑا مدلل دعوی ہے قاتلہم
اللہ انی یؤفکون اسیوجہہ سے اہل فرقہ نیچر نے خود کو دین اسلام اور قرآن سے
باعلان تمام بری ظاہر کر دیا ہے تاکہ اس بت پرستی مین نہ مبتلا ہون چنانچہ اوسی
تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدائی ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ
مطابق ۱۸۷۹ء ہجری صفحہ ۵۰ مین نیچریہ عقیدہ کی اصل اسطرح صاف صاف بتادی گئی
ہے کہ ہر مذہب کی تشخصات اور خصوصیات کو دور کیا تو باقی چند اصول رہے جو سب
مذہبون مین ایکہی تہی اور سب مین مشترک اور متحد تہی ان اصول مشترک اور متحد کا نام
مذہب نیچر ہے ان ہی اصول کو نیچریہ مذہب کی اصول کہتے ہین الخ یعنے ہر مذہب
کی تشخصات اور خصوصیات کو جیسے مذہب اسلام مین پیغمبر کو الہام یافتہ یقین کرنا اور
اقرار رسالت حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرآن کو کلام الہی جاننا اور

پانچ وقت مقرر کرکے نماز پڑہنا اور زکوٰۃ اور پیغمبر کے معجزات اور مناسک حج
اور احکام حلال و حرام اور احکام نکاح کہ کس کس سے نکے ساتہہ جایز یا ناجایز ہے اور
نماز مین قرآن پڑہنا اور رمضان کا مہینا روزہ داری کیلئے مخصوص کرنا اور کعبہ کو سمت
قبلہ قرار دینا اور شراب اور قمار اور ربوا کو حرام جاننا اور احکام طہارت اور پیغمبر پر درود
بہیجنا اور پردہ مستورات بحکم آیہ حجاب اور علی ہذا القیاس جو خصوصیات مذہب
اسلام مین ان سب کو دور کیا تو باقی چند اصول رہے جیسے زنا اور چوری اور جہوٹہہ
وغیرہ کہ سب مذہبون مین ان باتون کی ممانعت ہے ان اصول مشترک اور متحد کا نام
مذہب نیچریہ ہے اور جبکہ سب مذہبون مین یہہ باتین ہین تو اونپر عمل کرنیکی لئے وہ ہدایات
قرآنی کی حاجت مندنہ ہے اور نیچری تفسیر سورہ بقر مین یہہ سب باتین جنکی مین نے تشریح
کی دیکہہ لینا چاہئے پیر اوسی صفحہ تہذیب الاخلاق مین لکہا ہے کہ مثلاً عہد عتیق سے وہ باتین
جو خلاف فطرت ہین مثلاً معجزات اور خلاف عقل باتین نکال ڈالی جائین تو پہر بہی
ایک مذہب کا ڈہانچ باقی رہیگا پس اوسکو نیچریہ مذہب یا عقلی مذہب کہینگے یہی کام
سید احمد خان صاحب نے اپنی تفسیر مین کیا ہے انتہے بلفظہ عہد عتیق سے مراد توریت مگر مثلاً
کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اس جنس کی سب کتابین یعنے سب الہامی کتابین یہان مقصود
ہین اور اس فقرہ سے کہ یہی کام سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین کیا ہے یعنے تفسیر القرآن
مین ظاہر ہے کہ یہہ ساری باتین جو خلاف عقل ہین جیسے الہام اور معجزات وغیرہ
اور پیشین گوئیان جو معجزہ قولی کہلاتا ہے جیسے قرآن مین نقل قول حضرت عیسیٰ
کہ یاتی من بعدی اسمہ احمد اور معجزہ شق القمر وغیرہ کہ معجزات فعلی کہلاتے ہین اور وہ
سب احکام صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہ جو بیشتر مذکور ہوئی قرآن مین کالعدم تصور
فرمائے گئے یہی کام سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین کیا ہے اور بآواز دہل پکار
بہی دیا ہے یعنے تہذیب الاخلاق مین برملا اعلان کر دیا کہ یہی کام سید احمد خانصاحب نے
اپنی تفسیر مین کیا ہے پس اب کیا شک رہا کہ تفسیر القرآن مین جو ابطال معجزات صوم
و صلوٰۃ وغیرہ کیا گیا کچہہ اسپر منحصر نہین کہ قرآن سے اونکی تاویلات کا کچہہ ثبوت ہو یا نہو
مگر خانصاحب بہادر کا نیچری عقیدہ اون باتونکو تسلیم نہین کرتا اسلئے اونکا ابطال
خواہی نخواہی وہ اپنے ذمہ لازم جانتے ہین اور اہل انصاف کی نزدیک یہی فقرہ اونکے

ساری تفسیر کی جواب کیلیئے کافی ہے کیونکہ ساری تفسیر لکھنے سے اونکا مقصود یہہ نہین ہی
کہ اونکے دلائل ابطال معجزات وغیرہ کوہی صحیح جانے بلکہ وہ اپنے نزدیک بہرحال اون
احکام اور معجزات وغیرہ کو قرآن مین محض لغو وہ طوفان اور غیر صحیح جانتے ہین پس مقصود
خانصاحب بہادر بہرحال ہرطرح کے معجزات اور خلاف عقل باتون الہام و وحی
وغیرہ کو باطل کرنا ہے مگر قرآن کی تفسیر لکھنے ہین وہ مصلحت یہہ سمجھے ہین کہ قرآن ہی
سے بذریعہ تاویلات مردم فریب اور رہتانات سراسر مکر و ریب اگران سب باتون کی
تکذیب ہوجائے تو یہہ طرز مسلمانون مین اثر پیدا کرنے اور راہ نہین دہو کا دینے کا
عمدہ ہوگا یہہ مضمون خانصاحب بہادر نے تہذیب الاخلاق مین اپنی کسی دوست کیطرف
سے چہاپا ہے تاکہ اپنے منشار دلی کو سب پر ظاہر کردین اور اس ابطال رطب
و یابس قرآن کیوجہ یہہ ہے کہ خانصاحب بہادر کو چونکہ دعوی پیغمبری ہے بلکہ اپنی ذات
مین عدم شائبہ بت پرستی کیوجہ سے وہ خود کو انبیار علیہم السلام سے افضل جانتے ہین
اسلئے اوسے تہذیب الاخلاق کے صفحہ ۷۵ مین وہ صاف فرماتے ہین کہ بس یہہ
خیال کہ فقط فلسطین و عرب مین پیغمبر آئے جہوٹہا اور بیہودہ ہے ہندوستان کے
پیغمبر پر ایمان لانیسے نجات ملیگی انتہےٰ اور محمد رسول اللہ یا اس قسم کے اور آئتین
اسلئے محکمات مین آپ نے شامل نہین کی ہین اور اس سے ثابت ہوا کہ آپ
کے نزدیک وہ متشابہات مین سے ہین جو علم اور معلومات کی ترقی کے زمانہ مین
اب سمجہہ مین آئین کہ سب انبیار علیہم السلام سے قطع نظر کر کے ہندوستان کے پیغمبر پر
ایمان لانا چاہیئے پس نیچر کے خاص صفت تو یہہ ہی جو تہذیب الاخلاق سے نقل کی گئی
اب نیچر کے لغوی معنے بہی معلوم کرلینا ضرور ہے اسکول ڈکشنری مطبوعہ کلکتہ اسکول بک
سوسایٹی ۱۸۶۴ء صفحہ ۹۸ کالم ۲ مین جسے بچے تک پڑہ سکتے ہین نیچرل کے معنی ظریف
نازک حرامی اب نازک سمجہہ جاو کہ کس قسم کی اہل کشمیر ہوتے ہین اور رائل اسکول
ڈکشنری مطبوعہ لکہنو امریکن میتہوڈسٹ مشن پریس صفحہ ۱۴۸ کالم ۲ مین نیچرل کے
معنے ضعیف النبیاد اور اکرد ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۶۰ء صفحہ ۳۴۳ و ویبسٹر
ڈکشنری مین نیچرل کے معنے فول ایڈیٹ اب فول کے معنے رائل اسکول ڈکشنری
مین یہہ ہین احمق نادان مسخرہ اور ایڈیٹ کے معنے احمق بیوقوف تو پس جبکہ نیچر فرقہ کی اصل حقیقت یہہ ہوا اونکے

ایسی تفسیر کا لکہا جانا کوئی تعجب کی بات نسمجہیگا
(صفحہ ۵) **قولہ** ذات باری کی تعبیر بجز اسکے کہ موجود واحد لاند و لاشریک لہ
و لیس کمثلہ شی نہ آیات محکمات سے ہوسکتی ہے اور نہ آیات متشابہات سے اسلئے
قرآن مجید مین جابجا اوسکے صفات کو بیان کیا ہے مگر جہان جہان صفات باری بیان
ہوئے ہین وہ سب از قبیل آیات متشابہات کے ہین الخ **ج** اب زیادہ تر واضح
ہوا کہ قرآن مین جہان ذکر حضرت رسول اللہ صلعم کا آیا ہے وہ آپ کے نزدیک
از قبیل متشابہات سے ہے کیونکہ جب صفات جناب باری کو آپ متشابہات سمجہے تو پیغمبر
کی صفات پر محکمات کا اطلاق کب ہوسکتا ہے اسکی یہی وجہہ ظاہر ہے کہ آپ کے
عقیدہ مین کوئی فی الحقیقت خدا نہین ہے جسطرح کہ پیغمبر کی نسبت بہی آپکا گمان ہے
کیونکہ جب صفات باریتعالی از قبیل متشابہات ہوئی اور متشابہات کا مطلب جب
علم اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے تب سمجہہ مین آتا ہے (دیکہو اسی تفسیر
کا صفحہ ۳) پس از روئی قرآن مجید جیسا خدا کو مسلمان آجتک سمجہتے آئے ہین وہ
اس ترقی علم و معلومات کے زمانہ مین قابل اعتبار نرہا
(صفحہ ایضاً) **قولہ** حی لایموت کی الفاظ سے ہمکو اوسے زندگی اور موت
کا خیال آتا ہے جو ہم انسانون اور حیوانون مین دیکہتے ہین حالانکہ ذات باری اوس
حیات و ممات سے جسکو ہم جانتے ہین بری ہے سمیع و بصیر و علیم ہونے کے صفات
کو بجز اوس قوت اور حس کے جو ہمکو بذریعہ کانون اور آنکہون اور بلا وجود معلومات کے
اونکی ادراک سے حاصل ہوتی ہے اور کچہہ نہین جانتے حالانکہ ذات باری اس قسم کے
صفات سے بری ہے رحم اور غضب و قہر سے ہم اونہین صفات کو سمجہتے ہین جو ہمارے
دلکو کیسکی حالت زار دیکہہ کر لاحق ہوتی ہین اور ہمارا دل اوس سے متاثر ہو کر
مضطر اور رقیق ہوجاتا ہے الخ **ج** مطلب یہہ کہ لفظ اللہ و خدا کو بہی اسی قبیل
سے سمجہنا چاہیئے کہ یہہ نام فقط انسانی محاورہ مین رکہہ لئے گئے ہین ورنہ دراصل
کچہہ نہین ہے کیونکہ صفحہ ۲ مین آپ محکمات اور متشابہات کی صفت یہی فرما چکے ہین
کہ محکم اوس بات کو کہتے ہین جو ایسے صاف ہو جس سے ایکہی مطلب سمجہہ مین آوے
اور دوسرے مطلب کو نہ آنے دے اور متشابہ اوس بات کو کہتے ہین جسکے کئی مطلب

سمجھ مین آتی ہون الخ پس الٰہ کے معنے بت کے ہی لغت مین مندرج ہین اسوجہ سے
یہہ بہی از قبیل متشابہات ثابت ہوا اور اسیوجہہ سے آپ تہذیب الاخلاق مین فرما
چکے ہین کہ انسانون نے اوسکا نام ہیواہ اور الصدر کہا تہا الخ چنانچہ پیشتر عرض کر چکا
ہون لیکن یہہ ساری تمہید آپ کی محض بیمعنے ہے خدا کی صفات جس جگہہ اور جس
محل پر ہون کبہی از قبیل متشابہات نہین ہوتی اور جبکہ صفات باریتعالی اجسپر عرفان
حقیقی کا مدار ہے متشابہات سمجھے جائین جنکا سمجھنا بقول آپ کے ترقی علم و معلومات کے
زمانہ پر منحصر ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہو گا کہ ابتدای اسلام سے سیکڑون برسون
تک نہ پیغمبر نے خدا کو پہچانا تہا اور نہ کسی اُمتی نے نہ اوسکی تنقیح ہوئی کہ وحی کہان سے
آتی ہے اور نہ اسکے کہ وحی بہیجنے والا کون ہے پس تمام انتظام دین اسلام بہین سے
درہم و برہم ہو گیا اور قوی شک پیدا ہوا کہ یہہ الہام خدا کیطرف سے تہا یا شیطان
کیطرف سے کیونکہ جسنے بذریعہ وحی والہام اپنے مرضیات کو پیغمبر پر ظاہر کیا وہ
اونہین صفات کے سوا جنہین آپ تسلیم نہین کرتے اور کسی صفت سے پہچانا نہ گیا پس
اگر ہم انہین صفات کو صحیح اور واقعی صفات باریتعالی نجانین تو اور کیا ذریعہ عرفان
اسکے تنقیح کیواسطے ہو سکتا ہے بیشک ازین بیست کہ اوسکا عرفان اونہین صفات مذکور
بالا مین محدود نہین ہے بلکہ وہ اس سے کہین برتر اور بالا ہے لیکن ہماری تحمیل عرفان
کیلیئے اوسنے اس سے زیادہ اپنے صفات معلوم کرانیکی ضرورت نہین سمجھی پس ہماری
لئے یہی کافی ہے کہ ہم اوسے سمیع و بصیر و علیم وغیرہ جانین اور یہہ ہمنے کب کہا کہ وہ سمیع و
بصیر ہے انہین کانون اور آنکھون سے جیسے کہ ہمارے کان اور آنکھین ہین اسوجہہ سے
یہہ متشابہات نہین بلکہ عین محکمات ہین کیونکہ اگر صفات باریتعالے متشابہات ہون
تو وہ سب احکام ہی جو بیان محکمات مین آپ نے لکھے ہین لامحالہ متشابہات سمجھے جاوینگے
پس قرآن مین کچھہ محکمات نہ ہے سب متشابہات ہو گئی اور احکام صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ
وغیرہ سے اور ہی مراد مین قایم ہو جائینگی اور دین اسلام بعینہ نیچری مذہب بنجائے آپ اتنا
ہی نہ سمجھے کہ اگر سمیع و بصیر اوسکے خاص صفت نسمجھین تو خالق و رازق ہی اوسکے سوا کسی
دوسرے کو سمجھنے پڑے کیونکہ یہہ ہی اوسکے اسمار صفات مین سے ہین اور جبکہ
اوسنے خود اپنے کلام مین اپنی یہی صفات ہمین تعلیم فرمائی ہین تو ہم کیون اوسے

ایسا ہی نسمجھین کہ وہ سمیع ہے اور بصیر مگر آپ اسلئے ان اسمار کو تسلیم نہین کرتے تا سب
لوگ جانین کہ یہہ نام خدا کی انبیار علیہم السلام نے اپنی عقل سے بنائی ہین نہ یہہ کہ الہام سے
اور یہہ قیاس بمقتضے اسکا ہوا کہ الہامی کتابون کو بہی اسی طرح انسانون کے بنای ہوئی
سمجہین کیونکہ جب اسمار الٰہی انسانون کی طبع زاد ثابت ہون تو وہ کتابین جنمین سے
یہہ اسمار معلوم کی گئی خواہی نخواہی انسانی تصنیف ثابت ہونگے۔

(صفحہ ایضاً) قولہ حشر اجساد نعیم جنت عذاب دوزخ کا جن آیتون مین
بیان ہوا ہے وہ سب آیتین متشابہات مین سے ہین الخ **ج** اسکا بہی وہی جواب ہے
جو گزر چکا

(صفحہ ۶) قولہ نعیم جنت و عذاب دوزخ کے لذاید و آلام جو قرآن مجید
مین بیان ہوئی ہین اونکے کیفیت بجز اسکے جو ہم اپنی جسمانی حالت مین پاتے
ہین اور کچھہ سمجھہ نہین سکتے اور اسمین کچھہ شبہہ نہین کہ وہ حالت اس جسمانی حالت سے
مغایر ہوگی پس وہ تمام آیات متشابہات ہین جنکی کہ مطلب سمجھہ مین آتی ہین اور
اصلی مقصود متعین نہین ہو سکتا الخ **ج** جب اصلی مقصود متعین نہین ہو سکتا تو
یہہ کیونکر سمجھہ مین آگیا کہ وہ حالت اس حالت جسمانی کے مغایر ہوگی

(صفحہ ایضاً) قولہ بار دمین ایسے مطالب ہین جو انسان کی حس سے
خارج ہین اور بطور تمثیل کے بذریعہ آیات متشابہات بیان ہوئی ہین جن لوگون کے
دلون مین کجی ہے وہ خرابی ڈالنے کے لئے اونکی پیچہے پڑے رہتے ہین اور اونکی غلط
تاویل کرتے ہین الخ **ج** جب وہ مطالب انسان کی حس سے خارج ہین تو ایسی
بیان سے فایدہ کیا ہوا کیونکہ یہہ تو معلوم ہوا کہ ان تمثیلات کا اصل مطلب کچھہ اور ہے
جو معلوم نہین ہے پس تمثیلات کا ظاہری مطلب بے اصل ہوا اور باطنی مطلب لا معلوم
اب ان تمثیلات سے نتیجہ کیا نکلا اب اس سے چارہ نہین ہے کہ ان سب باتون کو
جنہین آپ متشابہات جانتے ہین محکمات یقین کرین کیونکہ اگر اونکے ظاہری معنی
کو چہوڑ کر باطنی معنے کی تلاش مین پڑین جنکا معلوم ہونا ناممکن ہے تو پہر وہ ظاہری معنی کیلئے
ہین اور جبکہ آپ جانتی تہی کہ جن لوگون کی دلون مین کجی ہے وہ خرابی ڈالنے کے لئے انکی
پیچہے پڑے رہتے ہین تو پہر آپنے اتنا طول کلام کیون کیا اور پیشتر ہی اتنا سمجھکر خاموش

کیون نہو رہے

(صفحہ ۱۲) قولہ ۔ ۲۷ لاتتخذ المومنون اس آیت کی نسبت مسلمان عالمون نے بہت بحث کی ہے اور متعدد محمل نکالے ہین مگر تمام آیت پر غور کرنیسے ظاہر ہے کہ اسمین کافرون کیا تھہ محبت یا دوستی فی الدین ممنوع ہے یعنے کافرون سے اسوجہہ سے دوستی ومحبت کرنے کہ اونکا دین اچہا ہے منع بلکہ کفر ہے اور اسکے سوا اور قسم کی دوستی ومحبت ممنوع نہین ہے یہہ تخصیص خود اس آیت سے ظاہر ہے کیونکہ اسی مین فرمایا ہے ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شئی جس سے اوس دوستی کرنیوالے کا کفر لازم آتا ہے اور یہہ ہو نہین سکتا جبتک کہ وہ محبت منجر بکفر نہو اور وہ منجر بکفر نہین ہو سکتی جبتک کہ تحسین فی الدین نہو الخ **ج** یعنے سوا تحسین فی الدین کی اور قسم کے دوستی ومحبت ممنوع نہین ہے لیکن اور قسم کی محبت و دوستی بہی ممنوع ہوتی ہے جیسے غیر دین والی کی محبت و دوستی مین اپنی قوم کو بوجہہ ضرر پہونچانا یا غیر دین والون کی خاطر اوسد دوستی مین اگرچہ وہ دنیوی طور پر ہو اپنی دین کی بیخ کنی کرنا علاوہ اسکے وہ دوستی بہی جو محض اپنے دنیوی نفع کے لئے ہو کسیطرح قرانی تعلیمات سے ثابت نہین ہے بلکہ اسطرح دوستی کرے جس سے دین اسلام کی خوبی اور نیک نیتی اور تمام قومون کی نیک خواہی اور بندگان خدا پر شفقت ظاہر ہو نہ یہہ کہ محض خود غرضی اور مطلب برآری پر نظر ہو کہ یہہ صریح بدنامی تعلیمات اسلام ہے مثلاً کوئی شخص ہزارون روپیہ گورنمنٹ انگریزی سے پاتا ہو اور ہر طرح اوسکی عزت و توقیر سلطنت انگریزی مین بڑہائی گئی ہو ایسی حالت مین اوسکی محبت اور دوستی انگریزون کیا تھہ منتج نیک صفتی تعلیمات اسلام نہوئی بلکہ محض اپنے ہی قیام و بقاے عزت و فوائد کی تدبیر ظاہر ہوئی اور احتمال ہوا کہ بعد فقدان اسباب منفعت وہ اسیقدر اپنے محسن کا مخالف ہوگا جتنا کہ اب موافق اور معاون ہے پس یہہ قالبوچی پن ہرگز از روئے اسلام جایز اور درست نہین ہے ان اللہ لا یحب الخائنین یعنے اللہ کو خوش نہین آتی دغاباز (انفال ۷ ع)

(صفحہ ۱۳) قولہ اصل یہہ ہے کہ جب مسلمان کافران مکہ کے پنجے مین پہنس جاتے تہے تو وہ اونکو ایذا دیتے تہے اور اسلام سے پہیر کر پہر اپنے ساتہہ شامل کرنا چاہتے تہے اس مصیبت کے سبب یہہ حکم نازل ہوا ہے جسمین یہہ ہدایت ہے کہ کافرون سے دوستی

ومحبت فی الدین مت کرو لیکن اگر اونکے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لو تو کچہہ گناہ نہین ہے کیونکہ دل کے بات اور ظاہر کی بات سب خدا جانتا ہے یہہ آیت مثل سورہ نحل کے آیت کی ہے جہان کافرون کے عذاب کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان الخ **ج** آپ نے فرمایا کہ کافرون سے دوستی ومحبت فی الدین مت کرو لیکن اگر او نکے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لو تو کچہہ گناہ نہین ہے الخ اگرچہ آیت مین جسکی تفسیر آپ لکہتے ہین کافرون کے شر سے بچاؤ کرنیکا کہین ذکر نہین ہے لیکن آپ کے اس اجتہاد کا انقیاد ہمی مجہی بہر حال ناگزیر ہے اور اسلیئے اس التماس سے چارہ نہوا کہ کیا آپ کے فلسفی خیالات اسیوجہہ سے ہین کہ کافرون کے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لینا آپ مصلحت سمجہتے ہین حالانکہ بظاہر مین کوئی شر کافرون کیطرف سے نہین دیکہتا ہون پہر اس بچاؤ کرنے کی کیا ضرورت تہی علاوہ اسکے آپ فرماتے ہین کہ کافرون سے دوستی ومحبت فی الدین مت کرو لیکن اگر اونکے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لو تو کچہہ گناہ نہین ہے الخ پس یہہ لیکن کا لفظ کیا اسکے سوا کچہہ اور ظاہر کرتا ہے کہ کافرون کے شر سے بچنے کیلئے فی الدین اونسے محبت کرکے بچاؤ کر لو تو کچہہ گناہ نہین ہے کیونکہ آپ کا حاصل مطلب تو یہی ہے کہ کافرون سے دوستی ومحبت فی الدین جایز نہین ہے لیکن اونکی شر سے بچنے کیلئے اونسے دوستی ومحبت فی الدین جایز ہے۔

(صفحہ ۱۴) قولہ اوسی تفسیر (کبیر) مین الا ان تتقوا منہم تقاۃ کی ذیل مین ایک قصہ لکہا ہے کہ آنحضرت صلعم کی دو صحابیون کو مسیلمہ کذاب نے پکڑ لیا مسیلمہ کہتا تہا کہ قوم قریش کیلئے تو محمد صلعم پیغمبر ہین اور بنی حنیفہ کیلئے مین پیغمبر ہون اوسنے ایک صحابی سے پوچہا کہ محمد پیغمبر ہین اونہون نے جواب دیا کہ ہان ہان ہان پہر اوسنے پوچہا کہ مین بہی پیغمبر ہون اونہون نے کہا کہ ہان جب دوسرے صحابی سے پوچہا کہ محمد پیغمبر ہین اونہون نے کہا کہ ہان اور جب یہہ پوچہا کہ مین بہی پیغمبر ہون تو اونہون نے کہا کہ مین بہرا ہون اوسپر مسیلمہ نے اونکو مروا ڈالا جب آنحضرت صلعم کو یہہ خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ یہہ تو اپنے یقین پر مارا گیا اور اوسنے رخصت پر عمل کیا الخ **ج** بیان کی باتین غور کرنیکے قابل ہین کہ ان دونون صحابیون مین سے پہلا جسنے کہا کہ ہان ہان ہان اور دوسرا جسنے کہا کہ مین بہرا ہون ان دونون نے حضرت رسول اللہ صلعم کے

مقابل مین مسیلمہ کو دعوے رسالت مین جہوٹہا ثابت کیا جبکہ پہلے صحابی سنے تین دفعہ
ہان کہنے کے بعد اوسکے واسطے ایک دفعہ ہان کہا کیونکہ تواتر کے مقابل مین خبر احاد
پایہ اعتبار سے ساقط ہوتی ہے اور دوسرے صحابی سنے جو ایک دفعہ حضرت رسول
اللہ صلعم کیواسطے ہان کہا اوسکے مقابل مسیلمہ کیواسطے اوسکی زبان پر کوئی ہان نہتی اور
غیر حالت معارضہ مین ایک دفعہ ہان کہدینا اعتبار کے سلئے کافی ہوتا ہے پس ان
دونون مین سے جو اپنے یقین پر مارا گیا اور جسنے رخصت پر عمل کیا کوئی بہی مسیلمہ کی نبوت
پر اقرار کرنیوالا نہا مگر واسے برحال بانی فرقہ نیچر کے جو تہذیب الاخلاق مطبوعہ سن ابتداے
ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ مین فرماتے ہین کہ یہہ خیال کہ صرف فلسطین
اور جزیرہ عرب ہی مین پیغمبر آئے تہے ایسا بیہودہ خیال ہے جیسے نیچر اور بانی اسلام اور
قرآن سب جہوٹہا اور غلط بتاتے ہین ہندوستان کے پیغمبر پر بہی ایمان لانا چاہیئے جیتے
چنانچہ اس کتاب مین در جواب صفحہ ۸ تفسیر لکہہ چکا ہون اور اس لفظ بانی اسلام پر غور کرنا
چاہیئے کہ فلسطین اور جزیرہ عرب کے پیغمبرون کیواسطے جو لفظ پیغمبر آپ نے لکہا ہے
اسے تو بیہودہ خیال اور جہوٹہا اور غلط آپ فرماتے ہین اور حضرت رسول اللہ صلعم کی نسبت
لفظ بانی اسلام پر اکتفا کیا گیا تا کہ یہان مخصوص پیغمبری کی بحث مین آنحضرت صلعم کو پیغمبر
نہ کہنے پڑے مگر ہندوستان کے پیغمبر کی نسبت لفظ پیغمبر صفائی کیساتہہ ارشاد ہوا اسکی
سوا فلسطین اوس سرزمین کا نام اوسوقت تک تہا جبتک کہ ایک قوم مغضوب علیہ وہان
آباد رہتی اور بعد اوسکے وعدہ کا ملک یا سرزمین اسرائیل یا ملک یہودیہ یا پاک زمین
یعنے ارض مقدس اوسکا نام ہوا اگر آپ نے فلسطین اس محل پر اسلئے فرمایا کہ فلسطی
بت پرستون کی مانند آپ کی نظر مین انبیاء علیہم السلام ہی تہے   دوسرے یہہ کہ اگرچہ
اون دونون صحابیون مین سے ایک سنے مسیلمہ کیواسطے ایک بار ہان کہا مگر حضرت
رسول اللہ صلعم کی رسالت برحق کا دونون سنے برملا اقرار کیا مگر خانصاحب بہادر اپنی
تہذیب الاخلاق مین حضرت رسول اللہ صلعم اور سب انبیاء علیہم السلام کو بت پرست
اور بت پرستون سے بہی بدتر بزعم خود ثابت کرتے ہین چنانچہ یہہ بہی صفحہ ۸ کے جواب
مین پیشتر لکہہ چکا ہون   تیسرے یہہ کہ اون دونون کو اپنی سلامتی کیواسطے مسیلمہ کی منظور
نظر ہو جانا اوسوقت مقتضائے مصلحت تہا تب ہی اونہون سنے اپنے پیغمبر سے کسیطرح انکار

نہین کیا مگر خانصاحب بہادر کو اندلون کسکے منظور نظر ہو جانیکی ضرورت ہوئی جو قرآن کی ایسی
تفسیر بلا خیر لکہنے بیٹہے اور حاصل مطلب اس تمام طول کلام کا یہہ ہے کہ مسیلمہ سنے اپنی اس عبارت
کے بموجب کہین حضرت رسول اللہ صلعم کی رسالت کا انکار نہین کیا اگرچہ اوس سنے
اپنی رسالت کا بہی دعوی کیا پس حضرت رسول اللہ صلعم کی رسالت تو اوسکے اقرار سے بہی
ثابت رہی اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کے بموجب مسیلمہ کی رسالت ثابت نہوئی مگر آپنے
اگرچہ مسیلمہ کیطرح اپنی رسالت کا دعوی کیا مگر آنحضرت کی رسالت کا اقرار نکیا جبکہ
تمام شرائع اسلام مثل توجہہ سمت قبلہ اور حج اور صوم اور حجر اسود اور کعبہ وغیرہ اور
نزول وحی اور ملائکہ وغیرہ کا صریح ابطال فرمایا جیسا کہ صفحہ ۸ تفسیر کی جواب مین لکہہ چکا
ہون اور تنقیح البیان کی جلد اول مین اسکا مفصل بیان ہے پس مسیلمہ کذاب کے حال
سے آپکا حال بہت ترقی کیا ہوا ثابت ہوا

(صفحہ ۱۵) قولہ پس ان تمام رواتیون کا نتیجہ یہہ ہے کہ کفار سے محبت اور
دوستی من حیث الدین ممنوع ہے اسکے سوا کسی قسم کی دوستی اور معاشرت و
محبت و وفاداری اور امداد اور کسیطرح کی راہ و رسم مذہب اسلام کی رو سے ممنوع
نہین ہے الخ **ج** اسکا جواب صفحہ ۱۳ کے جواب مین دیکہو

(صفحہ ۱۶) قولہ ال عمران مفسرین سنے اس بات پر بحث کی ہے کہ یہہ عمران
کون ہین حضرت موسے و ہارون کے باپ یا حضرت مریم کے باپ اور اس امر کی قرار دینے
مین اختلاف کیا ہی مگر جب تمام آیت پر غور کیا جائے جسمین یہہ بہی ذکر ہے کہ اونکے ذریت
مین سے بعضی بعض کی وزیت مین تو کچہہ شبہہ نہین رہتا کہ اس مقام پر عمران سے
موسے و ہارون کی باپ مراد ہین اذ قالت امرۃ عمران یہہ نام حضرت مریم کے باپ
کا ہے عیسائی مذہب کی کتابون سے ٹہیک طور پر نہین معلوم ہوتا کہ حضرت مریم کے
باپ کا کیا نام تہا بعضے گمان کرتے ہین کہ ہیلے یا عیلی اونکے باپ کا نام تہا اگر وہ صحیح
بہی ہو تو ممکن ہے کہ ایک شخص کے دو نام ہون الخ **ج** ہیلی نام یوسف کے باپ کا
ہے (لوقا ۳ باب ۲۳) اور متی ا باب ۱۶ مین لکہا ہے کہ یعقوب کا بیٹا یوسف تہا پس
ایک شخص کے دو نام وہ ہی اوسوقت کہ جب اون دونون نسب ناموکو زبردستی سے
مطابق کرین یہی ہوئی لینے یعقوب و ہیلی با وجود اسکے عمران کا پتہ نہ لگا اور یہہ بہی کہ یہہ

دونون یوسف کے باپ قرار پائے نہ یہہ کہ حضرت مریم کے باپ پس آپ کو لازم تہا کہ اسی پر اکتفا کرتے کہ حضرت بی بی مریم علیہا السلام نسل عمران سے ہین یا بنت عمران جنکا نسب نامہ کہین نہونیکے سبب اسکی تنقیح نہین ہوسکتے سوا اسکے کہ حضرت بی بی مریمؑ حضرت بی بی الیباتؑ کے رشتہ دار تہین (لوقا ۱ باب ۳۶) اور حضرت بی بی الیباتؑ حضرت ہارونؑ کی بیٹیون یعنے اونکی نسل سے تہین کہ محاورہ قدیم مین نسل کو ابن یا بنت کہنا عام دستور تہا (لوقا ۱ باب ۵) جیسے حضرت عیسےؑ کو ابن داؤد و ابن ابراہیم متی ۱ باب مین لکہا ہے اور حضرت ہارون ابن عمران تہے (خروج ۶ باب ۲۰) پس حضرت بی بی مریمؑ ہی بنت عمران تہین کیونکہ ہر لیوی یعنے وہ فرقہ جسمین عمران تہی اپنے ہی خاندان مین شادی کرتا تہا (خروج ۲ باب ۱) تاکہ خاندان امامت جداگانہ بچایا جائے اور یہہ کہ حضرت بی بی مریمؑ کے باپ کا نام ہی عمران تہا اسکی تکذیب ہی کوئی کر نہین سکتا ہے اسوجہہ سے کہ جب کسی نسب نامہ سے حضرت بی بی مریمؑ کے باپ کا نام غیر عمران ثابت نہین ہے تو اس سے انکار پر ہی کوئی دلیل قایم نہین ہوسکتی بجز اسکے کہ اوسے محقق کے قول کو تسلیم کرین جسنے اونہین بنت عمران کہا

(صفحہ ۱۸) قولہ اس امر کی نسبت کہ جب حضرت ذکریا حضرت مریم کی پاس جاتے تہے تو اونکے پاس کہانیکی کوئی چیز دیکہتے تہے مفسرین نے عجیب عجیب روایتین نقل کی ہین حالانکہ اس بات کی کہتے ہین کہ اللہ کے پاس سے آیا ہے یا اللہ نے بہیجا ہے کوئی ایسی عجیب بات نہین ہے یہہ تو ایک روزمرہ کی محاورہ کی بات ہے ابو علی جبائی نے گو کہ وہ معتزلی ہو اپنی تفسیر مین ٹہیک بات لکہی ہے جسکو تفسیر کبیر مین نقل کیا ہے کہ اس آیت کے معنے یہہ ہین کہ خدا تعالی ایمان والون کے ہات سے جو زاہد و عابد عورتون کی خبر گیری کرتے ہے حضرت مریم کو رزق بہیجتا تہا جب حضرت ذکریا حضرت مریم پاس کوئی کہانیکی چیز دیکہتے تہے تو پوچہتے تہے کہ کہان سے آئی ہے اس تفسیر پر بموجب ابو علی جبائی رحمۃ اللہ علیہ نے کی حضرت مریم کا یہہ جواب کہ ہو من عند اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب بالکل صحیح و درست اور روزمرہ کے محاورہ کے مطابق ہوتا ہے الخ **ج** کیا خدا کے کلام مین فضول روزمرہ کی باتین ہی جنکا

کچہہ نتیجہ نہو درج ہوا کرتی ہین حضرت بی بی مریمؑ کے معمولی خوراک جو ہیکل کے مصارف سے ملتے ہتی اوسے دیکہہ کر حضرت زکریاؑ کو تعجب کا کیا محل تہا اور اوسے پوچہنے کی کیا ضرورت ہتی کیونکہ وہ اوسے ہیکل کے امام اور وہان کے دستور کو بخوبی جانتے تہے کہ یہان کے عزلت نشینون کو حسب دستور قدیم خوراک ہمیشہ دیجاتی ہے اور جبکہ باوجود جاننے اور سب وہان کی عابدون کی پرورش ہمیشہ اپنے آنکہہ سے دیکہنے کی اونہون نے حضرت بی بی مریم سے پوچہا تہا تو یہہ بیکار گفتگو خدا کی کلام مین ذکر کرنیکی لایق کیا ہتی اس سے ظاہر ہے کہ وہ خوراک حضرت بی بی مریمؑ کے پاس کچہہ معمولی غذا کے علاوہ ہتی جسے دیکہہ کر حضرت زکریاؑ کو تعجب ہوا اور پوچہنا لازم جانا جسکا جواب یہہ ملا کہ ہو من عند اللہ یعنے یہہ ہیکل کے مصارف سے نہین بلکہ غیب سے ہے علاوہ اسکے ہیکل سے مقررہ خوراک کو تو حضرت ذکریاؑ خوب پہچانتے تہے کہ وہان کے لنگر مین یہہ کہانا پکایا جاتا اور عزلت نشین عابدون کو تقسیم ہوتا ہے بلکہ حضرت زکریاؑ خود ہی بوجہہ امامت ہیکل اوسے خوراک مین سے بلاناغہ تناول فرماتے تہے پہر کون دانشمند اسکا یقین کر سکتا ہے کہ اوسے معمولی کہانیکو حضرت زکریاؑ حضرت بی بی مریمؑ کے پاس دیکہہ کر پوچہتے تہے کہ یہہ کہان سے آیا بہلا یہہ ہی کوئی عقل کی بات ہے ایسا تو کوئی دیوانہ ہی نہین کر سکتا ہے معلوم نہین کہ ابومسلم جبائی وغیرہ نے اور آپ نے یہہ اپنی عقل کیموافق مضمون پیدا کیا تہا یا حضرت زکریاؑ کی عقل ہی آپ ایسی سمجہے جیسے کہ آپ کی عقل ہے

(صفحہ ۱۹) قولہ یہودی حضرت یحیؑ کو پیغمبر نہین مانتے الخ **ج** اسپر بہی کوئی کتابی دلیل نہین ہے بلکہ کتاب سے تو ثابت ہے کہ یہودی حضرت یحی علیہ السلام کو نبی جانتے تہے دیکہو متی ۱۴ باب ۵ ہیرودیس نے چاہا کہ اوسے یعنے حضرت یحیؑ کو مار ڈالے پر عوام سے ڈرا کیونکہ وہ اوسے نبی جانتے تہے انتہے اور متی ۲۱ باب ۲۶ مین ہے کہ سب یوحنا کو نبی جانتے تہے انتہے اور اسیطرح لوقا ۲۰ باب ۶ مین ہی ہے یہان عوام اور سب سے مراد یہودی ہین پس اگر اسی تسلیم نکرین تو کیا انجیل مین جہوٹہہ لکہا ہے آپ تو تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۴ مین اقرار کرچکے ہین کہ مین اسبات کا قائل نہین ہون کہ یہودیون اور عیسائیون نے اپنی کتب مقدسہ مین تحریف لفظی کی ہے اور نہ علماء متقدمین و محققین اسبات کی قائل ہتی انتہے اب یا اپنے جہوٹہہ کے قائل ہوجئ

یا انجیل نویسون کی جہوٹہہ کی

(صفحہ ایضاً) قولہ علماء اسلام کی عادت ہے کہ یہودیون اور عیسائیون کی ایسی باتونکو جو انکے خیال کے مخالف نہون بلا عذر تسلیم کر لیتے ہین اس آیت مین کلمہ کا لفظ آیا ہے اور حضرت مسیح کی نسبت بہی کلمہ کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے پس مفسرین نے لکہہ دیا کہ مصدقاً بکلمۃ من اللہ سے یہہ مراد ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت دینگے یا حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرینگے حالانکہ حضرت عیسیٰ خود اوس زمانہ مین موجود تہے الخ

ج خانصاحب بہادر نے مصدقاً بکلمۃ من اللہ کا ترجمہ اسطرح کیا ہے کہ ملننے والا اللہ کے کلمہ یعنے اللہ کی کتاب کا الخ اسوجہہ سے آپ اسلامی مفسرین کو ملامت کرتے ہین کہ کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰؑ نہین ہین حالانکہ قران ہی مین یبشرک بکلمۃٍ منہ اسمہ المسیح ابن مریم موجود ہے یعنے بشارت دیتا ہے تجہکو ساتہہ ایک بات کے اپنی طرف سے نام اوسکا عیسیٰ مسیح بیٹا مریم کا انتہے اب فرمائی کہ کلمہ کا اطلاق کتاب کیطرف ہے یا حضرت عیسیٰؑ کیطرف اور کیا انجیل مین نہین ہے کہ کلام مجسم ہوا (یوحنا اباب ۱۴) پہر علماء اسلام نے خطا کیا کی جو لکہہ دیا کہ مصدقاً بکلمۃ من اللہ سے یہہ مراد ہے کہ وہ یعنے حضرت یحیی علیہ السلام حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے تصدیق کرینگے کیونکہ آپ ہی تو صفحہ ۲۰ مین فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ حضرت یحیی نے کہا ہو کہ میرے بعد جو ہونیوالا ہے یعنے حضرت عیسےٰ جنکو غالباً وہ اپنا جانشین تصور کرتے ہونگے مجہہ سے برتر ہے الخ یہہ غالباً اپنا جانشین تو آپکا طبع زاد ہے جسکا کچہہ ثبوت نہین ہے اور یہہ جو آپ نے صفحہ ۲۲ مین فرمایا کہ تمام قرآن کا محاورہ یہی ہے کہ انبیا کی نسبت کتب سابقہ کی تصدیق کا اشارہ کیا جاتا ہے نہ کسی شخص معین کی تصدیق کا تفسیر کبیر مین کلمۃ من اللہ کی نسبت ابی عبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ اوس سے مراد کتاب من اللہ ہے اور اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہل عرب بولتے ہین انشد فلان کلمۃ اور اس سے مراد طول طویل قصیدہ کے پڑہنے کی ہوتی ہے الخ پس اہل عرب کے نزدیک ایسا ہوگا مگر قرآن مجید اہل عرب نے نہین تصنیف کیا ہے جمہور مفسرین نے کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰؑ کو سمجہا ہے اور اونمین سے کوئی بہی محاورہ عرب سے نا واقف نہتہا اور اتنا تو مین بہی جانتا ہون کہ مبشر کا لفظ خبر آئندہ کیواسطے ہوتا ہے اور مصدق کا

لفظ خبر ماضی وحال کیواسطے اور حضرت عیسیٰؑ اوسوقت موجود نہتے اسلئے مصدق کا لفظ فرمایا گیا اور یہہ قول آپکا کہ تصدیق کا اشارہ کسی شخص معین کی نسبت نہین کیا جاتا دلیل اسکی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ان اشخاص مین نہین ہین جنکی طرف آپکا گمان ہے کیونکہ اونکی اصلیت اور انسانون سے جداگانہ ہے جو فقط خدا کے حکم سے وجود مین آئے اور کتاب بہی خدا کا حکم ہے پس آپہی کی قول سے حضرت عیسیٰؑ کا خطاب کلمہ دلالت کرگیا اسپر کہ خدا کی کتاب کیطرح حضرت عیسیٰؑ بہی فقط حکم الہی سے ظاہر ہوئے یعنے جسطرح خدا کا حکم ضمن کتاب سے اسیطرح حضرت عیسیٰؑ بطن حضرت بی بی مریم سے آشکار ہوئے

(صفحہ ۲۱) قولہ تفسیر کبیر مین ابومسلم کا قول لکہا ہے کہ لاتکلم الناس کا مطلب یہہ ہے کہ تو مامور ہوا ہے کہ تین دن تک بات نکرے اسیلئے ہمنے اسکا ترجمہ معنی نہی کیا ہے الخ

ج وہ آیت یہہ ہے قال رب اجعل لی آیۃً قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزاً یعنے بولا اے رب مجہکو دی کچہہ نشانی کہا نشانی تیری یہہ ہے کہ نہ بول سکے لوگون سے تین دن مگر اشارت سے (ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب) شاہ عبدالقادر صاحب نے اسکے حاشیہ مین لکہا ہے کہ حضرت ذکریا کو تین دن یہی حالت رہی کہ آدمی سے کلام نکر سکتے انتہے اور تفسیر حسینی مین ہے کہ سخن نگوئی یعنے قادر نباشی بر سخن گفتن با مردمان سہ شبانہ روز انتہے اور انجیل مین ہے فرشتے نے کہا دیکہہ تو گونگا ہو جائیگا اور جبدن تک وہ نہو بول نہ سکیگا انتہے اور اسکا مفصل بیان تنقیح البیان مطبوعہ ۱۲۹۷ ہجری کے صفحہ ۱۳۰ مین جہان نیچری تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۱۳۹ کا جواب ہے دیکہنا چاہیئے

(صفحہ ۲۲) قولہ حضرت عیسیٰ کے نسبت جو امور قرآن مجید مین مذکور ہین بلاشبہہ نہایت غور کے لایق ہین اونمین سے چند اس سورہ مین بیان ہوئی ہین اور سورہ مائدہ مین مجموعاً مذکور ہین اور اس لئے ہم سورہ مائدہ کے تفسیر مین اون سب سے بحث کرینگے اس مقام پر صرف ولادت حضرت عیسیٰ پر غور کرتے ہین الخ

(صفحہ ۲۳) قولہ عیسائی اور مسلمان دونون خیال کرتے ہین کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا کے حکم سے عام انسانی پیدایش کے برخلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تہے اگر ایسا ہی ہونا فرض کیا جائے تو اول اس بات پر غور کرنی ہوگی کہ بن باپ کے پیدا کرنیمین حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے ایسے واقعات جو خلاف عادت یا مافوق الفطرت تسلیم کئی جاتے ہین اونسے یا تو قدرت کاملہ پروردگار کا اظہار مقصود ہونا چاہیئے یا اونکا وقوع بطور معجزہ مانا جاوے جبکہ خدا تعالے

اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کے عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اور خود انسان کو بھی بلکہ
تمام حیوانات کو ابتداً اُس نے اسیطرح پیدا کیا ہے یا یوں کہو کہ حضرت آدم کو بے ماں و بے باپ
کے پیدا کیا تھا تو حضرت عیسیٰ کو صرف بے باپ کے پیدا کرنے میں اوس سے زیادہ قدرت کاملہ کا
اظہار نہ تھا اگر یہہ خیال کیا جاوے کہ صرف ماں سے پیدا کرنا دوسرے طرح پر اظہار قدرت کاملہ
تھا تو یہہ بھی صحیح نہیں ہوتا اسلئے کہ اظہار قدرت کاملہ کی لئے ایک امر تبین اور ایسا ظاہر ہونا چاہیے
کہ جسمیں کسی کو شبہہ نہ ہے بن باپ کے مولود کا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جسکے نسبت یہہ
نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کاملہ کیلئے کیا گیا ہے بطریق اعجاز حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ
پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا معجزہ بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتا ہے قبل
ولادت حضرت مسیح بلکہ قبل ادعائے نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہیں ہو سکتا تھا پھر
معجزہ کیونکر کہا جا سکتا ہے معہذا اگر وہ معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت مسیح کا
علاوہ اسکے جبکہ اونکی ولادت ٹھیک اسیطرح پر واقع ہوئی تھی جسطرح کہ عموماً بچوں کے ہوتی
ہی کہ نو مہینے تک حمل میں رہے اور بروقت ولادت حضرت مریم پر وہ تمام حالات طاری
ہوئے جو عموماً عورتوں پر بچہ پیدا ہونے میں طاری ہوتی ہیں تو کسیطرح اعجازاً اونکی پیدا
ہونیکا کسیکو احتمال بھی نہیں ہو سکتا تھا الخ ج آپ فرماتے ہیں کہ بن باپ کے پیدا
کرنیمیں حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے پس حقتعالے پہلے خوب مناظرہ کرکے آپ کے اعتراضوں کو
رفع کر لیتا تب حضرت عیسیٰ کے پیدا کرنیمیں حکمت الہی بے عیب و نقص رہتی پہلے یہہ تو آپ
نے غور کیا ہوتا کہ آپ کی پیدا کرنیمیں بجز بربادی دین و مذہب و فضیحت ملک و ملت
حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے لیکن اسکا سبب بھی مجھہ سے پوچھیئے کہ آپ کی طفیل میں
مجھے اجر خدمت اسلام کا مستحق کرنا ہی حکمت الہی تھی اور جو بات بطور خرق عادت کے
ظاہر ہو خواہ غیب سے بے وسیلہ پیغمبر یا بوسیلہ پیغمبر محض ظہور قدرت کاملہ پروردگار مقصود
ہوتا ہے لیکن آپ جو فرماتے ہیں کہ خدا تعالے اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کے عادتاً
پیدا کرتا رہتا ہے یعنے اس سے کچھہ فضیلت حضرت عیسیٰؑ کی نتھی یہہ ایسی بات ہے کہ خانصاحب
بہادر کو باوجود دعوی اشرف الحیوانی جو ماں باپ دونوں سے پیدا کیا ہے پس لومڑی اور
شغال کو بھی وہ ماں باپ دونوں سے عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اسمیں اشرف الحیوان ہونیکی آپ
میں خصوصیت کیا ہے لیکن باوجود لومڑی و شغال کے ماں باپ دونوں سے پیدا ہونیکی جو

آپ اشرف الحیوان کہلاتے ہیں اسیطرح باوجود پیدا ہونے اقسام حیوانات بغیر توالد
تناسل کے حضرت عیسیٰؑ کا بے باپ پیدا ہونا ظہور قدرت الہی اور موجب فضیلت حضرت
مریم و حضرت عیسیٰؑ تھا اور آپ جو فرماتے ہیں کہ اگر معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت
مسیح کا پس اگر آپ اسے فقط حضرت مریم کا معجزہ سمجھیں تب بھی اس معجزہ کا ابطال کیونکر
ہو گیا اور اسنے آپکو مجبور کیا تھا کہ آپ اسے حضرت مریم کا معجزہ نہ سمجھیں اور تب بھی حضرت عیسیٰؑ
معجزہ مجسم قرار پاینگے پھر آپ فرماتے ہیں کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر تبین اور ایسا
ظاہر ہونا چاہیئے کہ جسمیں کسیکو شبہہ نہ ہے بن باپ مولود کا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جسکی
نسبت یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کیلئے کیا گیا ہے الخ یہہ آپ کی بدگمانی حضرت
بی بی مریم کیطرف جنکی عصمت پر خدا نے اور پیغمبر نے گواہی دی صریح بے ایمانی اور دہریہ پن
کا نشان ہے تفسیر سورہ بقر مطبوعہ ۱۲۹۶ ہجری و ۱۸۸۰ء صفحہ ۱۲۸ کے آخر میں بھی آپ
انبیاء علیہم السلام کی معجزات کو دہوکا بازی ثابت کر چکے ہیں چنانچہ بعینہ عبارت آپ کی یہ
ہے کہ معجزہ امر مطلوب پر یعنے اثبات نبوت یا خدا کے طرف سے ہونے پر دلالت
نہیں کرتا اور نہ وہ بصفت بینات موصوف ہو سکتا ہے اسلئے کہ اومیں اگر وہ ہو بھی تو
بھی کوئی ایسی وضاحت جس سے اوسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کیطرف سے ہونا پایا جاوے
کبھی نہیں ہوتی انتہے پس جبکہ حضرت بی بی مریم کیطرف آپکا یہہ دہریہ پن ہے تو اور معجزات
کا خدا کیطرف سے ہونا یعنے محض شیطانی یا دہوکہ بازی کہنا آپ کے خلاف شعار نہیں ہے یعنے
آپ کی گندہ مذہب کے ناپاک اصل اصول یہی ہے کہ ہر مذہب کے معجزات اور خلاف
عقل باتیں نکال ڈالی جائیں یہی نیچریہ مذہب ہے جیسا کہ پیشتر آپ کے تہذیب الاخلاق
سے نقل کر چکا ہوں اور جب یہہ ثابت ہوا تو حاجت نہ ہی کہ آپ کی ساری ملحدانہ دلائل بے بنیاد
کا جواب لکھا جائے کیونکہ تمکا مقصود ہر معجزانہ واقعہ اور جملہ خصوصیات اسلام کو خواہ اونکی
تکذیب و تردید کیلئے کوئی ٹوٹی پھوٹی دلیل ہو یا نہو باطل کرنا ہے لیکن تاکہ لوگ آپ کے
جال میں پھنسکر ایمان نہ کہو بیٹھیں مجھے آپ کی ساری خرافات کا جواب لکھنا ضرور ہے حضرت
عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیکو امر مخفی سمجھنا آپ کی عقل کی خوبی ہے امر مخفی باپ سے پیدا ہوئے
اولاد کا ہونا ہے یا بے باپ سے پیدا ہوئی اولاد کا جسکا تجرد مادری اور توجہ طبائع خلق اللہ
بضرورت تفتیش حقیقۃ الامر کمال شہرت و اعلان کا باعث ہو جاتا ہے اور ماں باپ دونوں

سے پیدا ہوئی اولاد کی تفتیش حقیقت کیطرف کبھی کوئی متوجہ نہین ہوتا ہے اسکے سوا حضرت
عیسیٰ کا ہمیشہ خود کو ابن آدم یعنے بنی آدم کہنا چنانچہ ساٹھہ جگہہ یہہ قول حضرت عیسیٰ کا انجیل مین
ہی موجود ہے اس سے زیادہ اعلان حضرت عیسیٰ کی بے باپ ہونیکا اور کیا ہوگا کیا کبھی
کسی ماں باپ سے پیدا ہوئی اولاد نے بھی خود کو ابن آدم کہلا ہے اور ہر شخص کو اوسکے باپ
کے نام کیساتھہ پکارا گیا عبرانی خاص محاورہ اور دستور تہا پہر کیا وجہہ تہی کہ حضرت عیسیٰ کبھی ابن
یوسف نہ پکارے گئے بلکہ ابن داؤدؑ یا ابن ابراہیم بوجہہ عظمت ان دونوں ناموں کے پکارے
جاتے تہے (متی ۲۲ باب ۴۲ و ۱۵ باب ۲۲) پس جبکہ نہ خود حضرت عیسیٰ نے تمام عمر
کبھی ایک دفعہ بہی اپکو ابن یوسف کہا اور نہ کسی دوسرے نے اونہین اسطرح پکارا تو اس سے
زیادہ اونکے بے باپ پیدا ہونیکا شہرہ آپ اور کیا چاہتے ہین اسکے سوا قرآن مین مذکور ہے
کہ یہودیوں نے اوس مولود کو دیکھہ کر حضرت بی بی مریم سے معارضہ کیا تہا دیکھو سورہ مریم پہر
اس امر کا مخفی ہونا آپ نے کہاں سے معلوم کر لیا اگرچہ بوجہہ غریبی و مسکینی حضرت بی بی مریم
کے اسکی شہرت نہونا بعید از قیاس تہا کیونکہ مسکینوں کے مراتب جلد شہرت پذیر نہین ہوتے
ہین تب بہی اسکی شہرت مین کوئی دقیقہ باقی نرہا پہر آپ فرماتے ہین کہ معجزہ بمقابلہ منکران نبوت
صادر ہوتا ہے قبل ولادت حضرت مسیح بلکہ قبل ادعای نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہین
ہوسکتا تہا پہر معجزہ کیونکر کہا جا سکتا ہے لیکن یہہ بہی آپکا محض واہمہ ہے صفحہ ۲ مین آپ
متشابہات کی صفت مین لکھہ چکے ہین کہ قرآن مجید کا یہی بہت بڑا معجزہ ہے انتہی پس ہنوز
منکر قرآن کوئی ظاہر نہوا تہا پہر قرآن مجید کی اس معجزہ کی کیوں ضرورت ہوئی اور یہہ قاعدہ کہ معجزہ
بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتا ہے آپ نے اپنی عقل کیموافق منضبط کیا ہے یا الہی علم کے
بموجب کیا خدا کو اسکی حاجت ہے کہ جب منکر پیدا ہوں تب معجزہ کی ضرورت سے آگاہ ہو بلکہ
اپنے ازلی علم سے حقتعالی پیشتر ہی سے جانتا ہے کہ آئندہ کیا ظہور مین آئیگا حضرت موسیٰ
کو عصا اور ید بیضا اوسوقت عطا ہوا تہا کہ ہنوز فرعون کے سامنے تک نگئے تہے اور حضرت
عیسیٰ نے اوسوقت یہہ خبر دی تہی کہ یاتی من بعدی اسمہ احمد جب حضرت رسول اللہ صلعم پیدا
بہی نہوئی تہے کیا یہہ معجزہ قولی نہین ہے اور ہنوز آپ نے یہہ تفسیر القرآن یعنے نیچری تفسیر
سورہ بقر بہی لکہی تہی کہ خدا نے مجہہ جیسے بعلم و عقل کو اوسکا رد کرنیکے لئے تیار کر رکہا تہا کیا یہہ
بہی معجزہ نہین ہے اور یہہ نیچری تفسیر سورہ آل عمران آپ نے شایع بہی نہین کی بلکہ بدرجۂ حاجت

چہپائی جاتی ہی تب ہی اوسکا یہہ جواب لکہا جا رہا ہے اور یہہ قول آپکا کہ اونکی ولادت
ٹہیک اسیطرح پر واقع ہوئی تہی جسطرح کہ عموماً بچون کی ہوتی ہے الخ یہہ عجیب استدلال و دراز
حال روح اللہی آپنے کیا کہ نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے جسکا نہ کچہہ ثبوت ہے نہ تحقیق ہے اور جب
یہہ ثابت کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی ولادت عامہ خلایق سے جدا گانہ طور پر ہوتی ہے
تب آپ فرمائینگے کہ حضرت عیسیٰ کی آنکہہ ناک کان ایسی کیوں ہوئے جسطرح کہ عموماً بچوں کے
ہوتے ہین یہہ سفلی باتین کسی فلسفی کو بہاتے ہے

(صفحہ ۲۴) **قولہ** علمائے حضرت مسیح کے بن باپ کے پیدا ہونیکو ایک اور
حکمت الہی پر منسوب کر سکتے ہین کہ وہ گنہگار انسان کی آمیزش سے پاک اور بیگناہ ہوں تاکہ
گنہگار انسانوں کیطرف سے فدیہ کئے جائین مگر جب ماں کی شرکت سے وہ بری نہتے تو
انسانی آمیزش سے پاک نہین ہو سکتے تہے لاطینی کلیسائی کونسل ٹرنٹ مین تسلیم کیا کہ حضرت
مریم بہی بے باپ کے پیدا ہوئی تہین اگر یہہ بہی مانا جاوے تو وہ بہی ماں کی شرکت سے
بری نتہین انجام کار علمائی کہہ سکتے ہین کہ خدا نے حضرت مریم کو انسانی خاصیت یعنے
گنہگار ہونیکے قابلیت سے اسلئے پاک کر دیا تہا کہ اون سے فدیہ ہونیکی لایق مولود پیدا ہو
تو خدا اسیطرح حضرت عیسیٰ کے باپ کو بہی پاک کر سکتا تہا اور بن باپ کے پیدا کرنے مین
کوئی خاص حکمت نہین ہوسکتی تہی الخ **ج** اسکا جواب پادریوں کے ذمہ ہے مگر کونسل
ٹرنٹ سولہوین صدی مین ہوئی تہی ادسمین ولادت حضرت بی بی مریم کی تنقیح آپ کی
تحقیق کا کافی ثبوت ہے ایسی ہی غلط سلط روایتوں سے آپ نے سامان دہوکہ دہی عوام
بہم پہونچایا ہے اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ بن باپ کے پیدا کرنے مین کوئی خاص حکمت نہین
ہوسکتی تہی لیکن ماں باپ دونوں سے پیدا کرنے مین کوئی خاص حکمت آپ کو معلوم ہوگی
ابہی یہہ تو آپ جانتے نہین ہین کہ موالید ثلاثہ مین سے دو جنسوں یعنے نباتات اور جمادات
کو ہمیشہ ایکہی اصل سے خدا پیدا کرتا ہے اور دو کا شمول کبہی اس توالد و تناسل مین نہین
ہوتا مگر جب پیوند لگائین تو اس قاعدہ کے خلاف دو کا شمول بہی ایک نسل مین ناممکن
نہین ہوتا ہے اسیطرح موالید ثلاثہ کی تیسرے جنس یعنے انسان کا توالد و تناسل ہمیشہ دو کے
شمول سے ہوتا ہے لیکن اس قاعدہ کے خلاف بہی بمقتضای مرضی الہی ناممکن نہین ہے
(صفحہ ایضاً) **قولہ** ابتدا مین عیسائیوں کو یہہ خیال نہین تہا کہ حضرت عیسیٰ

بن باپ کے پیدا ہوئے ہین یا بن باپ کے پیدا ہونگے الخ **ج** اگر ایسا خیال نکرینوالی کہ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہونگے عیسائی ہوگئی تو کیا حضرت عیسیٰ سے پیشتر بہی عیسائی موجود تہے کیا خوب آپ کی تحقیق ہے اور اگر تیرا اسی مراد پہلی یا دوسری سے عیسائیین تو انجیل ہی ہین

(صفحہ ایضاً) قولہ مسیح کی نسبت یقین کیا جاتا تہا کہ وہ داؤد کی نسل سے ہونگے ۔ اور متی کی انجیل باب ا ورس ۲۰ سے پایا جاتا ہے کہ یوسف حضرت مریم کا شوہر داؤد کی نسل سے تہا مسلمان بہی قرآن کی رو سے جیسکہ سورہ انعام مین لکہا ہے حضرت عیسیٰ کو حضرت ابراہیم کی ذریت یعنے اولاد مین سمجہتے ہین پس اگر حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے ہون تو وہ نسل داؤد یا اولاد ابراہیم سے کیونکر قرار پا سکتے ہین الخ **ج** مسلمان از روی قرآن جو حضرت عیسیٰ کو حضرت ابراہیم کی ذریت مین سمجہتے ہین اوس سے حضرت عیسیٰ کا مان باپ دونون سے پیدا ہونا کیونکر ثابت ہوا یہہ عجیب دلیل آپکی سو جبہی حضرت بی بی مریم خواہ یہوداہ کے فرقے سے یعنے آل داؤد مین تہین تب بہی وہ نسل ابراہیم سے تہین خواہ لیوی کے فرقے یعنے آل ہارون سے تہین تب بہی وہ نسل ابراہیم سے تہین کیا اسرائیلی کوئی سبط غیر نسل ابراہیم بہی تہا اور نسل داؤد مین حضرت عیسیٰ کا ہونا جوازرو ئے کامل یقین نصارے آپ لکہتے ہین اسکا جواب نصاری سے پوچہیے قرآن کی تفسیر مین یہہ تمام دنیا کا جہگڑا لکہنے کی کیا ضرورت تہی لیکن چونکہ اسوجہہ سے بہی آپ حضرت عیسیٰ کا بے باپ پیدا ہونا یقین نہین کرتے نصارے کیطرف سے بہی جواب دینا مجہے ناگزیر ہوگیا کہ الہامی محاورہ مین کل فرقہ ہائی بنی اسرائیل ہمیشہ اونمین سے کسی ایک فرقہ کے نام سے بہی پکارے جاتے تہے جیسے یہودی ایک فرقہ اونمین سے تہا اور مراد اس سے کل فرقے سمجہے جاتے تہے اسیطرح افرائیم بہی سب فرقے کہلاتی ہے حالانکہ یہہ اونمین کا ایک فرقہ تہا (یرمیاہ ۳۱ باب ۹ و ۱۰) اسیطرح قران مین نسل داؤد سے مراد تمام اسرائیلی فرقے ہین جیسے سورہ سبا رکوع ۲ مین ہے اعملوا ال داؤد شکراً وقلیلاً من عبادی الشکور یہان آل داؤد سے تمام فرقہ ہائے بنی اسرائیل مراد ہین پس حضرت بی بی مریم خواہ کسی اسرائیلی فرقے مین ہون آل داؤد سے بیگانہ نتہین اور اس سے یہہ بات کہین نہین پیدا ہوتی کہ حضرت عیسیٰ مان باپ دونون سے پیدا ہوئے تہے کہان حضرت بی بی مریم کا نسب اور کہان حضرت عیسیٰ کا مان باپ دونون سے

پیدا ہونا اس بحث کا بیان محل اور موقع کیا تہا اگرچہ کتب رد نصاری مین مینے اسی طور پر لکہا ہے مگر وہ بطور مناظرہ ہے اور دلائل الزامی کو وہان مد نظر رکہا ہے

(صفحہ ۲۵) قولہ اگر یہہ کہا جاوے کہ مان کے سبب سے اونکو داؤد کی نسل سے قرار دیا گیا ہے تو یہہ بات دو وجہہ سے غلط ہے اول اسلئے کہ یہودی شریعت مین عورت کیطرف سے نسب قایم نہین ہوسکتا دوسرے یہہ کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہین الخ **ج** اگر آپ ابتک یہی سمجہے تہے کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہین تو اب معلوم کر لیجئے کہ وہ محض آپ کی ناواقفی محاورہ الہامی سے تہی جیسا کہ مین پیشتر لکہہ چکا ہون اور وجہہ اول مین جو آپ نے لکہا ہے کہ یہودی شریعت مین عورت کیطرف سے نسب قایم نہین ہوسکتا اگر نصاری اسکا یہہ جواب دین کہ اسیوجہہ سے تو باوجود بے باپ پیدا ہونیکے حضرت عیسیٰ کا نسب نامہ یوسف سے قایم کیا گیا تو فرمائی کہ پہر آپ کو کتنا قایل ہونی پڑے اور چونکہ قرآن کی تفسیر مین آپ نے یہہ تو وہ طوفان باندہا ہے مجہے اسکا یہہ جواب دینا لازم ہوا کہ بقول آپ کے یہودی شریعت مین عورت کیطرف سے نسب قایم نہین ہوسکتا یہی دلیل ہے اسپر کہ حضرت عیسیٰ بے باپ پیدا ہوئے تہے ورنہ انکا نسب بہی عورت کیطرف سے قایم نکیا جاتا اور اسیوجہہ سے قرآن مین عیسی ابن مریم فرمایا گیا حالانکہ محاورہ اسکے خلاف ہے یعنے ہر نام اوسکے باپ کے نام کیساتہہ مرقوم ہے اور یہہ بہی غور کرنا چاہیے کہ تمام قرآن مین کسی عورت کا نام کہین نہین ہے سوا حضرت مریم کے نام کے اور یہہ بہی قرآن مین نہ مذکور ہوتا اگر حضرت عیسیٰ باپ سے پیدا ہوتے پس خلاف عام محاورہ قرآنی کہ ہر نام اوسکے باپ کے نام کیساتہہ ہوتا ہے اور خلاف طریقہ اجتناب اسمار اناث جو حضرت عیسیٰ کا نام حضرت بی بی مریم کے نام کیساتہہ قران مین مذکور ہوا اس سے زیادہ ثبوت حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونیکا اور کیا چاہیے اور تنقیح البیان کے صفحہ ۱۲۳ مین بہی اسکا ذکر ملاحظہ کیجئے

(صفحہ ایضاً) قولہ کیتہو سیکلوپیڈیا مین لکہا ہے کہ یوسیبیس جو قدیمی مورخ ہے گو حضرت عیسیٰ کے نام پر اوسنے طول طویل بحث کی ہے مگر اوسکے بیان سے اور نیز متی اور لوک کی انجیلون سے مریم کی پیدائش اور نسب پر کوئی نئی روشنی نہین پڑتی ابنی جو مریم کی مان بیان کی گئی ہین اونکی نسبت جسقدر قصے ہین وہ محض افسانی ہین اور

اونکا کچہہ ثبوت وشہادت نہین ہے انجیل لوک باب ا ورس ۶ و ۷ ۳ سے پایا جاتا ہے
کہ حضرت مریم حضرت زکریا کی بیوی الیشبع کے رشتہ دار تہین اور الیشبع ہارون کی بیٹی تہین
مگر نہ یہہ معلوم ہے کہ مریم و الیشبع مین کیا رشتہ تہا اور نہ یہہ معلوم ہے کہ ہارون کسکے اولاد
مین تہے قرآن مجید مین حضرت مریم کے باپ کا نام عمران لکہا ہے اسپر استدلال کرنیسے
بہی داؤد کی نسل سے حضرت مریم کا ہونا ثابت نہین ہو سکتا ہے الخ **ج** حضرت مریمؑ
کا داود کی نسل مین ہونا تو بخوبی ثابت ہوچکا ہے اور شاہ عبد القادر صاحب نے لکہا ہے
کہ حضرت ذکریا کی بی بی حضرت مریمؑ کی خالہ تہین آل عمران رکوع ۴ کے حاشیہ مین
دیکہہ لو اور حضرت مریمؑ کی مان کا نام حنہ مفسرین اسلام نے لکہا ہے اذ قالت امرأت
عمران کی تفسیر حسینی وغیرہ مین دیکہہ لو انہین کا نام اپنی آپ نے بہی لکہا ہے جس سے
ثابت ہوا کہ صحیح وہی ہے یعنے حنہ یا حنا کہ یہہ عبرانی عورتون کی نام اکثر ہوتی تہے اور ہارون
و موسیٰ بنی لیوی اور پسران عمران تہی خروج ۶ باب مین انکا نسب نامہ موجود ہے پس اگر
آپ کو یہہ باتین معلوم نتہین تو کسی سے پوچہہ لیتے اپنی ہی معلومات پر تکیہ کرنیسے اسقدر توہمات
آپ کو لاحق ہوئی

(صفحہ ایضاً) قولہ عیسائی مفسر جبکہ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کی پیدا ہوئے تسلیم کرکر
نسل داؤد سے ثابت کرنیمین عاجز ہوئے تو اونہون نے کہا کہ سینٹ لوک کے انجیل مین جو
نسب نامہ یوسف کا لکہا ہے درحقیقت وہ مریم کا نسب نامہ ہے تاکہ مریم کا داؤد کی نسل سے
ہونا ثابت کرین دُو انجیلون مین حضرت عیسیٰ کی نسب نامے ہین متی کی انجیل مین حضرت عیسیٰ
کے باپ کا نام یوسف اور اونکی باپ کا نام یعقوب لکہا ہے اور لوک کی انجیل مین یوسف کی
باپ کا نام ہیلی لکہا ہے پہلا نسب نامہ بذریعہ سلیمان کے داؤد تک پہونچتا ہے اور دوسرا نسب نامہ
بذریعہ ناتان کے یہہ دونون نسب نامے بلاشبہہ مختلف ہین مگر عیسائی مفسر کہتے ہین جیسیکہ
تفسیر ہنری اسکاٹ مین مندرج ہے کہ یوسف نے ہیلی کی دختر سے یعنی حضرت مریم سے شادی
کی تہی اور شاید اوسنے یوسف کو متبنی بیٹا بہی کیا تہا اور یوسف ہیلی کا بیٹا کہلاتا تہا اور یہودیون
مین رواج تہا کہ نسبنامون مین صرف مردون کا نام لکہتے تہے نہ عورتون کا اسلئے سینٹ
لوک نے اوس نسب نامہ مین جو درحقیقت مریم کا ہے بجائے مریم کے یوسف کا نام لکہدیا ہے
اس بیان پر بعض عیسائی علمار نے یہہ اعتراض کیا ہے کہ یہہ نسب نامہ داؤد تک بذریعہ

ناتان کے پہونچتا ہے اور حضرت مسیح کا بذریعہ سلیمان کے داؤد کی نسل مین ہونا چاہئے اسکا
جواب یہہ دیا گیا ہے کہ یہہ کہین نہین لکہا ہے کہ حضرت عیسیٰ سلیمان کی اولاد مین ہونیوالے تہے
بلکہ صرف یہہ بیان ہوا ہے کہ وہ داؤد کے بیٹے اور یشی کی نسل سے ہونگے اور سلیمان
بطور ایک عمدہ نمونہ حضرت مسیح کے بیان ہوئے ہین الخ **ج** یہہ مہمل قصہ نصرانی
علما کو سنانا چاہئے

(صفحہ ۲۶) قولہ اگر یہہ بات فرض بہی کرلیجائے کہ اس پچھلے نسب نامہ مین بجائے
حضرت مریم کے یوسف کا نام لکہا گیا ہے اور یہہ بہی فرض کرلیا جاوے کہ یوسف ہیلی کے
متبنیٰ اور داماد تہے اور یہہ بہی فرض کیا جاوے کہ حضرت عیسیٰ کا سلیمان کے ذریعہ سے
داؤد کی اولاد مین ہونا کچہہ ضرور نہ تہا تو بہی اسبات کا جواب نہین ہو سکتا کہ یہودی شریعت
مین مان کیطرف سے نسب نہ معتبر کیا جاتا تہا اور نہ بیان کیا جاتا تہا یہانتک کہ عورتون کا نام بہی
نسب نامون مین داخل نہوتا تہا پس حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت جو پیشین گوئی تہی کہ وہ
داؤد کی نسل مین سے ہونگے کسیطرح مان کیطرف منسوب نہین ہو سکتی بلکہ موجب اوس
پیشین گوئی کے ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح ایسی باپ کی اولاد ہون جو داؤد کی نسل سے
ہو الخ **ج** حضرت عیسیٰ مسیح ایسے مان کی اولاد تہے جسکا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت
ہوچکا ہے باقی آپ کی اور طول کلام کا جواب عیسائی علمار پر واجب ہے اور بیسیون
عورتون کے نام نسب نامون مین موجود ہین متی کی شروع مین دیکہہ لو اور توریت
مین کے ہر نسب نامہ کو بہی دیکہہ لو مگر سلسلہ مین کسی عورت کا نام کسی یہودی یا غیر یہودی نسب نامہ
مین اسوجہہ سے نہین ہوتا ہے کہ مان اور باپ دونون کے ہوتے فقط مان کا نام کوئی
نہین لکہتا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ پادری رچارڈ واٹسن نی تفسیر انجیل لوک مین لکہا ہے کہ یہہ
عام یقین تہا کہ حضرت عیسیٰ یوسف کی بیٹے ہین اور اونکا معجزہ کی طور سے پیدا ہونا مشہور
نہین کیا گیا تہا بلکہ یوسف اور مریم کے دلون ہی مین مخفی تہا یہہ معلوم نہین ہوتا کہ یہہ بات
کب پہلی پہل ظاہر کی گئی چونکہ انجیل کے حالات مین اسپر کچہہ اشارہ نہین پایا جاتا اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بات حواریون کو بہی ظاہر نہین کی گئی تہی اسلئے وہ اور نیز اور
بہی اونکو یوسف اور مریم کا بیٹا سمجہتے تہے اور یہہ امر منجملہ اون امور کے تہا جنکو مریم نے

خدا کی ہدایت سے حضرت عیسیٰؑ کی مردون سے جی اوٹھنے کے بعد تک اپنی دلین چھپا رکھا اگر پیشتر سے یہہ بات مشہور ہو جاتے تو حضرت عیسیٰ کی تبلیغ رسالت کے بعد لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتین اونسی پوچھا کرتے — اور جبکہ اسقدر اختلاف رائے عیسیٰ کی نسبت اونکی دشمنون مین ہوتا تو مریم کو خطرہ پہونچنے کا اندیشہ تہا کم سے کم یہہ ہوتا کہ وہ بہت دقت اور تکلیف مین مبتلا ہو جاتین ان امور کے لحاظ سے ظن قوی ہوتا ہے کہ یہہ بات حضرت عیسیٰ کی زندگی بہر کسیکو معلوم نہین ہوئی تہی مگر سینٹ لوک کے اس فقرے سے کہ جیسا کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تہا یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح یہہ امر منجملہ ان باتون کے تہا جو پہلے پہل معلوم ہوگئی تہین اور بغیر کسی شبہہ کے وہ مان لیا گیا تہا اور اسیوجہہ سے یہہ بات انجیل متی اور انجیل لوک مین داخل ہوئی ہے الخ **ج**

اس سے آپ یہہ ثابت کیا چاہتے ہین کہ ابتدا مین سب لوگ بلکہ حواری بہی حضرت عیسیٰؑ کو ماں باپ دونون سے پیدا ہوا جانتے تہے اور حضرت عیسیٰ کی پیدایش اسطرح آپ ثابت کیا چاہتے ہین کہ وہ نعوذ باللہ بطریق جائز پیدا ہوئی تہی اسیلئے آپ فرماتے ہین کہ اگر یہہ بات ظاہر ہو جاتی تو لوگ حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتین اونسے پوچھا کرتے الخ پس آپ کی نظر مین صحیح وہی ہے جو قرن اول کی معلومات تہی یعنے حضرت عیسیٰ کا ماں باپ دونون سے پیدا ہونا اور وہ بہی اسطرح کہ اگر یہہ بات مشہور ہو جاتی تو حضرت عیسیٰ کی تبلیغ رسالت کے بعد لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتین اونسے پوچھا کرتے مگر یہہ ساری مینا کاری آپ کی بیوقوفون کیلئے سبز باغ ہے انجیل لوقا کے اوس فقرہ کا کہ جیسا کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تہا یہہ مطلب نہین کہ ازروئے تحقیق سب لوگ ایسا ہی جانتے تہے بلکہ خیال کیا جاتا تہا یعنے بظاہر ایسا دیکھنے والونکو معلوم ہوتا تہا بوجہہ یوسف کے پاس پرورش اور تربیت پانیکے کیونکہ تیس برس کے طولانی مدت تک حضرت عیسیٰؑ کا گمنام رہنا خصوصاً یوسف و مریم کی نہایت غریبی و مسکینی کیحالت مین اور یہودی دار السلطنت سے بہت دور اور نفرتی دیہات مین رہنا جو غیر قومونکا کہلاتا تہا یعنے یہودی اوس گانو کو اپنے ملک کی شرافت سے خارج جانتے تہے (یوحنا ۷ باب ۵۲ متی ۴ باب ۱۵) اور آخر کو یہودیون کی غایت درجہ حسد کے سبب کیونکہ یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن مین عزت نہین پاتا

(یوحنا ۴ باب ۴۴) حضرت عیسیٰؑ کا وہ چرچا جو ابتدائے زمانہ ولادت مین تہا ویسا نرہا تہا نہ یہہ کہ حضرت عیسیٰؑ کا ماں باپ دونون سے پیدا ہونا محقق ہوگیا اور یہہ قول آپکا کہ یہہ بات حواریون کو بہی ظاہر نہین کی گئی تہی محض مکر کی بات ہے اگر حواری نہین جانتے تہے تو انجیلون مین اونکے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بے پدر کا ذکر لکہا ہے اور حضرت عیسیٰ نے بہی بار بار سب کو اس سے آگاہ کیا تہا کہ مین اور سب انسانون کیطرح نہین ہون یسوع ہیکل مین تعلیم دیتے ہوئے یون پکارا کہ تم مجہے پہچانتے اور جانتے ہو کہ مین کہا نکا ہون اور مین آپ سے نہین آیا ہون مگر میرا بہیجنے والا سچا ہے جسے تم واقف نہین ہو مین اوسے جانتا ہون اسلئے کہ مین اوسکی طرف سے ہون اور اوسنے مجہے بہیجا ہے (یوحنا ۷ باب ۲۸ و ۲۹) مین اوس بزرگی کو جو انسان کیطرف سے ہوتی منظور نہین کرتا — مین اپنے باپ کے نام سے آیا ہون (یوحنا ۵ باب ۴۱ و ۴۳) پہر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ زندگی کی روٹی مین ہون (یوحنا ۶ باب ۴۸) اور لکہا ہے کہ انسان صرف روٹی سے نہین بلکہ خدا کے کلام سے جیتا ہے (متی ۴ باب ۴) پس کلمۃ اللہ نے جو خود کو زندگی کی روٹی فرمایا اسی کلام کیطرف اشارہ ہے اور اسیکا ذکر یوحنا ۱ باب ۱۴ مین ہے کہ کلام مجسم ہوا اور حضرت عیسیٰؑ نے بہی اپنے کلمۃ اللہ ہونے پر گواہی دی کہ تم اوسکا کلام اپنے دلون مین نہین رکہتے کیونکہ مجہہ پر ایمان نہین لاتے (یوحنا ۵ باب ۳۸) اور گلتیون کے ۴ باب ۴ مین ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے کو بہیجا جو عورت سے پیدا ہوکر شریعت کا تابع ہوا اور اول طمطاوس ۳ باب ۱۶ مین ہے وہ کہ جسم مین ظاہر ہوا الخ انتہیٰ یعنے کلام مجسم ہوا پس حواری کیون نہین یہہ باتین جانتے تہے لیکن کیا ساری تعلیمات کو چہوڑ کر اسیکو اپنا تکیہ کلام کر لیتے تب آپکو معلوم ہوتا کہ حواری بہی جانتے تہے

(صفحہ ۲۷) قولہ اس بات کو خود حواری حضرت عیسیٰ کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہین کہ حضرت مریم کا خطبہ یوسف سے ہوا تہا یہودیون کی ہان خطبہ کا یہہ دستور تہا جیسے کہ کیٹو سیکلو پیڈیا مین لکہا ہے کہ شوہر و زوجہ مین اقرار ہو جاتا تہا کہ اسقدر میعاد کے بعد تک شادی کرینگے — یہہ معاہدے حقیقت مین عقد نکاح تہی الخ **ج** یہہ کوئی بہی عقد نکاح تہا کیا منگنی اور نکاح مین کچہہ فرق ہی نہین ہے اور کہین بے مہر بہی نکاح ہو جاتا ہے یہودیون مین نکاح اوسیوقت ہوتا تہا جب مہر باندہا جائے (خروج ۲۲ باب ۱۶) اور خطبہ بہی

نکاح کیوقت پڑہا جاتا تہا نہ یہہ کہ منگنی کیوقت اور انجیل مین صاف لکہا ہے کہ جب اوسکی
مان مریم کی منگنی یوسف کے ساتہہ ہوئی اونکے اکہٹے آنیسے پیشتر وہ روح القدس سے حاملہ
پائی گئی (متی ۱ باب ۱۸) اب آپ کو چاہئے کہ اکہٹے آنیسے پیشتر کے معنے کسی سے دریافت
کیجیے کیونکہ یہہ ایکہی لفظ آپ کی ساری خرافات باطل کرنیکے لئے کافی ہے اور کیتہو سائیکلوپیڈیا
سے آپ نے نکاح کا شائبہ بہی ثابت نہین کر پایا بہر اپنی قابلیت دکہلانیکے لئے خواہی
نخواہی ایسی عبارتین نقل کر دینیسے کیا فائدہ ہے سوا اسکے کہ لوگ دہوکے مین آکر آپکو
بڑا محقق جانین

(صفحہ ایضاً) قولہ یہودیون کے ہان اس رسم کے ادا ہونیکے بعد مرد و عورت
باہم شوہر و زوجہ ہو جاتی تہی اور بجز اسکے کہ زوجہ اپنے شوہر کے گہر رہنے کو اوس
مدت کے بعد بہیجدی جاوے اور کوئی ایسی رسم جسپر جواز تزوج منحصر ہو عمل مین نہین آتی
تہی یہانتک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت کرنیکے اون دونون سے اولاد
پیدا ہو تو وہ ناجائز اولاد تصور نہین ہوتی تہی بلکہ بگناہ شرعی اولاد جائز تصور ہوتی تہی شاید
خلاف رسم بات ہونیسے معیوب گنی جاتی ہوگی اور دونون کو ایک شرم اور خجالت کا
باعث ہوئی ہوگی الخ **ج** یہہ اپنی کشمیریون کی رسم آپ نے بیان کی یا خاندان نبوت
کی نعوذ باللہ کہین فقط منگنی کے بعد بہی زن و شوی فراہم ہو سکتے ہین اور ایسی حالت مین
وہ اولاد حرامی ہوگی یا حلالی آپ کو نہ یہودیون کی شرایع سے کچہہ واقفیت ہے اور نہ
مسلمانون کے شریف اور متشرع خاندانون سے یہودیون مین دستور تہا اور اب
بہی اونمین یہی دستور ہے کہ اگر منگنی کے بعد کچہہ فریقین مین ناراضی ہو تو بے تامل دوسری
جگہہ تجویز کر لیتے ہین مگر نکاح کے بعد بے اطلاع قاضیون کے نہین چہوڑ کر سکتے تہے
پس اگر منگنی کے بعد اولاد پیدا ہونا بے عیب شرعی ہوتا تو نکاح کیلئے پہر کیا بات باقی رہتی
تہی اور جبکہ منگنی کے بعد اولاد شرعی ہوگی تو شرم و خجالت کا اوسمین کیا محل ہے بقول شخصے
شرع مین شرم کیا ہے لیکن کاش کہ خانصاحب بہادر کو ایسے ناپاک اور بیہودہ باتین بکتے ہوے
تہوڑی بہی شرم و خجالت ہوتی تو یوسف و مریم کی شرم و خجالت کا لفظ زبان پر لاتے بڑا
وبال آپ نے اپنی گردن پر لیا ہے اور جبکہ میری آگے آپ اپنے دہریہ پن کے ایک بات
بہی ثابت نہین کر سکتے تو قیامت کے دن حضرت بی بی مریم کے اوسنے معارضہ کی کیا

معذرت کر سکوگے

(صفحہ ۲۸) قولہ امر مذکورہ کا ثبوت کیتہو سیکلوپیڈیا سے بہی ظاہر ہوتا ہے
اوسمین لکہا ہے کہ جب یہہ معاہدہ شادی کا یہودیون مین ہو جاتا تہا تو زن و مرد ایک
دوسرے کو دیکہنے کے مجاز ہوتے تہے جسکی اونکو پہلی اجازت نہین ہوتی تہی اوسی کتاب
مین لکہا ہے کہ ایک نسبت شدہ باکرہ کی بطن سے خدا نے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے
مین یہہ حکمتین رکہی تہین اول یہہ کہ اونپر غیر مشروع اولاد ہونیکا طعنہ عاید نہو دوم یہہ کہ اونکے
والدین موافق یہودی شریعت کے سزا کی مستوجب نہون سوم یہہ کہ یوسف کے نسب نامہ سے
جنکے رشتہ دار مریم تہین مریم کا نسب نامہ ظاہر ہو جاوے چہارم یہہ کہ حضرت مسیح کا ایام طفولیت
مین کوئی مربی اور سرپرست ہو ان تمام بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیون مین اسطرح
نسبت کے بعد اولاد کا پیدا ہونا شرعاً ناجائز نہتا یہی وجہہ ہے کہ یہودیون نے نعوذ باللہ حضرت
مریم پر جو بہتان باندہا تہا وہ یوسف کیساتہہ نہین باندہا تہا بلکہ پنتہرا نامی کیساتہہ منسوب کیا تہا
کیونکہ یوسف اونکے شرعی شوہر ہو چکے تہے الخ **ج** یہہ بہتان جبکہ غیر یوسف کے ساتہہ
باندہا گیا تہا تو ثابت ہوا کہ وہ حضرت مریم کے عقد سے پیشتر کا زمانہ قرار پائیگا کیونکہ بقول
آپ کے منگنی کے بعد تو یوسف شرعی شوہر ہو چکے تہے اسوجہہ سے منگنی یا عقد مریم کے بعد
تو یہہ بہتان ہو نہین سکتا تہا پس آپہی کے قول سے حضرت عیسیٰ کا تولد بے علاقہ یوسف
ثابت ہوا یا نہین اور جبکہ آپ بہی اوسے محض بہتان جانتے ہین تو لامحالہ حضرت عیسیٰ کا
تولد محض روح القدس کی تائید سے ثابت ہوا کیونکہ اوسوقت یوسف کی اولاد کسیطرح
ثابت نہین ہو سکتی ہے اور کیتہو سائیکلوپیڈیا کا جو بار بار آپ حوالہ دیتے ہین خدا جانے اوس
مین کیا لکہا ہوگا اور آپ کیا سمجہے کیونکہ نور افشان لدیانہ مطبوعہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۱ء نمبر ۴۱
جلد ۹ صفحہ ۳۲۵ کالم ۲ باہتمام پادری ویری صاحب مین لکہا ہے کہ آپکو انگریزی مین
برازون کا سا دخل ہے انتہے پہر یہہ کہ سید صاحب علوم انگریزی سے ناآشنا محض ہین اتنے
اور باوجود اسکے بہی اوس کتاب سے جو کچہہ آپ نے لکہا ہے اوسمین کا ایک لفظ بہی آپکے
دعوے کا موید نہین ہے اور نہ وہ چارون دلیلین صحیح ہین کیونکہ اونمین سے اول یہہ ہے کہ
اونپر غیر مشروع اولاد ہونیکا طعنہ نہ عاید ہو مگر آپ ہی اسکے بعد لکہتے ہین کہ یہودیون نے
یہہ بہتان باندہا تہا پس یہہ طعنہ تو عاید ہوا اور اس سے حفاظت کب ہو سکی حالانکہ مشروع

اولادبہی اوسے کہتے ہین جو ظاہر شریعت کیموافق ہان باپ دونون سے پیدا ہوا اور حضرت
بی بی مریمؑ کا تقدس اس سے بدرجہ غایت اعلی و افضل تہا آپ بڑی سخن سازی کرکے
حضرت عیسیٰ کو اولاد شروع بار بار لکہتے ہین حالانکہ یہہ حضرت عیسیٰ کی صریح تحقیر اور اصالت
ذات روح اللّہی کی سراسر توہین ہے خدا مقدسون کو آپ کی تعریف سے بہی بچاے کہ در حقیقت
وہ اونکی ہجو ملیح ہوتی ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ پس کوئی وجہ اسبات کے خیال کرنیکی نہین ہے کہ یوسف
فی الواقع حضرت مسیح کے باپ تہے الخ **ج** پس کوئی وجہ اسبات کے خیال کرنیکی
نہین ہے کہ خانصاحب بہادر فی الواقع عقل سلیم اور درک صحیح سے بیگانہ نہین ہین

(صفحہ ایضاً) قولہ متی کی انجیل مین جو یہہ لکہا ہے کہ یوسف نے جب دیکہا
کہ حضرت مریم حاملہ ہین تو اونکی چہوڑ دینے کا ارادہ کیا اگر یہہ بیان تسلیم کیا جاوے تو اوسکا
سبب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حاملہ ہوجانیسے یوسف کو رنج و خجالت
ہوئی ہوگی جسکے سبب سے ایسا خیال ہوا ہوگا مگر جو کہ فی الحقیقت وہ پاک حمل تہا اور جو
کچہہ حضرت مریم کے پیٹ مین تہا وہ روح القدس اور کلمۃ اللہ تہا یوسف نے خواہ خود ہی خواہ
رب ہی خواب کی تائید پر جیسا کہ ذکر سینٹ متی کی انجیل مین ہے وہ خیال چہوڑ دیا الخ
ج اگر ماں باپ دونون سے پیدا ہوا ہی روح القدس سے ہی اور کلمۃ اللہ ہے تو
آپ بہی باوجود ماں باپ دونون سے پیدا ہونیکے کیون کلمۃ اللہ نہ بنگئے

(صفحہ ایضاً) قولہ اگرچہ ان چارون مروج انجیلون کے زمانہ تالیف مین نہایت بہت
اختلاف ہے مگر جو زمانہ کہ علمار عیسائی نے قریب صحت کے تسلیم کیا ہے اوسکی رو سے پایا
جاتا ہے کہ متی کی انجیل حضرت عیسیٰ کی بعد دوسرے یا تیسرے سال مین اور لوک کی انجیل
اکتیسوین[۳۱] یا بتیسوین[۳۲] سال مین اور یوحنا کی انجیل اٹہتیسوین[۳۸] یا چونسٹہوین[۶۴] سال اور مارک
کی انجیل اسکی بہی بہت دنون بعد تحریر ہوئی تہی مگر متی کی انجیل کے نسبت بخوبی ثابت ہی
کہ وہ در اصل عبرانی مین لکہی گئی اور موجودہ یونانی انجیل اوسکا ترجمہ ہے جسکے مترجم کا نام
اور زمانہ ترجمہ ابتک تحقیق نہین ہوا پس متی کے موجودہ یونانی انجیل بہی قدیم نہین ہے
بلکہ اخیر زمانہ کی لکہی ہوئی ہے الخ **ج** باوجودیکہ میری کتابین رد نصاری مین کثرت سے
آپ کے ملاحظہ مین گزری ہین جنسے باسانی ہر بات دریافت ہو گئی ہوگی تب بہی ابتک

آپ کو یہہ عام باتین بہی صحت کیساتہہ بیان کرنیکی مہارت نہوئی کمال افسوس کا مقام ہے
متی کی عبرانی انجیل کو جن لوگون نے قدیم تر زمانہ کی تصنیف قرار دیا ہے حضرت عیسیٰ سے چہہ برس
بعد کی تصنیف لکہا ہے اور دوسری اور تیسری سال اوسکا تصنیف ہونا تو ہرگز کبہی کسیکی
خیال مین بہی نہین آیا اسیطرح سب انجیلون کی سال تصنیف مین آپکا محض بے ٹہکانی
بیان ہے چونکہ مین یہہ کتاب رد نصاری مین نہین لکہتا ہون اسلیئے یہان اس بحث
کا سیری نظر مین موقع نہین ہے مگر انجیل یوحنا کے باب مین تو آپ نے اندہیر ہی کر دیا جو
اوسے علاوہ غلطی سال تصنیف کے انجیل مرقس سے مقدم رکہا کوئی بہی نصرانی عالم
اسکے خلاف نہین ہے کہ یوحنا کی انجیل سب انجیلون کے بعد تصنیف ہوی ہے یعنی
مرقس کی انجیل سنہ ۶۱ء مین اور انجیل یوحنا سنہ ۹۸ء مین تصنیف ہوئی تہی جبکہ ایسی عام
باتون تک مین آپ کی حافظہ کا یہہ حال ہے تو اور مطالب کے معلومات کو اسی پر
قیاس کرلینا چاہیئے

(صفحہ ۲۹) قولہ یہہ تمام انجیلین اور حواریون کے نامی اور اعمال حوارن انجیلون
کے اخیر مین شامل ہین یونانی زبان مین لکہی گئی ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ کتابین
عیسائی مذہب کو اون ملکون مین رواج دینے کے لئے لکہی گئی تہین جہان یونانی زبان
مروج تہی اور جہان کے لوگ زیادہ تر یونانیون کیسے خیالات رکہتے تہے الخ **ج** یہہ بہی
بالکل صحیح نہین ہے مرقس کی انجیل روم مین تصنیف ہوئی جہان کوئی بہی یونانی نتہا اور
اسیلئے وہ لاطینی زبان مین تصنیف ہوئی ہی اور نامہ عبرانیان عبرانی زبان مین تہا اور متی
کی انجیل کو تو آپ ہی فرماتے ہین کہ وہ عبرانی مین تہی پہر یہہ قول آپکا کب صحیح رہا کہ
یہہ کتابین عیسائی مذہب کو اون ملکون مین رواج دینے کے لئے لکہی گئی تہین جہان
یونانی زبان مروج تہی انتہے کیونکہ متی نے فارس مین اپنی عمر بسر کی وہان یونانی زبان
کب مروج تہی اور دو حواری حضرت عیسیٰ کی یعنی تہوما و برطالمی ہندوستان مین آئے
یہان یونانی زبان کب مروج تہی یہانتک کہ پہلی جماعت عیسائیون کی انطاکیہ مین قایم ہوئے
جو شام کے ملک مین ہے وہان بہی یونانی زبان کا رواج نتہا

(صفحہ ایضاً) قولہ یونانیون مین ایک عام خیال تہا کہ نہایت مقدس اور بزرگ
شخص کو خدا کا بیٹا کہتے تہے ہرکیولیس ڈیلس کورہی رامولس فیثاغورث افلاطون ان

سب کو یونانی خدا کا بیٹا کہتے تہے اور افلاطون کے حمل کے قصہ کو مثل قصہ حمل حضرت
عیسیٰ بیان کرتے تہے غرضکہ جب حواریون کو یونانی زبان کے ذریعہ سے دین عیسوی
کا پہیلانا مدنظر ہوا تو حضرت عیسیٰ کو ایسے بزرگ لقب سے ملقب کرنا پڑا ہوگا جو اون
لوگون کے خیالات سے مناسب تہا جنکے لئے وہ انجیلین لکہی گئی تہین اسلئے ہمارے نزدیک
وہ انجیلین حضرت عیسیٰ کی ولادت کی نسبت اون خالص خیالات کے ظاہر ہونیکا ذریعہ
نہین ہو سکتین جو حضرت عیسیٰ کے زمانہ مین اور ان انجیلون کے تحریر ہونیسے پیشتر
تہی باانہمہ ہم انہین انجیلون مین متعدد جگہہ پاتی ہین کہ یوسف کو حضرت مریم کا شوہر
اور حضرت مسیح کو اونکے باپ یوسف کا بیٹا تسلیم کیا ہے الخ **ج** آپ کی ان ساری
باتون کی کوئی سند بہی تو تحریر ہوا کرے اور بغیر اسکے کیا معلوم کہ آپ سچ کہہ رہے یا
جہوٹہہ مثلاً افلاطون کے حمل کے قصہ کو آپ مثل قصہ حمل حضرت مسیح فرماتے ہین اب
ہم کیونکر جانین کہ اسکی صحت کہا تک ہے آپ کی غرض یہہ ہے کہ جسطرح وہ قصہ حمل افلاطون
جہوٹہہ تہا اسیطرح یہہ قصہ حمل حضرت مسیح بہی جہوٹہہ ہے یا یہہ کہ جسطرح وہ قصہ حمل افلاطون
ناجایز طور پر تہا کیونکہ اوسکے پاکی اور راستی کا کوئی الہامی ثبوت نہین ہے اسیطرح یہہ
قصہ حضرت مریم بہی سمجہنا چاہئے یہہ آپکا محض ملحدانہ گمان ہے اور ہمین نے اپنی بے لیاقتی
کے سبب کسی یونانی تواریخ مین یہہ ذکر نہین دیکہا ہے سوا اسکے کہ افلاطون کا باپ جو شہر
اثینیہ کا تہا جو دار الخلافہ ملک یونان ہے اگرچہ افلاطون خود کسی اور جزیرہ مین ۴۳۰ برس
قبل پیدایش حضرت عیسیٰ کے پیدا ہوا تہا کہتے ہین کہ افلاطون بادشاہ کودرس کے جو آخیر
بادشاہ اثینیہ کا تہا اولاد مین سے تہا جیسا کہ یونان کی تواریخون سے ثابت ہے اور کلاسکل
ڈکشنری مولفہ طامس برون ال ال ڈی مطبوعہ لندن ۱۸۰۶ء صفحہ ۳۸۵ کالم ۲ مین افلاطون
کے باپ کا نام ارسٹن اور مان پرکٹونیا دیکہہ لیجئے اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ یونانیون
کے خیالات کے مطابق یہہ انجیلین لکہی گئین اسلئے حضرت عیسیٰ کی ولادت کی نسبت اون
خالص خیالات کے ظاہر ہونیکا ذریعہ نہین ہو سکتین جو حضرت عیسیٰ کے زمانہ مین اور ان
انجیلون کے لکہے جانیسے پیشتر تہے مطلب یہہ کہ انجیلون مین یونانیون کو دہوکا دینے کیلئے
یہہ باتین کہ مسیح خدا بیٹا اور وہ بے باپ پیدا ہوا وغیرہ لکہہ دی ہین اور اونکی اصل
کچہہ نہین ہے اور یہین سے الہام اور وحی سب نداردہ ہو گیا فقط چالاکون کے یہہ جعلی

کتابین ثابت ہو گئین اب اگر ان باتون کا جواب بہی ہمین لکہین تو بہ سیکڑون پادری
ہندوستان مین کسلئے ہین اگر سب پادری ملکر اقرار کرین کہ ان باتون کا جواب لکہنے
مین ہم سب عاجز ہین تو ناچار پہر مجہے کو تکلیف کرنی پڑیگی

(صفحہ ایضاً) قولہ انجیل متی باب ۱ ورس ۱۶ مین لکہا ہے کہ یوسف مریم کا
شوہر تہا بعض لوگ کہتے ہین کہ متی کی انجیل مین حضرت عیسیٰ کی نسب نامہ مین اور ون
کی نسبت یونانی لفظ اجن نسی بیامی معروف استعمال ہوا ہے جس سے خاص باپ کا
بیٹا ہونا پایا جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ کے نسبت یونانی لفظ جیان آیا ہے جس سے اوس
کے معنے یہہ ہوتے ہین کہ یعقوب سے پیدا ہوا یوسف شوہر مریم جس سے عیسیٰ پیدا ہوا اگر
ویطسطین نے یونانی زبان کی سند پر ثابت کیا ہے کہ جیان کا لفظ بہی مان اور باپ
دونون سے پیدا ہونے پر بولا جاتا ہے معہذا اس تغیر کا سبب یہی خیالات ہین جو
یونانیون مین مذہب عیسوی پہیلانے کی بنا پر پیدا ہوئی تہی الخ **ج** ان باتونکا
بہی ثبوت کسی معتبر یا غیر معتبر تصنیف کے حوالہ سے آپ نے نہین دیا ہے پہر اسکا کیا اعتبار ہے
باوجود اسکے آپہی فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ مین اجن نسی کا لفظ اورون
کی نسبت استعمال ہوا ہے جس سے خاص باپ کا بیٹا ہونا پایا جاتا ہے پس اس لفظ سے تو
حضرت عیسیٰ کو کچہہ علاقہ نہین ہے اور حضرت عیسیٰ کی نسبت یونانی لفظ جیان آیا ہے
جس سے فقط مان سے پیدا ہونا مراد ہے مگر ویطسطین نے یونانی زبان کے سند پر ثابت
کیا ہے کہ جیان کا لفظ بہی مان اور باپ دونون سے پیدا ہوئے پر بولا جاتا ہے پس قطع نظر
اسکے کہ ایک ویطسطین کی تحقیق خلاف جمہور کے جیسا کہ ہر ترجمہ انجیل سے ثابت ہے
قابل اعتبار نہین ہے ہر لغت یونانی مین دیکہہ لینا چاہئے کہ وہ لفظ کبہی مان و باپ
دونون سے پیدا ہوئے پر دلالت نہین کرتا لیکن آپہی کے قول سے بہی اسکی تنقیح ہو سکتی
ہے کہ جب اوس نسب نامہ مین چالیس سے زیادہ نامون کیساتہہ لفظ اجن نسی مرقوم ہے
جسکے معنے مان و باپ دونون سے پیدا ہوا تو وہین ایک نام حضرت عیسیٰ کیساتہہ لفظ
جیان لکہنے کی وجہہ کیا تہی سوا اسکے کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت کو اور سب مان و باپ
دونون سے پیدا ہوئے لوگون کے موافق نسمجہین قطع نظر اسکے آپ کو تو بالکل یونانی زبان
کی ہوا بہی نہین لگی ہے یہانتک کہ انگریزی بہی آپ ہزارون کیسی بول سکتے ہین

(دیکھو نور افشان ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۳۲۵) اسلئے لفظ جبان کو آپ نے
جبان لکھا ہے کیونکہ وہ جنس سے مشتق ہے جسکے معنے پیدائش

(صفحہ ایضاً) قولہ لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۳۳ ہے بموجب دو نسخون مین یہہ لفظ ہین تب یوسف اور اوسکی مان مگر اسمقام پر بہی اوسی خیال سے تغیر کیا ہے ڈاکٹر گریساخ کی صحیح اور مقابلہ کر کی چہاپی ہوئی انجیل مطبوعہ لیپسک ۱۸۰۵ء اور شندروف کی چہاپی ہوئی انجیل مطبوعہ ۱۸۴۹ء اور رومن ولگٹ کے ترجمہ انگریزی مین یوسف کا نام نہین ہے بلکہ اوسکا باپ اور اوسکی مان لکہا ہے اور ٹرڈولوٹپ کے یونانی انجیل کے شرح مین اسی کی تصحیح کی ہے جس سے یوسف کا پدر مسیح ہونا تسلیم ہوتا ہے لوک کی انجیل کی اسی باب کی ۴۳ ورس مین بہی قدیم نسخہ الکزندریانوس مین بہی گونیس کا لفظ ہی جسکے معنی والدین کے ہین الخ **ج** اسکا جواب پادریون کے ذمہ ہے کیونکہ یہہ بحث تحریفات انجیل سے متعلق ہے اور اس سے یہہ ثابت نہین کہ حضرت عیسیٰؑ مان و باپ دونون سے پیدا ہوئے تہے کیونکہ ابتدا سے آجتک کبہی اسمین اختلاف نہین ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئی تہی

(صفحہ ۳۰) قولہ لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۴۸ مین حضرت مریم نے حضرت عیسی سے کہا کہ دیکھہ تیرا باپ اور مین غمگین ہو کر تجہے ڈہونڈہتے تہے لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۲۷ و ۴۱ مین یوسف و مریم کو حضرت عیسیٰ کی مان باپ کہکر تعبیر کیا ہے الخ۔

ج یہہ عام محاورہ کے موافق دو ایک مقام پر کہا گیا ہے کیونکہ یوسف کے پاس حضرت عیسیٰؑ کی پرورش اور تربیت پانے اور نیز یوسف کا عقد مریم کیساتہہ ہونے سے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا تہا کہ وہ گویا حضرت عیسیٰؑ کا باپ ہے مگر ان سیدہی اور صاف باتون مین شاخین نکالنے والے وہی لوگ ہین جنکی عقل مین فتور اور عقیدہ مین فتور و عاقبت مین فتور ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ متی کی انجیل باب ۱۳ ورس ۵۵ مین لکہا ہے کہ لوگون نے حضرت عیسیٰ کی نسبت کہا کہ کیا یہہ بڑہی کا بیٹا نہین کیا اسکی مان مریم نہین کہلاتے اور انجیل یوحنا باب ۶ ورس ۴۲ مین ہے کہ لوگون نے حضرت مسیح کی نسبت یہہ کہا کہ کیا یہہ یسوع یوسف کا بیٹا جسکی مان باپ کو ہم پہچانتے مین نہین ہے الخ **ج** یہہ خیال خبث بہادر کے ہم عقیدہ لوگون کا کلام ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو از راہ تحقیر یوسف کا بیٹا کہتے تہے

کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کے بڑے دشمن تہے

(صفحہ ایضاً) قولہ انجیل یوحنا باب ۱ ورس ۴۵ مین لکہا ہے کہ فلپ نے نتہانیل کو کہا جسکا ذکر موسیٰ نے توریت مین اور نبیون نے کیا ہے ہمنے اوسے پایا ہے وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے اعمال حوارئین باب ۲ ورس ۳۰ مین پطرس حواری نے حضرت عیسیٰ کے داود کی نسل سے ہونے کے نسبت کہا کہ خدا نے اوس سے یعنے داؤد سے قسم کر کے کہا کہ مین تیرے تخت پر بیٹہنے کیلئے جسم کے طور پر تیری کمر سے مسیح کو پیدا کرونگا سینٹ پال نے اپنے خط موسومہ رومیان باب ۱ ورس ۳ مین لکہا ہے کہ وہ مسیح جسم کے حقمین داؤد کے تخم سے ہوا پر روح قدس کے حقمین جی اوٹہنے کی قوی دلیل سے خدا کا بیٹا ثابت ہوا ان تمام سندون سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ کے سب لوگ اور خود حواری ہی جانتے تہے اور یقین کرتے تہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے باپ یوسف کے تخم سے پیدا ہوئے ہین نہ کہ بغیر باپ کے مگر وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا روحانی اعتبار سے کہتے تہے اوسی خیال سے جس سے کہ یونانی اپنے ہان کے بزرگون کو خدا کا بیٹا کہتے تہے اور اس بات کو نہایت صفائی سے سینٹ پال نے اپنے خط کے مذکورہ بالا آیت مین بیان کیا ہے زمانہ کے گزرنے پر وہ خیال جس سے کہ حواریون نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا محو ہو گیا اور لوگ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجہنے لگے اور اوسے کیا تہہ یہہ قرار دیا کہ وہ بے باپ پیدا ہوئے تہے اور اونکی ضد سے یہودیون نے یہہ کہنا شروع کیا کہ نعوذ باللہ وہ ناجایز طور پر پیدا ہوئے تہے یہہ اتہام سلس نے جو تیسری صدی مین تہا کیا تہا اور ظاہرا یہہ وہ زمانہ ہے کہ جب عیسائیون کو اسباب مین کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہین اور بن باپ کے پیدا ہوئے ہین زیادہ تر غلو ہو گیا تہا الخ **ج** ان آیتون مین سے یوحنا باب ۱ ۴۵ مین اوس شخص کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو بیشتر مطلق نہین پہچانتا تہا اور اعمال ۲ باب ۳۰ و رومیون کے ا باب ۳ مین حضرت عیسیٰؑ کی خاندان حضرت داؤدؑ مین ہونیسے شرافت مذکور ہے اور اونکی مان و باپ دونون سے پیدا ہونیکا کچہہ بہی ذکر نہین ہے اور یونانیون کے محاورہ مین ہی بیٹے کا لفظ عیسائیون نے استعمال نہین کیا تہا کیونکہ بیشتر اوس سے کہ یونانیون کا دنیا مین وجود ہو توریت مین انبیاء علیہم السلام کی نسبت بیٹی کا لفظ موجود ہے جو حضرت نوحؑ سے بیشتر استعمال کیا

گیا تہا (پیدایش ۲ باب ۲) اور سلسس کا تیسری صدی مین یہہ اہتمام کرنا دلیل اسکی ہے کہ تیسری صدی تک آپہی کے قول سے حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیمین کسیکو شک نتہا اور جس بات پر ابتدا سے تین سو برسون تک سب کا اتفاق رہا ہو تو اوسکے بعد پہر شک کرنیوالا ہرگز قابل اعتبار نہوگا

(صفحہ ۱۳) قولہ قرآن مجید نے اسبات مین کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ پیدا ہوئے ہے کچہہ بحث نہین کی جب قرآن نازل ہوا اوسوقت دو فرقے مخالف موجود تہے ایک فرقہ نہایت نالایقی اور بدی سے یہہ کہتا تہا کہ حضرت مسیح بطور ناجایز مولود کے پیدا ہوئے ہین دوسرا فرقہ یہہ کہتا تہا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین قرآن مجید نے ان دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کردیا اور حضرت مسیح کی مقدس اور روح پاک ہونی پر اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت پر گواہی دہی اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین جہٹلا دیا اور بتلا دیا کہ وہ مثل اور انسانون کے خدا کی بندے ہین قرآن مجید مین یہہ کہین نہین بیان ہوا ہے کہ وہ بن باپ کر پیدا ہوئے تہے جہانتک کہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰؑ کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونیکا اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت کا اشارہ ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کرتے ہین ہمارا یہہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت مریم کی نسبت تہمت بد لگا دے وہ مسلمان نہین ہے الخ

ج یہہ خوب دانشمندی کی بات آپنے فرمائی کیونکہ حضرت مریمؑ پر تہمت بد لگانیوالا فی الحقیقت مسلمان نہین ہے یعنے اسلامی کسی فرقے کا یہہ مطلق عقیدہ نہین ہے لیکن نیچری فرقہ اس سے مستثنیٰ ہے جو خدا کا ہی قائل نہین اور انبیاء علیہم السلام کو بت پرست ثابت کرتا ہے جیسا کہ بیشتر ثابت کرچکا ہون پس جو فرقہ کہ پیغمبر وبکو بت پرست ثابت کرے وہ پیغمبر زادیون پر تہمت بد لگانیسے کب خوف کرسکتا ہے اسیلئے آپ نے فرمایا کہ وہ مسلمان نہین ہے اور یہہ نہین فرمایا کہ نیچری نہین ہے کیونکہ نیچری عقیدہ مین حرام وحلال کا امتیاز سراسر بیوقوفی ہے اور جس بات مین کچہہ نتیجہ پیدا ہو اونکے نزدیک از روئے عقل اوسے ناجایز ٹہرانیکی کوئی وجہہ نہین ہے پس ایسا حرام کہ جس سے اولاد پیدا ہو اوس سے اجتناب کرنیکی وجہہ کیا ہے بلکہ وہ حلال کہ جس سے کچہہ نتیجہ نہ ظاہر ہو یعنے کوئی اولاد نہ پیدا ہو البتہ فعل عبث ہے جو صریح ناجایز ہے کیونکہ حلال وحرام دونون کی علت غائی دہی ایک

بات یعنے اولاد پیدا ہونا ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ وہ مثل اور انسانون کے خدا کے بندے ہین قرآن مجید مین یہہ کہین نہین بیان ہوا ہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے الخ سبحان اللہ حضرت عیسیٰؑ مثل اور انسانون کے خدا کے بندے ہین خدا کے بندے تو سب رنڈی بہڑوے بہی ہوتے ہین اور انسان کے سوا اور نہین جانور کون کہتا ہے پس حضرت عیسیٰؑ کو ایسے انسانون سے کیا نسبت ہے ہان وہ سب انسانون کے موافق بہی نہین ہین کیونکہ وہ بلا باپ محض روح القدس کے وسیلہ سے پیدا ہوے تہے اور اس سے زیادہ قرآن مین اونکی بے باپ پیدا ہونیکی صراحت اور کیا ہوگی اور اونکے سوا وہ کون دوسرا موجود ہے جو مان باپ دونون سے پیدا ہونیکی باوجود روح القدس سے اور کلمۃ اللہ ہونیکا مستحق ٹہرا ہو پس قرآن مین ہر طرح کی قوی دلیلون سے یہی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ پیدا ہوئے تہے اور اونکی مان باپ دونون سے پیدا ہونیکا کہین اشارہ تک نہین ہے اسکے سوا آپ خود اقرار کرتے ہین کہ نزول قرآن کے وقت ایک فرقہ نہایت نالایقی سے یہہ کہتا تہا کہ حضرت عیسیٰؑ بطور ناجایز مولود کے پیدا ہوئے ہین اور دوسرا فرقہ یہہ کہتا تہا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین قرآن مجید نے دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کردیا الخ پس دونون فرقون کے قیاس کا نتیجہ واحد تہا یعنے حضرت عیسیٰؑ کا بے باپ پیدا ہونا کہ جسکے سبب ایک فرقہ کو یہہ گمان ہوا اور دوسرے کو وہ پس قرآن مجید نے دونون فرقون کے قیاس وگمان کی صلاح کردی جیسا کہ آپ بہی اقرار کرتے ہین کہ قرآن مجید نے دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کردیا نہ یہہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بے پدر کو رد کیا ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دونون فرقون کی تردید کچہہ بہی نہوتی یعنے اگر حضرت عیسیٰؑ کا مان باپ دونون سے پیدا ہونا ثابت کیا جاتا تو یہودیون کا الزام قایم رہتا کیونکہ ناجایز اولاد کو بہی وہ بے باپ کا نہین جانتے ہین اگرچہ وہ باپ ناجایز طور پر ہوتا ہے اور نصاریٰ کا عقیدہ بہی بحال رہتا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بے پدر کا رد اونکے خدائی کے ابطال پر دلیل نہوتا اور فقط مان سے پیدا ہوئے اولاد کو خدا جاننے والے مان باپ دونون سے پیدا ہوئی اولاد کو بہی خدا جان سکتے تہے پس خدا نے ان دونون فرقون کے عقیدہ کو رد کیا ہے نہ یہہ کہ حضرت عیسیٰ کے تولد بے پدر کو اور بقول آپ کے قرآن مجید نے ان دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کردیا اور حضرت مسیح کی مقدس اور روح پاک ہونے

پر اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت پر گواہی دیتا ہے اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین جھٹلا دیا ہے

(صفحہ ۲۳۲) قولہ سورہ ال عمران مین ہے کہ جب فرشتون نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ تجہکو خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے اوسکا نام ہوگا مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا رویت دار دنیا مین اور آخرت مین اور خدا کی مقربون سے اور کلام کریگا لوگون سے گہوارہ مین یعنے بچپنے مین اور بڑائی مین اور ہوگا نیکون مین سے مریم نے کہا اے پروردگار کہان سے ہوگا میری بیٹا اور نہین چہوا ہے مجہکو کسی آدمی نے خدا نے کہا یہی ہوگا اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جبکہ کوئی کام کرنا ٹہرا چکتا ہے تو اس کے سوا اور کچہہ نہین کہ اوسکو کہتا ہے کہ ہو پہر ہو جاتا ہے اور سورہ مریم مین ہے کہ پہر ہمنے بہیجا اوسکے یعنے مریم کے پاس اپنی روح کو پہر وہ بنگئے اوسکے لئے ٹہیک آدمی مریم نے کہا کہ بیشک مین تجہہ سے خدا کی پناہ مانگتے ہون اگر تو خدا سے ڈرتا ہے اوسنے کہا کہ مین تو صرف تیری خدا کا بہیجا ہوا ہون تاکہ تجہکو پاکیزہ لڑکا دون مریم نے کہا کہ کہان سے ہوگا میرے لڑکا اور نہین چہوا ہے مجہکو کسی آدمی نے اور نہ مین بدکار ہون اوسنے کہا یہی ہوگا تیرے پروردگار نے کہا ہے کہ وہ مجہپر آسان ہے اور ہم اوسکو لوگون کے لئے نشانی اور اپنی رحمت کرنا چاہتے ہین اور تہی یہہ بات ٹہیر چکے فرشتے کا حضرت مریم کو بیٹا ہونیکی بشارت دینا اور اونکا یہہ کہنا کہ مجہے مرد نے نہین چہوا ہے سینٹ لوک کی انجیل مین بہی مذکور ہے تمام یہودی یقین رکہتے تہے کہ ادنمین ایک مسیح پیدا ہونیوالا ہے جو یہودیون کے بادشاہت کو پہر قایم کریگا اسلئے یہودی اور یہودی عورتین بیٹا ہونیکی نہایت آرزو رکہتی تہین اور دعائین مانگتی اور عبادتین کرتی تہین کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو ایسی حالتون مین اونکا اس قسم کی خوابونکا دیکہنا یا بن بولنے والیکی آوازون کا سننا یا متخیلہ مین کسی مجسم شی کا دیکہلائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے بعض علما کا یہہ قول ہے کہ اس سورہ مین جو خطاب فرشتونکا حضرت مریم سے ہے وہ بطریق الہام اور روع فی النفث اور القار فی القلب کی ہے مگر مجہکو کچہہ شبہہ نہین جیسکہ سیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ امر بشارت جو اس سورہ مین اور سورہ مریم مین بیان ہوا ہے وہ ایک ہی واقعہ ہے اور رویا مین واقع ہوا تہا اور سینٹ متہیو کی انجیل سے بہی ایسا ہی مستنبط

ہوتا ہے کیونکہ بموجب اوس انجیل کی یوسف کو بہی اوس حمل کی خبر خواب مین بذریعہ فرشتہ کے دی گئی تہی الخ **ج** نہ یہودی عورتین کبہی اسلئے دعائین مانگتی تہین کہ مسیح ہمسے پیدا ہو اور نہ کبہی اسکے لئے عبادتین کرتی تہین کیونکہ یہہ کسکو معلوم تہا کہ سو برس مین یا ہزار برس مین مسیح پیدا ہوگا ایسے موہوم امید پر کس سے کوشش ہوسکتی ہے اسکے سوا یہودیون مین فقط حضرت عیسیٰؑ کی خبر نہتی بلکہ اور نبیون کا بہی اونہین انتظار تہا جیسے الیاس اور وہ نبی جسکا ذکر یوحنا ۱ باب ۱۹ - ۲۵ مین ہے پہر فقط حضرت عیسیٰؑ کیواسطے اونہین دعائین مانگنی کی کیا وجہہ تہی خاصکر حضرت مریمؑ کی اس قسم کی دعا مانگنے کا کسکو یقین ہو کہ ہنوز کسی مرد نے اونہین نہین چہوا تہا اور دعائین مانگنے لگین کہ مسیح ہمسے پیدا ہو اس جہوٹہہ کا بہی کہین ٹہکانا ہے اور عجیب یہہ ہے کہ فرشتے نے اونہین روح القدس کے وسیلہ بیٹا پیدا ہونیکی خبر دی تب بہی اونہون نے باور نکیا اور یہی کہا کہ انی یکون لی غلام ولم یمسنی بشر یعنے کہان سے ہوگا میرے لڑکا اور نہین چہوا ہے مجہکو کسی آدمی نے پہر کون یقین کرسکتا ہے کہ وہ دعائین مانگتے تہین کہ مسیح ہمسے پیدا ہو کیا کوئی کنواری لڑکی بہی ایسی تمنا کرسکتی ہے خاصۃً وہ جسکی پاکدامنی انتہا درجے کے ہو لیکن یہہ تمہید آپنے اسلئے کی تاکہ فرشتہ سے باتین کرنا حضرت بی بی مریم کا محض واہمہ ثابت کرین یعنے یہہ خیال لڑکا پیدا ہونیکا ایسا اونکے دلمین ترقی کر گیا تہا کہ یہی اونکا خیال مجسم ہوکر اونہین دیکہائی دیا اور بغیر بولنے والیکے آوازین اونہون نے سنین اور فرشتہ وغیرہ درحقیقت کچہہ نہ تہا چنانچہ آپ فرماتی ہین کہ ایسے حالتون مین اونکا اس قسم کے خوابون کا دیکہنا یا بن بولنے والے کے آوازون کا سننا یا متخیلہ مین کسی مجسم شے کا دیکہائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضاے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے الخ پس معلوم نہین کہ خانصاحب بہادر یہہ اپنے خلل دماغ کو ظاہر کر رہے ہین یا حضرت بی بی مریمؑ کی اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ امر بشارت جو اس سورہ مین اور سورہ مریم مین بیان ہوا ہے وہ ایکہی واقعہ ہے اور رویا مین واقع ہوا تہا الخ حالانکہ سورہ مریم مین حقتعالے فرماتا ہے فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا یعنے پہر ہمنے بہیجا اوسکے (یعنے مریم کے) پاس اپنی روح کو پہر وہ بنگئی اوسکے لئے ٹہیک آدمی اب یہہ آپہی کا ترجمہ کیا ہوا ہے اب فرمائی کہ رویا کی اسمین کونسی علامت ہے اور کس سیاق کلام سے یہہ رویا ثابت ہوتا ہے

اسکے ثبوت مین آپ فرماتے ہین کہ انجیل متی مین اس حمل کی خبر خواب مین یوسف کو
بذریعہ فرشتہ کے دی گئی تہی الخ یعنے اسوجہہ سے آپ کی تحقیق مین ایسا آیا کہ حضرت مریم
کو بہی خواب ہی مین یہہ خبر دی گئی ہوگی لیکن مجوسیون نے ستارہ کو دیکہہ کر اسکی خبر پائی
تہی (دیکہو متی باب ۱) پس یہی یوسف اور مریم کیواسطے بہی قاعدہ کلیہ کیون نہ ہوگیا
اور کیا ضرور ہے کہ یوسف نے جو خواب دیکہا تو مریم نے بہی خواب ہی دیکہا ہوگا ورنہ فرشتہ
توہر حال مین ثابت ہی رہا تفسیر سورہ بقر کیطرح یہان بہی فرشتہ کا ابطال تو کچہہ بہی آپ سے
ہوسکا پہر سورہ مریم مین ہے ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرًا مقضیا یعنے ہم اوسکو
لوگون کے لئے نشانی اور اپنی رحمت کرنا چاہتے ہین اور تہی یہہ بات ٹہر چکی الخ پس لوگون
کے لئے نشانی کیا اسکے سوا کچہہ اور بہی تہی کہ بے باپ کا لڑکا پیدا ہوا خدا کی قدرت
سب پر ظاہر ہوئی اور آپ سورہ بقر کی تفسیر مین ہر جگہہ آیت سے مراد فقرات قرآن
ثابت کرتے آئے ہین یہان آیت کے معنے نشانی کیون آپ نے تسلیم کرلئے اور قرآن
کے فقرات نہ فرمائے گئے یہہ عجز آپ کے شان فلسفیت کے سراسر خلاف ہے اسکے سوا
آل عمران سے آپہی نے نقل کیا ہے کہ قال کذالک اللہ یخلق ما یشاء اذا قضی امرًا فانما یقول لہ
کن فیکون یعنے خدا نے کہا یہی ہوگا اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جبکہ کوئی کام کرنا ٹہرا
چکتا ہے تو اسکے سوا اور کچہہ نہین کہ اوسکو کہتا ہے کہ ہو پہر ہو جاتا ہے الخ یہی ۳ سورہ آل عمران
۹ مین ہے اور اس سے مراد یہہ ہے کہ جبکہ اوسنے اجرام وعناصر کو بے مادہ پیدا کیا ہے تو
کسی انسان کو بے باپ پیدا کرنا اوسکے لئے دشوار نہین ہے اسیلئے سورہ مریم مین فرمایا
کہ ہو علی ہین یعنے وہ مجہپر آسان ہے اور کیا آپ اتنا بہی نسمجہے کہ عورت کی شادی ہونیکے
بعد تو اوسکی لڑکا پیدا ہونا ایک معمولی بات ہے اسمین فرشتے کی زبانی بشارت ہونیکی
کیا حاجت تہی لیکن آپ یہہ فرماتے ہین کہ وہ بشارت نتہی محض حضرت بی بی مریم کا خیال
مجسم ہوگیا تہا تو اتنا آپ نے غور کر لیا ہوتا کہ اسقدر بیٹا ہونیکی خیال مین حضرت مریم کا مستغرق
ہونا کہ آوازین تک کان سے سننے لگین اور مجسم شکل بشارت دینے والیکو دیکہنے لگین
کیونکر ممکن ہے جبتک پیشتر اوسکے تدابیر ممکنہ سے فراغ نہ حاصل کیا ہو یعنے ہنوز شادی
نہین کی جو اسباب توالد وتناسل تہی چنانچہ فرمایا کہ لم یمسسنی بشر اور لڑکا ہونیکی خیال
مین ایسی مستغرق ہوئین کہ آوازین بہی سننی لگین اور بشارت دینے والے کی شکل بہی

دیکہنے لگین یہہ کسیکے بہی خیال مین نہ آئیگا

(صفحہ ا لفضا) قولہ بیٹا ہونیکی بشارت حضرت اسحاق کو اور اونکی بیوی کو اور حضرت
ذکریا کو بہی دی گئی تہی پس صرف بشارت سے تو بے باپ کے پیدا ہونا لازم نہین آتا ہے ہان ان
بشارتون پر غور کرنا چاہیئے کہ ان مین کوئی ایسا لفظ تو نہین ہے جس سے بن باپ کے بیٹا پیدا ہونیکا
اشارہ نکلے سوا ایسا بہی کوئی لفظ ان بشارتون مین نہین ہے الخ **ج** آپ نے کچہہ پڑہا بہی ہے
یا فقط سُنی سنائی باتون پر تکیہ کر لیا پیدایش ۲۵ باب ۲۱ مین ہے کہ اسحاق نے اپنی بی بی کیلئے
خداوند سے دعا مانگی کیونکہ وہ بانجہ تہی انتہے پس کہان دعا قبول ہونا اور کہان بے خواہش
بشارت لڑکا ہونیکی پانا اور حضرت ذکریاہ کے بابت لوقا ۱ باب ۷ مین لکہا ہے کہ الیصبات
بانجہ تہی اور دونون بوڑہے تہے انتہے اور اسی ۱ باب ۱۳ مین ہے کہ فرشتے نے اوس سے
لکہا کہ اے ذکریاہ مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی اور تیری جورو الیصبات تیرے لئے یک بیٹا جنیگی
انتہے ۱۸ تب ذکریاہ نے فرشتے کو کہا کہ مین اسکو کیونکر سچ جانون کیونکہ مین بوڑہا ہون اور
میری جورو کی بڑی عمر ہوئی انتہے چنانچہ اسیکا ذکر قرآن مین بہی ہے کہ قال رب انی یکون غلام وقد بلغنی
الکبر وامرأتی عاقر یعنے اے رب کہان سے ہوگا مجہکو لڑکا اور مجہپر آیا بوڑہاپا اور عورت میری
بانجہ ہے انتہے پس ان دونون واقعون مین مردونکو بشارت اولاد دی گئی تہی اور وہ بہی
دعا قبول ہونیکی وجہہ سے اور وہان کنواری کو بشارت دی گئی تہی بغیر اسکے کہ کبہی اولاد کی خواہش
کی ہو اور حضرت اسحاق اور حضرت ذکریا علیہما السلام کو بشارت ہونیکی یہہ وجہہ بہی تہی کہ دونون
بیبیان بانجہ تہین اور حضرت ذکریا کی بی بی تو نہایت ضعیفہ بہی ہوگئی تہین ان وجہون سے گو
بظاہر شوہر موجود تہی مگر یہہ دونون بیبیان بہی محض خدا کی قدرت سے صاحب ولاد ہوئی تہین
فرق اتنا ہی تہا کہ حضرت بی بی مریم کنواری تہین اور یہہ شوہر دار پس یہہ دونون نظیرین جو آپ
نے پیش کین الٹے تو دُوا اور بہی معجزانہ ولادتون کا ثبوت ہوتا ہے اگرچہ بظاہر ان دونون
بیبیون کے شوہر موجود تہی اس سے یہہ بہی ایک دلیل حضرت عیسیٰ کی بے باپ پیدا ہونیکی
بہم پہونچے کہ الہی ضابطہ استمراری اور معمولی یہی ہے کہ قدیم سے باپ کو اولاد کے ہونیکی خدا کی
طرف سے خبر دی گئی ہے نہ یہہ کہ ماں کو مگر حضرت عیسیٰ کیواسطے جو اونکی ماں کو خلاف عادت قدیم
حقتعالے نے بشارت دی یہہ اسیوجہہ سے ہوا کہ اونکا باپ نتہا ورنہ یقیناً یہان بہی اونکے باپ
کو یہہ بشارت ہوتی نہ یہہ کہ ماں کو

(صفحہ ۳۳) **قولہ** سب سے زیادہ غور کے لایق لفظ لم یمسنی بشر ولم اک بغیا ہے بلا شبہ
یہہ دولون کلمے نہایت صحیح ہین اور جس زمانہ مین بشارت ہوئی اوس زمانہ مین بلا شبہہ حضرت
مریم کو کسی مرد نے نہین چہوا تہا بلکہ غالباً اونکا خطبہ بہی یوسف کیساتہہ نہوا تہا مگر اس سے یہہ لازم
نہین آتا کہ اوسکے بعد بہی یہہ امر واقع نہین ہوا الخ **ج** لیکن انجیل مین تو صاف لکہا ہے
کہ جب اوسکی ماں مریم کی منگنی یوسف ساتہہ ہوئی اونکی اکٹہے آنیسے پیشتر وہ روح القدس سے
حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۸) اور اس سے یہہ کب لازم آیا کہ اس بشارت کے بعد حضرت بی بی
مریم کا خطبہ یوسف کیساتہہ ہوا تہا اور اوسکے بعد نوبت حاملہ ہونیکی پہونچی تہی اور چونکہ حضرت
بی بی مریم بانجہ نتہین پس شادی کے بعد تو اونکی خواہی نخواہی اولاد ہوتی ایسی حالت مین
بشارت کی کیا حاجت تہی اس سے ظاہر ہے کہ جسوقت یہہ بشارت ہوئی اوسیوقت سے
وہ حاملہ پائی گئین پیشتر اوسکے کہ یوسف کیساتہہ اونکا خطبہ ہوا

(صفحہ ایضاً) **قولہ** جسطرح کہ حضرت مریم کو اس بشارت سے تعجب ہوا اوسیطرح
حضرت اسحاق اور اونکے بیوی اور حضرت ذکریا کو بہی تعجب ہوا تہا جبکہ وہ فرمانے لگین یا ویلتی
االد وانا عجوز وہذا بعلی شیخا ان ہذا لشی عجیب دوسرے جگہہ فرمایا ہے فاقبلت امرءتہ فی صرۃ فصکت
وجہہا وقالت عجوز عقیم اور حضرت ذکریا نے فرمایا انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرءتی عاقر
اور دوسری جگہہ فرمایا وکانت امرءتی عاقرا وقد بلغت من الکبر عتیا حضرت مریم کی حالت اولاد
ہونیسے مایوسے کی نہتی اور اسحاق اور اونکی بیوی اور ذکریا اور اونکی بیوی کیحالت مایوسے
کی قریب تہی مگر جب اون دولون سے بیٹے کا پیدا ہونا بغیر باپ کے تسلیم نہین کیا گیا تو حضرت
مریم کی تعجب سے جو صرف اوسوقت کی کیفیت پر تہا جبکہ بشارت ہوئی تہی نہ آئیندہ کی ہونیوالے
حالت پر کیونکر حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونی پر استدلال ہو سکتا ہے اور کیا عجب ہے
کہ اوس خواب کی بعد ہی حضرت مریم کو اور اونکے مربیون کو حضرت مریم کی شادی کرنیکا خیال
پیدا ہوا ہو جو آخر کار یوسف کیساتہہ عقد ہونیسے پورا ہوا الخ **ج** چونکہ حضرت عیسیٰ کا باپ ثابت
کرنا ضرور ہے اسلیئے جہانتک ممکن ہو حضرت مریم کا اوسی ہنگام مین عقد ہو جانے ہی پر
دلائل پیدا کرنی چاہئی اسیوجہہ سے آپ فرماتے ہین کہ کیا عجب ہے کہ اوس خواب کے بعد ہی
حضرت مریم کو اور اونکی مربیون کو حضرت مریم کی شادی کرنیکا خیال پیدا ہوا ہو الخ اب اگر
یہہ خیال نہ پیدا ہوا ہو تو حضرت عیسیٰ کا باپ ثابت کرنیکے لئے پیدا کر لینا چاہئے اور

ایسے اشد ضرورت مین کیا عجب کہنے کا کیا محل ہے صریحاً اور یقیناً لکہنا چاہئی تہا لیکن عجب
آپ کو اتنا بہی نہین معلوم ہے کہ بشارت کے بعد ہی حضرت بی بی مریم کے مربیونکو اون کی
شادی کا خیال پیدا ہوا تہا یا نہین تو آپ کو یہہ ساری قابلیت ظاہر کرنیکی ضرورت کیا تہی علاوہ
اسکے آپ فرماتے ہین کہ حضرت مریم کیحالت اولاد ہونیسے مایوسی کی نہتی اور اسحاق اور
اونکی بیوی اور ذکریاہ اور اونکی بیوی کیحالت مایوسی کی قریب تہی تو حضرت مریم کے تعجب سے
جو صرف اوسوقت کی کیفیت پر تہا کیونکر حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونے پر استدلال
ہو سکتا ہے الخ یعنے اگرچہ حضرت مریم کی شادی نہوئی تہی مگر اونکی حالت اولاد ہونیسے
مایوسی کی نہتی اسوجہہ سے ہی حضرت عیسیٰ کا باپ ثابت کرنا ضرور ہے کیونکہ حضرت اسحاق
اور حضرت ذکریاہ کی اولاد بہی بے باپ نتہے اگرچہ اتنا فرق ہے کہ وہ دولون مرد اور حضرت
بی بی مریم عورت تہین کیونکہ جب وہ دولون بعورت نتہی تو حضرت بی بی مریم کو بی شوہر
خیال کرنیکی کوئی وجہہ نہین ہے کیا عمدہ تفسیر آپ نے لکہی ہے اور کیا ضرور ہے جو حضرت
اسحاقؑ و حضرت ذکریاہ کی اولاد کی طرح حضرت عیسیٰ کو بہی ماں باپ دولون سے پیدا ہوا
سمجہین حضرت بی بی مریم کو حضرت اسحاق و ذکریاہ علیہما السلام کی مثال سے کیا علاقہ اور انکا
زوج ہونا حضرت مریم کی منکوحہ ہونی کیواسطے کیا دلیل ہو سکتا ہے علاوہ اسکے اونکی شادیان
ہونا تو کلام الٰہی سے ثابت ہے مگر حضرت بی بی مریم کی شادی کا قبل ولادت حضرت
عیسیٰؑ کہان ذکر ہے پس حضرت اسحاق و حضرت ذکریاہ کی مثال جو حضرت بی بی مریم کے تذکرہ
مین قایم کی گئی تاکہ اونکی اولاد کو بہی حضرت بی بی مریمؑ کی اولاد کی مانند سمجہین یہہ عجیب بات
ہے کہ جہان ماں و باپ دولون برموجود ہین وہان تو آپ بی باپ کی اولاد قرار دیتے
ہین یہہ کہکر کہ اونکی حالت مایوسی کی قریب تہی اور جہان بے باپ کی اولاد ہے یعنے حضرت
عیسیٰؑ وہان آپ اونکی ماں و باپ دولون قرار دیتے ہین یہہ عجیب اندہیر ہے اس سبکے
قطع نظر آپ جو صفحہ ۳۲ سے یہانتک بار بار حضرت اسحاقؑ اور حضرت ذکریاہ دولون کو طرح
طرح کی دلیلون اور نظیرون سے تحریر فرماتے آئے ہین اور یہان آپ فرماتے ہین کہ حضرت
اسحاق اور اونکی بیوی اور حضرت ذکریا کو بہی تعجب ہوا تہا جبکہ وہ فرمانے لگین یا ویلتی االدوانا
عجوز وہذا بعلی شیخا ان ہذا لشی عجیب الخ یعنے یہہ قول آپ حضرت اسحاق کی بیوی کا سمجہے حالانکہ
یہہ حضرت ابراہیمؑ کی بی بی کا قول ہے یہہ کیسی غلطی آپ جیسے نامور مفسر سے ہوا ان ہذا لشی عجیب

(صفحہ ایضاً) قولہ اس تعجب کے بعد فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا کذلک اللہ یخلق ما یشاء اسیطرح حضرت زکریا سے کہا تہا کہ کذلک اللہ یفعل ما یشاء حضرت مریم سے کہا قال کذلک وہو علی ہین اسیطرح حضرت زکریا سے کہا قال کذلک قال ربک ہو علی ہین لفظ کن فیکون جو سورہ آل عمران مین ہے وہ کسی امر کے ہونے پر بلا اسباب قدرتی و فطرتی کے دلالت نہین کرتا کیونکہ ہرشی کے ہونیکو خدا اسیطرح فرماتا ہے اذا اراد شیا انما یقول لہ کن فیکون پس ہرشی کن کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے پس یہہ الفاظ کسیطرح اسبات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الفور بلا قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوی تہی دلالت نہین کرتی انتہی **ج** اب یہان فقط ذکریاؑ حضرت بی بی مریم کی نظیر ہونیکی آئی ہیگی اور حضرت اسحاقؑ کی ذکر مین کوئی آیت حضرت بی بی مریمؑ سے شابہ کرنیکے لئے آپکو نہ ملے اسلئے اونکا یہان سے لکہنا موقوف کیا گیا اور حضرت ذکریاؑ کے ذکر مین بہی جو آیتین آپنے لکہی ہین اونسے حضرت مریمؑ کی مطابقت کچہہ بہی آپ ثابت نکر سکے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کیواسطے یخلق ما یشاء کا لفظ ہے اور حضرت ذکریاہ علیہ السلام کیواسطے یفعل ما یشاء کا لفظ ہے پس فعل اور خلق مین جو امتیاز ہے یہی حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونے پر گواہ ہے فعل اوسے کہتے ہین جسمین کچہہ ایجاد نہو اور خلق اوسے کہتے ہین جسمین معمول کے خلاف کوئی نئی بات ہو فعل مقرری اور معمولی کام کو کہتے ہین اور خلق غیر مقرری اور غیر معمولی کام کو کہتے ہین فعل سے مراد کام کرنا اور خلق سے مراد پیدا کرنا خلق کا لفظ ہمیشہ ایسی محل پر آتا ہے جو اسباب عادی اور معمولی کے خلاف ہو جیسے اس آیت مین ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون اور اسیطرح کن فیکون کا استعمال اوسے محل پر ہوا ہے جو بے اسباب ظاہر محض قدرت الٰہی سے وقوع مین آئے پس حضرت ذکریاؑ کے اولاد تو بظاہر اوسی طرح تہی جیسے کہ سب انسان ماں باپ دونون سے پیدا ہوتی ہین اور حضرت مریمؑ کی اولاد دراصل اسطرح کی معمولی پیدایش سے بیعلاقہ تہی یعنے بے باپ خلق کی گئی اسیطرح دوسری آیت مین اگرچہ دونون کی لئے ایکہی الفاظ ہین اور اسے سلئے آپ نے مطابق کرنیکی واسطے لکہہ دی مگر جب یاد آیا کہ حضرت مریمؑ کے لئے کن فیکون کا لفظ زیادہ ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیکی خبر ملتی ہے تب آپ کو اسکے تاویل کرنے لازم ہوئی مگر پیشتر آپ صفحہ ۲۳ مین اقرار کر چکے ہین کہ خدا تعالیٰ اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کی

عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اور خود انسان کو بہی بلکہ تمام حیوانات کو ابتداءً اوسنے اسیطرح پیدا کیا ہے انتہی اب یہہ تاویل آپ کی کہ ہرشے کن کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے انتہی بیکار ہو گئی اور یہہ بہی آپ سمجہیے کہ قانون قدرت کہین قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتا ہے ایسا ہو تو معجزون کا بالکل ابطال ہو جائے کیونکہ اوسکے قدرت قاعدہ فطرت پر محدود نہین ہے فطرت تو یہی ہے کہ ماں باپ دونون سے لڑکا پیدا ہو لیکن جب وہ چاہتا ہے یقول لہ کن فیکون نہ کسی مادہ کی حاجت ہے اور نہ کسی سبب کی پس یہہ اشارہ اسیکا تہا کہ جسطرح بے مادہ وہ اشیاء کو پیدا کرتا ہے اسیطرح یہہ لڑکا بہی یعنے حضرت عیسیٰؑ بے باپ پیدا ہونگے

(صفحہ ۳۴) قولہ آیۃ للناس کے لفظ سے یہہ سمجہنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بطور ایک نشانی معجزہ کی پیدا کیا تہا محض بیجا ہے اسلئے کہ بے باپ کے پیدا ہونا اگر بالفرض ہوا بہی ہو ایسا امر مخفی ہے جو کسیطرح آیۃ للناس نہین ہو سکتا آیۃ کا لفظ قرآن مجید مین فرعون اصحاب کہف والرقیم قوم نوح و نوح اور اصحاب سفینہ پر بہی اطلاق ہوا ہے حضرت مریم بوجہہ اپنی عبادت اور خدا پرستی اور نیکی کے اور حضرت عیسیٰ بسبب وس رحم دلی کے جو انجیل سے پائی جاتی ہے خدا کی عمدہ نشانی کی لقب کے مستحق تہی انتہی **ج** آپ فرماتے ہین کہ بے باپ کے پیدا ہونا اگر بالفرض ہوا بہی ایسا امر مخفی ہے جو کسیطرح آیۃ للناس نہین ہو سکتا لیکن ماں باپ دونون سے پیدا ہونا امر مخفی نہین ہے آپ کی اس الٹی سمجہہ کو کیا کہنا چاہئے دنیا مین ہر نئی بات کی خواہی نخواہی شہرت ہوتی ہے اور معمولی باتونکو جو روز مرہ ہوتی رہتی ہین کبہی کوئی زبان پر نہین لاتا ہے پس بے باپ پیدا ہونا کیونکر امر مخفی ہو سکتا ہے جو نہایت عجیب اور حیرت انگیز واقعہ تہا اور حقتعالیٰ کو اپنی بے پایان قدرت کا ظہور اور اپنی شان خلاقی کے امکان اور وسعت کا اپنے بندون مین شہرہ منظور تہا تاکہ سب لوگ اوسکے جلال اور عظمت اور امکان اور قدرت کو کسی بات مین محدود اور منحصر نہ سمجہکر اوسکے قادر مطلق ہونیکا دلسے اقرار کرین اور یقین ہو کہ جسطرح اوسنے بے باپ لڑکا پیدا کیا اسی طرح وہ اول مین بے ماں اور باپ دونون کے آدمؑ کو پیدا کر چکا ہے اور آخر مین اسیطرح بے ماں اور باپ کے سبکو اوٹہا کہڑا کریگا اسوجہہ سے حضرت عیسیٰؑ آیۃ للناس تہی اور اسلئے ضرور ہوا کہ اسکی شہرت نہ فقط ملک یہود یہ مین تدبیر غیب سے ہو جیسا کہ گلہ بانون کیتہ

کیا گیا (لوقا ۲ باب) بلکہ غیر ملکون تک کمال سرعت کیساتہہ محض حقتعالے کیطرف سے یہہ خبر پہونچائی گئی جیسا کہ فارس کے مجوسیون کا سفر یہودیہ اسپر گواہ ہے (متی ۲ باب) اور اسکا چرچا اوسی عین وقت پر نزدیک و دور برابر پہیلایا گیا کیونکہ یہہ ولادت جو محض ایک پیغمبر اولوالعزم کا غایت تقدس اور قدرت وجلال خداوندی ظاہر کرنیکے لئے وقوع مین آئی اسکا مخفی رہنا کسیطرح ممکن نہتا تا کہ وہ ناپاک ولادت بے پدر شرعی جواز راہ خیانت واقع ہونے کے سبب مخفی رکہی جاتی ہے اوسمین اور اس پاک ولادت مین بے شاہبہ مماثلت امتیاز ظاہر ہو جائے پس پیشتر فرشتے کے وسیلہ حضرت بی بی مریم کو اسکے بشارت ہونا اوسکے بعد اوسی قوم اور اوسی ملک مین گلہ بانون کے وسیلہ اسکا چرچا پہیلنا اور یہودیونکا حضرت بی بی مریم سے معارضہ کرنا اسکے بعد غیر ملک مین غیر قومون یعنے مجوسیون مین یہہ خبر مشہور ہونا یعنے یگانون اور بیگانون اور ایماندارون اور بے ایمانون اور اپنے ملک والون اور غیر ملک والون سب کو اسکی خبر ہو جانا اس سے زیادہ شہرت اور کیا ہوگی اور پہر الہامی کتابون یعنے انجیل مین اور قرآن مین اس خبر کا شایع ہونا علاوہ اوس شہرت مذکورہ کے شہرت پر شہرت ہو جانے کی صریح ظاہر علامت ہے کیا خدا کو بہی کسیکا خوف ہوتا ہے جو اپنے کام کو لوگون سے مخفی رکہتے مگر وہی ولادت مخفی رکہی جاتی ہے جواز راہ خیانت ہو پس آپ جو بار بار اسی مخفی ثابت کرتے ہین یہہ حکمت اور مصلحت آپ کی کسی سے مخفی نہین ہے باقی جواب اسکا صفحہ ۲۳ کے جواب مین ملاحظہ کیجئے پس باوجود اس شہرت واعلان کے اگر یہہ امر مخفی تہا تو اونہین لوگون پر مخفی تہا جنکی آنکہین ہین کہ دیکہین پر وہ نہین دیکہتے اور اونکی کان ہین کہ سُنین پر وہ نہین سُنتے کیونکہ وہ باغی خاندان ہین (حزقیئیل ۱۲ باب ۲) لہم قلوبٌ لایفقہون بہا ولہم اعینٌ لا یبصرون بہا ولہم اذانٌ لایسمعون بہا (اعراف ع ۲۲)

(صفحہ ایضاً) قولہ بکلمۃ منہ کے الفاظ یا کلمۃ القاہا الی مریم کے الفاظ بہی کسیطرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہین کرتے خداتعالے نے قرآن مجید مین متعدد جگہہ لفظ کلمہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے سورہ اعراف مین فرمایا ہے وتمت کلمۃ ربک الحسنے علے بنی اسرائیل اور سورہ یونس مین فرمایا ہے وکذلک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا اسیطرح اور بہت سی جگہہ آیا ہے اور کلمۃ اللہ سے وہ امور محققہ مراد ہین جو ہونیوالے

ہتی اور ہوئی اور ہونگے حضرت مسیح کا مریم سے پیدا ہونا ایک امر محقق اور معین تہا یا یون کہو کہ موعود تہا پس ایسی امر محقق یا موعود کو کلمہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور جسطرح تمام قرآن مین کلمہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اسیطرح اسمقام پر بہی کیا ہے ان الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچہہ بہی اشارہ نہین نکلتا الخ **ج** واہ کیا عمدہ دلایل قطعی آپنے ارشاد فرمائی ہین کیا کلمہ موعود نہین ہو سکتا تہا اور کلمۃ القاہا الی مریم کا صاف اور صریح مطلب کہین آپکے اگر مگر سے باطل ہو سکتا ہے ان الفاظ کے سیدہی معنے کو آپ کے تعبیر سے بدل دین تب حضرت عیسیٰ کا بے باپ پیدا ہونا ثابت نہو اور جبکہ ان الفاظ کا صاف مطلب آپکے تعبیر کی حاجت نہین رکہتا ہے تو کلمۃ القاہا الی مریم سے حضرت عیسیٰ کے باپ پیدا ہونیکی سوا کوئی بہی دوسرا مطلب نہین نکل سکتا ہے اور یہہ جو آپ ہر جگہہ مین فرما دیتے ہین کہ تمام قرآن مین یہہ لفظ ایسا ہے اور ویسا ہے حالانکہ ہر جگہہ آپ کا یہہ قیاس صریح باطل ہو چکا ہے لیکن آپ کا مطلب اس سے یہہ ہے کہ لفظ آیت غیر معنے معجزہ یا نشان کے یا لفظ کلمہ وغیرہ کو ہر جگہہ قرآن مین جسطرح آپ خلاف محل و موقع وخلاف سیاق وسباق اپنی نیچری اصطلاح کیموافق ظاہر کرتے آئے ہین اسیطرح اور لوگ بہی سمجہین تب آپ کا یہہ قول کہ یہہ لفظ تمام قرآن مین یونہی آیا ہے ٹہیک آجائے اور جبکہ ہر جگہہ آپ کی بناوٹ اور کلام الٰہی کا مطلب بگاڑنا ثابت ہو رہا ہے تو تمام قرآن کا تو کیا ذکر ہے بلکہ کسی جگہہ بہی آپ کی اصطلاحی معنے کا کسی لفظ کے بابت اعتبار اور کچہہ ثبوت نہین ہے کلمہ کے معنے کون نہین جانتا کہ کلام کے ہین لیکن اسکے ایکہی صفت نہین ہے بلکہ تین صفتین ہین اسم و فعل و حرف پس حضرت عیسیٰ کا اسم جو الہامی محاورہ مین کلمہ قرار پایا لا کلام اونکے بے باپ ہونے پر دال ہے کیونکہ مقدم صفت کلمہ کے اسم ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ سورۃ النساء مین جہان خداتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے نسبت فرمایا ہے کہ کلمۃ القاہا الی مریم وہان یہہ بہی فرمایا ہے کہ وروح منہ اس لفظ سے بہی بن باپ کے پیدا ہونا نہین ثابت ہوتا تمام جاندارون کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان روح منہ کا لفظ اطلاق کیا جا سکتا ہے سوا اسکے اور کسی معنے مین حضرت عیسیٰ کی نسبت اس لفظ کا اطلاق نہین ہو سکتا خصوصاً مسلمانون کے مذہب کے مطابق جو خدا کی یا خدا کی روح کی یا خدا کے کلمہ کے مجسم ہونیکی قایل نہین ہین اور اوسکو لم یلد ولم یولد

جانتے ہین معہذا چند علمائے مفسرین نے بہی جیسا کہ تفسیر کبیر مین لکہا ہے روح منہ سے قریباً قریباً ویسیہی معنے مراد لئے ہین جو ہمنے بیان کئے ہین الخ **ج** اب یہان آپکو حسب عادت یاد آیا کہ تمام قرآن مین روح منہ سے یون ہی مراد ہے آپ فرماتے ہین کہ تمام جاندارون کے نسبت کیا حیوان وکہان روح منہ کا لفظ اطلاق کیا جاسکتا ہے الخ کیا آپ کی تحقیق مین حیوانون مین بہی روح ہوتی ہے اور وہ اوامر ونواہی اور وعدہ وعید سے جو ذی روح کیواسطے مخصوص ہے مخاطب کیجاتی ہین اور اگر اتنا ہی فرق نہو تو جانور اور انسان مین امتیاز کیا باقی رہے لیکن سب انسانون مین بہی ایکہی قسم کی روح نہین ہوتی ہین حضرت عیسیٰ نے اپنے شاگردون سے فرمایا کہ تم نہین جانتے کہ تم مین کیسی روح ہے (لوقا ۹ باب ۵۵) اور حضرت الیشع نے حضرت الیاس سے التماس کی کہ جو روح آپ مین ہے وہ مجہہ مین آپ سے دوچند ہو (۲ سلاطین ۲ باب ۹) اور روح کے مجسم ہونیکی بابت آپہی نے صفحہ ۳۲ مین سورہ مریم کی یہہ آیت نقل کی ہے کہ فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا اور آپہی نے اسکا یہہ ترجمہ لکہا ہے کہ پہر ہمنے بہیجا اوسکی یعنے مریم کی پاس اپنی روح کو پہر وہ بنگئی اوسکے لئے ٹہیک آدمی انتہے اور یہہ روح کا حضرت مریم کے آگے متمثل ہوکر لڑکا پیدا ہونیکی بشارت دینا نشان اسکا تہا کہ اسیطرح کلمہ متمثل ہوکر تولد ہوگا اور اس مسئلہ کو لم یلد ولم یولد سے کچہہ علاقہ نہین ہے کوئی بہیجی ہوئی شے بہیجنے والے کے برابر نہین ہوتے پس جو روح کہ خدا کیطرف سے بہیجی گئی وہ خدا نہتے جو لم یلد ولم یولد ہے

(صفحہ ۳۵) قولہ خدا نے قرآن کی صفت مین فرمایا کہ کذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اسیطرح حضرت عیسیٰ کو بہی روح کہا گیا ہے - اور یہہ ہی لکہا ہے کہ روح سے رحمت مراد ہے اس آیت کی تفسیر مین وایدہم بروح منہ کہا ہے اسے برحمۃ منہ اور جبکہ حضرت عیسی خلق کے لئے رحمت تہے تو اونکی نسبت روحا منہ کا اطلاق کیا گیا ہے سورہ مجادلہ مین تمام ایمانوالون کی نسبت کہا گیا ہے اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ پہر حضرت عیسیٰ کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال کسیطرح اس بات کیطرف اشارہ نہین کرتا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے الخ **ج** لیکن روح من امر ربی بہی قرآن مین ہے کیا ہر جگہہ روح کے معنے رحمت کیوا اور کچہہ بہی نہین ہین اچہے بیوقوفون کو خوش کرنیکے لئے آپنے یہہ تفسیر لکہی ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ سورہ مریم مین جو الفاظ وارد ہوئی ہین اونپر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجہا جاتا ہے کہ اونسے بن باپ کے پیدا ہونیکا اشارہ پایا جاتا ہے مگر یہہ ہی صحیح نہین ہے سورہ مریم مین حضرت مریم کی رویا کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اونہون نے ان کی صورت دیکہی جسنے کہا کہ مین خدا کا بہیجا ہوا ہون تا کہ تمکو بیٹا دون اوسکے بعد جو کچہہ بیان ہوا ہے اوسکے ف تعقیب کی آئی جیسے کہ فحملتہ فاجاءہا المخاض مگر اس ف سے اتصال زمانی مستنبط نہین ہوسکتا جیسے کہ مثال مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کیونکہ اونکی حاملہ ہونے اور دردزہ شروع ہونے مین اتصال زمانے نتہا لوک کی انجیل مین بہی لکہا ہے کہ جب مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے وہ اپنا پہلوٹہا بیٹا جنی تفسیر کبیر مین بہی مدت حمل نو مہینے یا آٹہہ مہینے یا سات مہینے لکہے ہین ابن عباس کی روایت نو مہینے کی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے غرضکہ اس مقام پر جہان ف آئی ہے اوس سے ہر جگہہ خواہ نخواہ اتصال زمانے مستنبط نہین ہوسکتا ہے الخ **ج** اگر حرف فا سی اسیوجہہ سے اتصال زمانے نہین ثابت ہوتا کہ اونکی حاملہ ہونے اور دردزہ شروع ہونے مین اتصال زمانے نتہا تو یہہ آپ ہی کی فہم کا سراسر قصور ہے کیا بے حمل بہی کہین دردزہ ہوتا ہے پس جبکہ دردزہ کیوقت حمل موجود تہا تو اس سے زیادہ اتصال زمانے اور کیا ہوگا قطع نظر اسکے ان باتونکو حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیسے جنکا ابطال آپ کر رہے ہین کیا علاقہ ہے

(صفحہ ۳۵ و ۳۶) قولہ اس بات کے سمجہنے کے بعد آیات سورہ مریم پر غور کرنا چاہئے کہ جب حضرت مریم نے اپنے رویا مین انسان کو دیکہا تو اونہون نے کہا انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا اوسنے کہا انما انا رسول ربک لاہب لک غلاما زکیا حضرت مریم نے کہا انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا اوسنے کہا کذالک قال ربک ہو علی ہین ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا اسکے بعد ہی فحملتہ پس اس حرف فی سے جو حملتہ پر ہے یہہ لازم نہین آتا کہ بمجرد اس گفتگو کے حضرت مریم حاملہ ہوگئی تہین بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کی کسی زمانہ مابعد مین وہ حاملہ ہوئین جو وقت کے یہہ گفتگو ہے بلاشبہہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہین چہوا تہا لیکن اوسکے بعد اونکا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئین الخ **ج** اگر بمجرد اُس گفتگو کے وہ حاملہ ہوگئین تو اسکے ابطال پر آپکے پاس دلیل کیا ہے جبکہ اونکا حمل روح القدس کے

وسیلہ سے تہا تو اس بشارت کے بعد اونکی حمل کیواسطے کیا خدا کی قدرت خلاقی کسی ساعت
گہڑی کا انتظار کر رہی تہی آپکو الہامی کتابون کے محاورہ سے بہی کچہہ خبر ہے کیا کن سے فیکون
تک کسی قرن یا صدی کی مدت درمیان مین ہوتی ہے پس اگر فحملتہ مین حرف فا کا مطلب سمجہنا آپکو
دشوار ہوگیا تہا تو فیکون کی فا پر اوسے ہی قیاس کر لیا ہوتا کیونکہ یہہ لفظ کن فیکون بہی تو اوسے
بشارت کی مضمون مین شامل ہے (دیکہو سورہ آل عمران) اسکے سوا الہامی محاورہ مین
جہان اس قسم کے معجزہ کا ذکر ہے وہان اوسی بشارت کیوقت سے مدت حمل شروع ہوجاتی
ہے چنانچہ حضرت الیشع علیہ السلام نے جب ایکعورت کو بیٹا ہونیکی خبر دی تو اوس سے فرمایا کہ اسی
وقت سے حساب کر کہ پوری معین وقت پر ایک بیٹا تو گود مین لیگی (۲ سلاطین ۴ باب ۱۶)
اور حضرت بی بی سارہ کو جب ولادکی بشارت دی گئی تو ارشاد ہوا کہ مین معین وقت پر
پہر آونگا اور سارہ کو بیٹا ہوگا (پیدایش ۱۸ باب ۱۴) اور اوسی سال یعنے ۱۸۹۶ قبل
سنہ عیسوی کے جس سال کہ یہہ بشارت دی گئی تہی حضرت اسحاق پیدا ہوے لیکن آپ جو
فرماتے ہین کہ اسکے بعد اونکا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے
شوہر یوسف سے حاملہ ہوئین الخ اسکا ثبوت کیا ہے اور حرف فا سے یہہ مطلب کیونکر پیدا ہوا

(صفحہ ۳۶) قولہ اسیطرح فاتت بہ قومہا تحملہ کسنے کا حال ہے کہ وہ ولادت کے
زمانہ سے متصل نہین ہے بلکہ امر مذکورہ ولادت کے بعد کسی زمانہ مین واقع ہوا ہے تفسیر
ابن عباس مین لکہا ہے کہ ولادت کے چالیس دن بعد یہہ واقعہ ہوا ہے اور تفسیر کبیر مین لکہا ہے
کہ یہہ واقعہ یعنے قوم کے پاس لانیکا اور حضرت عیسی کے کلام کرنیکا حضرت عیسی کے صغر سنی
مین واقع ہوا تہا اور ابو القاسم بلخی کا قول ہے کہ حضرت عیسی جوان ہونیکی قریب تہے جب یہہ
واقعہ ہوا تہا الخ **ج** لیکن حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آسمان سے آنیکا زمانہ اسکے لئے کیون
نہ تجویز کیا کہ مدت کی طوالت کامل ہوجاتی یہہ بہی کسیکی خیال مین آسکتا ہے کہ یہودیون نے
الزام حضرت بی بی مریم کو تو اوسوقت دیا تہا جسوقت اونکی لڑکا پیدا ہوا اور اوسکا جواب اوسوقت
دیا گیا جبکہ حضرت عیسی جوان ہوگئے تہے اوسوقت تک تو کتنے ہی اون معارضہ کرنیوالون
مین سے زندہ بہی نرہے ہونگے اور مان کی گود مین لڑکے کا جواب دینا تو یہہ ظاہر کرتا ہے
کہ ایسا صاحب اعجاز اور مقدس مولود ہرگز کوئی آلودہ اور ناروا اولاد نہوگا اسوجہہ سے حضرت
بی بی مریم کی عصمت کا یہہ کافی ثبوت ہے اور جوان ہوکر تو ہر شخص اپنے فضائل بیان

کرنے پر قادر ہوتا ہے اسمین تقدس کی کونسی علامت تہی

(صفحہ ایضاً) قولہ قرآن مجید سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہہ واقعہ ایسے وقت مین واقع
ہوا تہا جب حضرت عیسی نبی ہوچکی تہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ انی عبد اللہ اتانی الکتاب
وجعلنی نبیا تاریخ پر اور انجیلون پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی کی بارہ برس کی عمر
تہی دیکہو انجیل لوک باب ۲ جب اونہون نے بیت المقدس مین یہودی عالمون سے گفتگو کی
اسی بات پر یہودی عالم ناراض ہوئی اور اونہون نے آکر حضرت مریم سے کہا کہ تیرے مان
باپ تو بڑے نیک تہے تونے یہہ کیا عجیب یعنے بد مذہب لڑکا جنا ہے حضرت مریم نے
خود اوسکا جواب نہین دیا اور حضرت عیسی کو اوٹہا لائین اوسوقت اونہون نے فرمایا کہ انی
عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا اور ممکن ہے کہ یہہ واقع اوس کے ہی بعد ہوا ہو یعنے جبکہ
حضرت یحیی شہید ہوچکے تہے اور حضرت عیسی نے یہودیون کو سمجہانا اور اونکی بدیون کو
وعظ مین برا کہنا شروع کیا تہا الخ **ج** یہہ بڑہیون کی کہانی جسکا نہ انجیل مین پتا ہے اور نہ
قرآن مین اور نہ تمام دنیا کی کسی کتاب مین کیا آپ کے دعوی کو ثابت کردیگی کہین اسکا
ذکر نہین ہے کہ بارہ برس کی عمر مین حضرت عیسیٰ نے دعوی نبوت کیا تہا اور آپ فرماتے
ہین کہ حضرت عیسیٰ نے جو بیت المقدس مین یہودی عالمون سے گفتگو کی اسی سے یہودی
ناراض ہوئے اور اونہون نے حضرت مریمؑ سے کہا کہ تیری مان باپ تو بڑی نیک تہے
تونے یہہ کیا بد مذہب لڑکا جنا ہے اور یہہ واقعہ آپ کی تحقیق مین اوسوقت واقع ہوا جبکہ
حضرت عیسیٰ بارہ برس کی ہوچکے تہے پس آپ کی نظر مین وہ الزام جو یہودیون نے حضرت
بی بی مریم کو دیا وہ حضرت عیسیٰ کے بے باپ تولد ہونے پر نہین بلکہ اونکے بد مذہب ہونیکے
سبب تہا اور لفظ فری کے معنے جو سب علماء و مفسرین نے طوفان یا بہتان کے لکہی ہین
آپ اوسکا ترجمہ عجیب اور یہہ اوسکے شرح بد مذہب فرماتے ہین اور جس آیت کا مفسرین نے
یہہ ترجمہ کیا ہے کہ نہ تہا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تہی مان بدکار آپ اسکا یہان یہہ ترجمہ کرتے ہین کہ
تیری مان باپ تو بڑے نیک تہے الخ تا کہ یہہ نیک کا لفظ لکہنے کے سبب بد مذہب لڑکا لکہنے کا
موقع ہو اوسکے بعد خانصاحب بہادر آپہی فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰ کو اونکے مان اوٹہا
لائین حالانکہ یہہ حضرت عیسیٰ کے سن دوازدہ سالگی کا آپ تذکرہ کر رہے ہین جسمین یہہ ارشاد
ہوا کہ اونکی مان اوٹہا لائین یعنے گود مین بارہ برس کے لڑکے کو اوٹہا لائین کیونکہ وہ

وہ اپنے پانو سے نہین چل سکتا تہا اگرچہ بقول آپ کے پیغمبر ہو گئے ہتے یعنے تبلیغ رسالت مین زبان چلتی ہتی مگر خود نہین چل سکتے ہتے اور جب دیکہا کہ اوسوقت مین بہی نیچری طرز پر یہہ قیاس ٹہیک نہین بیٹہتا تو آپ فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہہ واقعہ اوسکے بعد ہی ہوا ہو یعنے جبکہ حضرت یحیٰ شہید ہو چکے تہے الخ اور یہہ اوسوقت کا ذکر ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ تیس ۳۰ برس کے ہو چکے تہے لیکن سچ فرمائی کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے شیر خواری کا معجزہ آپ سے مان لیتے تو کیا ہی ان جہگڑون سے بچ جاتی کہ بارہ برس یا تیس برس کی عمر مین حضرت عیسیٰؑ کا کنار مادر مین اوٹہا لایا جانا ثابت کرنے پڑا لیکن حضرت عیسیٰ مین بدمذہبی کیا تہی کیا وہ نعوذ باللہ نیچری ہو گئی تہی لوقا ۲ باب ۴۲ وغیرہ مین ہے جب وہ بارہ برس کا ہوا اوسے عید کے دستور پر یروسلم کو گئے اور اون دنونکو پورا کرکے جب پہرنے لگے وہ لڑکا یسوع یروسلم مین رہگیا پر یوسف اور اوسکی مان نے نجانا بلکہ یہہ سمجہے کہ وہ قافلہ مین ہے ایک منزل گئے اور اوسے رشتہ اور جان پہچانون مین ڈہونڈہا اور نہ پاکر اوسکے تلاش مین یروسلم کو پہرے اور تین روز پیچہے اوسے ہیکل مین اوستادون کے بیچ بیٹہے ہوے اونکی سنتے اور اونسے پوچہتے پایا الخ پس اوس موقع پر کہین اسکا ذکر نہین ہے کہ یہودیون نے حضرت بی بی مریمؑ سے کچہہ بہی شکایت کی ہو یہہ محض خانصاحب بہادر کا افترا ہے اور اوسوقت شکایت کرنیکا سبب کیا تہا کیونکہ یہودی تو حضرت عیسیٰؑ کی باتون سے خوش ہوئی ہتی نہ یہہ کہ ناراض تب تو دین ہیکل مین اونہین رہنے دیا تہا ورنہ بالعفور نکال دیتے اسکے سوا آپ ہی صفحہ ۱۳ مین لکہہ چکے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ کے ناجائز طور پر پیدا ہونیکا اتہام سلس نے جو تیسری صدی مین تہا کیا تہا الخ پس عجیب یہہ ہے کہ آپ کی تحقیق مین نہ حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونیکی وقت یہودیون نے حضرت مریمؑ پر اتہام کیا تہا اور نہ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ برس عمر ہونیکے بعد اور نہ حضرت عیسیٰؑ کی تیس برس عمر ہونیکی بعد بلکہ تیسری صدی مین سلس نے یہہ اتہام کیا تہا لیکن وہ اتہام کرنیوالا کیا دیوانہ تہا جو اتنا ہی نسمجہا کہ جسکا مان باپ دونون سے پیدا ہونا تین ۳۰۰ سو برسون سے تعین کیا جاتا ہے اوسپر تین ۳۰۰ سو برسون کے بعد یہہ اتہام کیا بنیاد رکہہ سکتا ہے یا یہہ بہی اوسنے نسمجہا کہ جو حرف میری پشت ہا پشت سے کبہی کسیکی زبان پر نہ آیا تہا اوسے مین اس تیسری صدی مین کس دلیل سے ثابت کرسکونگا لیکن ہم آپ کو بتلا دین کہ اسکا سبب یہی ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیکا شہرہ سنکر اور یہہ معلوم کرکے کہ قدیم یہودیون نے بہی حضرت

بی بی مریمؑ سے یہہ معارضہ کیا تہا سلوس نے بہی اپنے ذاتی دشمنی کے اظہار مین یہہ اتہام شائع کیا اور آپ فرماتے ہین کہ یہہ واقعہ ایسے وقت مین واقع ہوا تہا جب حضرت عیسیٰؑ نبی ہو چکے تہے اور اسکے تعین سال مین آپکا قول آخر یہہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہہ واقعہ اوسکے ہی بعد ہوا ہو یعنے جبکہ حضرت یحیٰ شہید ہو چکے تہے الخ اور یہہ اوسوقت کا تذکرہ ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ تیس برس کے ہو چکے تہے یعنے یہہ سن آپ کے تحقیق مین حضرت عیسیٰؑ کی نبی ہونیکا ہے اور نصرانی عقیدہ بہی یہی ہے حالانکہ نیچری تفسیر القرآن مین جو سورہ بقر کی تفسیر مطبوعہ سنہ ۱۲۹۷ ہجری و سنہ ۱۸۸۰ع ہے اوسکے صفحہ ۲۷ مین ارشاد ہوا کہ مین نبوت کو ایک فطری چیز سمجہتا ہون نبی گو اپنی مان کے پیٹ ہی مین کیون نہو نبی ہوتا ہے النبی نبی ولو کان فی بطن امہ جب پیدا ہوتا ہے تو نبی ہی پیدا ہوتا ہے الخ (تنقیح البیان صفحہ ۲۰) اب آپکے ان اختلاف اقوال کے کہانتک کوئی تطبیق کرسکے

(صفحہ ۳۷) **قولہ** قرآن مجید سے ثابت نہین ہوتا کہ حضرت عیسیٰ نے ایسی عمر مین جبکہ حسب فطرت انسانی کوئی بچا کلام نہین کرتا کلام کیا تہا قرآن مجید کی یہہ لفظ ہین کیف نکلم من کان فی المہد صبیا اسمین لفظ کان کا ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیونکر کلام کرین جو مہد مین تہا یعنے کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لایق نہین یہہ اسیطرح کا محاورہ ہے جیسے ہمارے محاورہ مین ایک بڑا شخص ایک کم عمر لڑکے کے نسبت کہے کہ ابہی ہونٹ پر سے تو اسکے دودہ ہی نہین سوکہا کیا یہہ ہمسے مباحثہ کے لایق ہے کان کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ اوسوقت وہ نہ مہد مین تہے نہ مہد کے لایق تہے اور اوسکے بعد کی آیت سے اس مراد کی اور بہی تائید ہوتی ہے اور بالفرض حضرت عیسیٰ نے اگر مہد مین کلام بہی کیا ہو تو اوس سے اونکے بن باپ پیدا ہونے پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے الخ **ج** کان کے لفظ سے آپ نے یہہ استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اوسوقت مہد مین نتہے لیکن ہود رکوع ۲ مین ہے افمن کان علی بینۃ من ربہ پہر یہہ کہ من کان یرید الحیوۃ الدنیا (ایضاً) پہر یہہ کہ ماکان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ (ال عمران ع ۱۸) ان اللہ کان بکل شی علیما (نساء ع ۵) کان اللہ بہم علیما (نساء ع ۶) ان اللہ کان سمیعا بصیرا (نساء ع ۸) کان اللہ علی کل شی مقیتا (نساء ع ۱۱) کان اللہ علیما حکیما (نساء ع ۱۳) کان اللہ غفورا رحیما (ایضاً) کان اللہ عفوا غفورا (نساء ع ۱۴) اور ایسیہی بیسیون جگہہ قرآن مین کان استمراری آیا ہے اور مہد کا لفظ اسکے ساتہہ مؤید اس بات کا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فی الحقیقت مان کی گود مین تہی پس کان کے لفظ پر ناک چڑہانیکی کوئی بات

نہین ہے فقط کان کہولکر سن لینا چاہے کہ مہد مین حضرت عیسیٰؑ کا منہہ سے باتین کرنا اوس مولود بے پدر کی تقدس کا ظہور اور حضرت مریمؑ کے پاکدامنی کا کافی ثبوت تہا جس سے سب نے جانا کہ یہہ مجسم معجزہ انسانی نطفے سے پیدا نہین ہو سکتا ہے پس اگر کان کے لفظ سے پوچہنے والون کا مطلب آپ یہہ ثابت کیا چاہتے ہین کہ ایک ایسی سے ہم کیونکر کلام کرین جو مہد مین تہا یعنے کم عمر لڑکا ہمارے گفتگو کے لایق نہین الخ جس سے آپکا مقصود یہہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کسی زمانہ مین مہد مین تہے نہ یہہ کہ اوسوقت جب یہہ سوال و جواب ہوا تو کیا پوچہنے والے کبہی مہد مین نتہے پہر حضرت عیسےٰؑ کا کبہی مہد مین ہونا اونکے ناقابل خطاب ہونیکی کیون دلیل ہوگیا اور صفحہ ۲۸ مین آپ حضرت عیسےٰؑ کے کلمۃ اللہ ہونیکا اقرار کر چکے ہین پس اونکے کلمۃ اللہ ہونیکی وجہہ کیا تہی سوا اسکے کہ معجزانہ طور پر اونہون نے مہد مین اپنی ہی اظہار تقدس کیواسطے کلام کیا تہا اور آپ تو من کان فی المہد صبیا مین یہہ لایعنی بحث کرنے لگے مگر آل عمران ہی مین نہ دیکہہ لیا کہ فرشتہ نے حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونیسے پیشتر ہی کہدیا تہا کہ ویکلم الناس فی المہد وکہلاً ومن الصٰلحین یعنے کلام کریگا لوگون سے مہد مین اور ٹہیک جوانی مین ہوگا نیکون مین سے انتہےٰ پس جبکہ پیشتر ہی فرشتہ نے اسکے خبر دی تہی تو من کان فی المہد صبیا سے حضرت عیسیٰؑ کے مہد مین کلام کرنیکی کون تکذیب کر سکتا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ یہودیون کے اس قول سے بہی کہ یا مریم لقد جئت شیاً فریا یا اخت ہارون ما کان ابوک امرء سوء و ما کانت امک بغیا حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے پر استدلال نہین ہو سکتا اسلئے کہ اوس زمانہ مین جبکہ یہودیون نے حضرت مریم سے یہہ بات کہی کوئی بہی حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت نہین کرتا تہا اور نہ اوس آیت مین اس قسم کی تہمت کا اشارہ ہے فری کے معنے بدیع و عجیب کے ہین اس لفظ سے غالباً یہودیون نے مراد لی ہوگی شیاً عظیماً منکراً مگر اس سے یہہ بات کہ اونہون نے اوسوقت حضرت عیسیٰ کی نسبت ناجایز مولود ہونیکی تہمت کی تہی لازم نہین آتی بلکہ قرینہ اوسکے برخلاف ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اوسکے جواب مین اوس تہمت سے بری ہونیکا کوئی لفظ ہی نہین کہا اگر اوسوقت یہودیون کی مراد اوس سے تہمت بدنسبت حضرت مریم کی اور ناجایز مولود ہونیکی نسبت حضرت عیسیٰ کی ہوتی تو ضرور حضرت عیسےٰ اپنے جواب مین اپنے اور اپنی مان کے بریت اوس تہمت سے ظاہر کرتے انتہےٰ **ج** بدکاری کی تہمت ظہور امر مشتبہ کے بعد ہوتی

ہے اور اوس سے پیشتر اسکا محل کیا تہا اور آیت مین اسی بات کا صریح اشارہ ہے مان اور باپ کے حالات کے نظیر مین لفظ سوء مرد کیواسطے اور بغیاً عورت کیواسطے اسیوجہہ سے آیا ہے کہ یہہ معارضہ حضرت مریم سے ناجایز مولود کے اتہام مین تہا جو حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیکی وجہہ سے ہوا اور فری کے معنے بدیع و عجیب کے جو آپ فرماتے ہین اس سے اصل واقعہ مین خلل کیا واقع ہوا یعنے یہودیون نے حضرت بی بی مریمؑ سے کہا کہ لائی تو ایک چیز عجیب یعنے خلاف رسم ولادت عام اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰؑ نے اوسکے جواب مین اوس تہمت سے بری ہونیکا کوئی لفظ ہی نہین کہا الخ یہہ آپ نے حضرت عیسےٰؑ کے جواب پر بے غور کئے ایسا فرمایا ہے حضرت عیسیٰؑ کے جواب مین تین مطلب پیدا ہوتے ہین ایک اپنے نبی ہونیکا اظہار اوسی قوم کے روبرو جنمین اونہین آیندہ نبوت کرنی تہی اور دوسرے اپنے پاک اور مقدس اور مقبول مولود ہونیکا اظہار از روے معجزہ تکلم فی المہد تیسرے حضرت بی بی مریمؑ کے تقدس اور عصمت کے اظہار مسیح جیسے پاک مولود اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو جننے سے یہہ تینون باتین اونہین اپنی قوم یعنے یہودیون کے ذہن نشین کرنی مقصود تہین اور یہی تینون باتین اونکے جواب سے مبرہن و آشکار ہین

(صفحہ ۳۸) قولہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تلقین سے جو خلاف عقاید یہود تہے علماء یہود ناراض ہو کر حضرت مریم کے پاس آئی جس سے اونکی غرض یہہ ہوگی کہ وہ حضرت عیسیٰ کو ان باتون سے باز رکہین اور کہا کہ تیرا باپ اور تیری مان تو بڑی نیک ہے تونے یہہ کیسا عجیب بچہ جنا ہے جو تمام عقاید کے برخلاف باتین کرتا ہے حضرت مریم نے کہا کہ اوسے سے ہے پوچہو اسپر یہودیون نے کہا کہ وہ کل کا بچہ ہمارے منہہ لگنے کے لایق نہین اسپر حضرت مریم حضرت عیسےٰ کو اوٹہا لائین اور اونہون نے کہا کہ مین خدا کا نبی ہون الخ یہہ ایسا معاملہ ہے جو فطرت انسانی کیموافق واقع ہوا اور اب بہی واقع ہوتا ہے شوخ و شریر لڑکے کی مان سے اوسکی شکایت کیجاتی ہے جو شوخی کہ اوس نے کی ہو اوسکی نسبت اوسکی مان کہتی ہے کہ اوسی سے پوچہو پس ان الفاظ سے جو قرآن مجید مین ہین حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے پر کچہہ استدلال نہین ہو سکتا اوٹہا لانیکا لفظ اسمقام پر مجازاً بولا گیا ہے اوس سے خواہ نخواہ گود مین اوٹہا لانا لازم نہین آتا الخ **ج** اسکے بعد آپ فرماتے ہین کہ سورہ انبیا مین حضرت مریم کی نسبت خدا نے فرمایا ہے والتی احصنت فرجہا فنفخنا فیہا من روحنا وجعلناہا وابنہا آیۃ للعالمین ـ تفسیر کبیر

مین لکہاہے کہ احصان کے معنے عفیفہ عورت کے ہین اور اوسکے مثال مین حضرت مریم کی
نسبت جو لفظ احصنت فرجہا کا آیاہے وہی لکہاہے پس صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ سے
حضرت مریم کا تہمت بدسے بری ہونا نکلتاہے نہ حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا
الخ یہان سے آپہی کا قول اوس دعوی کو رد کرتاہے کہ حضرت عیسیٰ کے تلقین خلاف
عقاید یہود سے علماء یہود ناراض ہوکر حضرت مریمؑ کے پاس آئی کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو ان
باتون سے باز رکہین یعنے وہ شکایت یہود کی حضرت عیسیٰ کی بارہ مین تہی بلکہ حضرت مریم
پر تہمت بد لگانے آئے تہے اور اسوجہہ سے وہ سارا طول کلام آپکا بیکار ہوگیا کہ شوخ و
شریر لڑکے کی شکایت اوسکی مان سے کیجاتی ہے وغیرہ کیونکہ اگر وہ حضرت عیسیٰؑ کی شکایت
کرنے حضرت بی بی مریم کے پاس آئی تہی تو یہہ غلط ہوجائیگا کہ اس لفظ سے حضرت مریم
کا تہمت بد سے بری ہونا نکلتاہے کیونکہ جب کسی نے حضرت مریمؑ پر تہمت نہین لگائی بلکہ وہ
تو حضرت عیسیٰؑ کی شکایت کرنے آئے تہے تو حضرت مریمؑ کا تہمت بد سے نکلنا چہ معنے دارد
اس سے قطع نظر کرکے آپ تو بار بار یہی فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ مان باپ دونون
سے پیدا ہوئے تہے پہر شکایت شریر اور شوخ لڑکے کی اوسکے باپ کی ہوتی ہوئی مان
سے کون کرتاہے اس سے تو ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ فقط مان سے پیدا ہوئے
تہے تب ونکی مان کیسوا اور کسی سے شکایت نہین کرسکتے تہے بہر حال جتنے پہلو آپ
بدلتے اور بناوٹین کرتے ہین سب سے یہی بات پیدا ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ پیدا
ہوئے تہے علاوہ اسکے پسر کی شکایت مین حضرت مریم کی نسبت تو یہود یون نے کچہہ
نکہا بلکہ اوس شوخ اور شریر پسر کے دادا اور دادی کی نظیر پیش کی جب کہا کہ اے بہن
ہارون کی تیرا باپ ایسا اور تیری مان ایسی تہی اسکا محل اور موقع کیا تہا ہر شریر پسر کی شکایت
مین اوسکے باپ اور مان کی نظیر پیش کرتے ہین نہ یہہ کہ دادا اور دادی کی اگر آپ اسکا یہہ جواب
دین کہ حضرت مریمؑ ہی اونکی نظر مین نیک نتہین تو شریر کی شکایت کسی شریر کے آگے کرنا دانشمند
کا کام نہین ہے یہان کیا امید خیر تہی جو وہ حضرت مریمؑ سے حضرت عیسیٰؑ کی شکایت کرنے آئے
پس یہہ بناوٹ بہی آپ کی محض بیکار گئی اور افسوس کہ بڑی شفقت آپ کے ضایع ہوئی
اور عجیب تر یہہ ہے کہ باوجود شکایت سننے کے اوسے شریر و شوخ پسر کو حضرت مریم نے
سامہنے کردیا نہ آپ اوسی منع کیا اور نہ شاکی کے آگے عذر و معذرت کی پہر آپ فرماتے

ہین کہ اونہا لانیکا لفظ اس مقام پر مجازاً بولا گیاہے الخ لیکن کیا اسکے لئے بلا لانے کا لفظ کوئی
عربی زبان مین تہا جو خواہی نخواہی حقیقت کو چہوڑکر مجاز پر اکتفا کیا گیا قطع نظر ان سب باتون کے
ایسا اولوالعزم پیغمبر جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہو کہین شوخ و شریر ہوسکتاہے خاصکر ایسے سن مین
جبکہ نبوت عام کرنے لگے کیونکہ آپہی فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہہ واقعہ اوسکے ہی بعد ہوا ہو
یعنے جبکہ حضرت یحییٰ شہید ہوچکے تہے اور حضرت عیسیٰ نے یہودیون کو سمجہانا اور اونکے ہدین
کو وعظ مین برا کہنا شروع کیا تہا (دیکہو اسی تفسیر آل عمران کا آخر صفحہ ۳۶) پس حضرت یحییٰؑ
کی شہادت کیوقت حضرت عیسیٰؑ تیس برس سے ہی زیادہ عمر کے ہوچکے تہے اب فرمائے کہ تیس
برس کی عمر کو پہونچکر باوجود دعوی پیغمبری و شرف روح اللہی حضرت عیسیٰؑ شریر و شوخ تہے یہہ کیسے
خیال مین آسکتاہے

(صفحہ ۳۹) قولہ محصنات کے معنے عفاف کے اور جگہہ بہی قرآن مین آئے ہین
جیسے محصنات غیر مسافحات محصنین غیر مسافحین اور شوہر دار عورت کے بہی آئے ہین
جیسیکہ والمحصنات من النساء تفسیر کبیر مین لکہاہے یقال امرۃ محصنۃ اذا کانت ذات زوج
پس حضرت مریم کی نسبت احصنت کا لفظ زیادہ تر صاحب زوج ہونے پر دلالت کرتاہے الخ
ج یہہ بہی آپکا صریح دہوکا ہے آیت مین احصنت فرجہا موجود ہے جو نفی زوج پر صریح دال
ہے اور آپ تو خود فرماتے ہین کہ شوہر دار عورت کے بہی آئے ہین جس سے ثابت ہے کہ
غیر شوہر دار کے بہی آئے ہین پس کیا ضرور ہے جو وہی معنے اختیار کرین جو دور از حال
حضرت مریمؑ ہین

(صفحہ ایضاً) قولہ نفخ روح حضرت عیسی مین کچہہ دلیل اونکے بن باپ ہونیکی نہین
ہوسکتی تمام انسانون کی نسبت خدا تعالے نے نفخ روح کہاہے جیسے کہ سورہ تنزیل مین
فرمایاہے خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مہین ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ
پس جسطرح کہ اور تمام انسانون مین اللہ اپنی روح نفخ کرتاہے اسیطرح حضرت عیسیٰ مین بہی
کی تہی الخ **ج** اس آیت مین سب انسانو نکا ذکر نہین بلکہ فقط حضرت آدمؑ کا ذکر ہے اور
اونکے مماثلت نفخ روح مین اور بے باپ پیدا ہونیمین حضرت عیسیٰؑ سے ظاہر ہے تفسیر حسینی
مین ہے ثم سواہ پس راست کرد قالب آدم را ونفخ فیہ ودمید درو من روحہ از روح خویش
انتہے ورنہ تمام انسانون مین تو آپ بہی شامل ہین جنہین بقول آپ کے روح پہونکی گئی پہر آپ

بہی روح اللہ کیون نہوگئے یہہ ایسی بات آپ نے فرمائی جیسے تمام انسان حیوان ہین اور حیوان چارپائے ہوتے ہین پس تمام انسان بہی چارپائے ہوئے یہہ گم کردہ عقلون کی دلیلین ہین

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** سورہ آل عمران مین ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون اس آیت سے بہی حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا مفسرین نے لکہا ہے کہ وفد نجران جب آنحضرت صلعم پاس آیا اور جو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے پر یہہ دلیل لاتے تہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہین اسلئے خدا کے بیٹے ہین اس دلیل کے رد کرنیکو یہہ آیت نازل ہوئی اگر یہہ روایت صحیح مانی جاوے تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم کر لیا ہو کیونکہ یہہ دلیل بطور دلیل الزامی کے ہے دلیل الزامی مین اس سے بحث نہین ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے قایم کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط بلکہ اوسکے مقابلہ مین ایک اور مقدمہ مسلمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے مخالف کی دلیل باطل ہوجاتی ہے پس اس مقام پر دلیل الزامی اس طرح پر قایم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض تم بوجہ بن باپ کے پیدا ہونیکے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو حضرت آدم کو جو بن مان باپ کے پیدا ہوئے ہین بدرجہ اولیٰ خدا کا بیٹا ماننا چاہئے اور جبکہ تم حضرت آدم کو خدا کا بیٹا نہین مانتے تو حضرت عیسیٰ کو صرف بن باپ کے پیدا ہونیسے کیون خدا کا بیٹا مانتے ہو الخ **ج** اس تمثیل آدم سے یہہ غرض نہین ہی کہ بے پدر تولد حضرت مسیحؑ کا ابطال کیا جائے کیونکہ بحث اس بات پر نہتی بلکہ حضرت عیسیٰ کی خدائی کا عقیدہ مبنائے مباحثہ تہی جو حضرت عیسیٰؑ کے تولد بے پدر پر قایم کی گئی تہی اسلئے حقتعالے نے حضرت عیسیٰؑ کے تولد بے پدر کو ثابت رکہہ کر فرمایا کہ بے باپ پیدا ہونا حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہی پر دلیل نہین ہے کیونکہ خلقت آدم اس سے بہی عجیب تر یعنے بے مان اور باپ دونون کے تہی اور جبکہ اونہین تم ابن اللہ نہین جانتے تو فقط بے باپ کے اولاد کو ابن اللہ جاننے کے کوئی وجہہ نہین ہے خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ یہہ دلیل الزامی ہے یعنے جیسے انسان ایک دوسرے پر بحث مین غالب آنیکے واسطے کیا کرتے ہین تا ثابت ہو کہ قرآن کو انسانی تصنیفون سے کچھہ زیادہ فضیلت نہین ہے لیکن اصل یہہ ہے کہ خدا کو اسکی حاجت نہین ہے کہ وہ خواہی نخواہی اپنا غلبہ کسی بحث مین ثابت کرے وہ ہر حال مین سب پر غالب ہے وہ

کسی دلیل مین الزامی ہو یا غیر الزامی کبہی جہوٹہہ نہین بولتا ہے کوئی حرف بہی اوسکے کلام مین فضول نہین ہوتا ہے چہ جائے انکہ جہوٹ پس حضرت آدمؑ کی تمثیل حضرت عیسیٰؑ کیساتہہ اسپر قوی دلیل ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو بے باپ پیدا ہوا اسطرح ثابت کیا ہے کہ تم مسیح کے بے باپ پیدا ہونے پر کیون متعجب ہوئے کہ اونہین ابن اللہ سمجہے بلکہ خدا بے مان باپ دونون کے بہی پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ اوسنے خلقت آدم مین کیا اور تب بہی وہ ابن اللہ نہتے پس اس سے حضرت عیسیٰ کی ولادت بے پدر کے ثبوت کو اور زیادہ تقویت ہوئی

(**صفحہ ۴۰**) **قولہ** معہذا اگر لفظ مثل سے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ مین مماثلت مراد ہے تو وہ مماثلت دونون کے خلقت مین تو ہو نہین سکتی کیونکہ حضرت آدم مٹی سے یا پانی سے پیدا ہوئے تہے اور وہ نہ نو مہینے کے عورت کے پیٹ مین رہے اور نہ مثل ایسے انسانون کے جو نطفہ سے پیدا ہوتے ہین اونکا حالت نطفہ سے جنین ہونے تک نشو نما ہوا برخلاف حضرت عیسیٰ کے پس حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم کی پیدایش مین تو کسیطرح مماثلت نہین ہوسکتی اور اگر یہہ کہا جاوے کہ صرف باپ نہونیمین مماثلت ہے تو یہہ بہی نہین ہوسکتا اسلئے کہ اول یہہ بات ثابت ہونی چاہئے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے جب یہہ بات ثابت ہوجاوے تو بن باپ پیدا ہونیمین مماثلت کا دعویٰ ہوسکتا ہے حالانکہ اونکا بے باپ کے پیدا ہونا ابہی تک ثابت نہین ہے پس اگر مماثلت ہے تو یا تو نفخ روح مین ہے کہ حضرت آدمؑ کی نسبت بہی کہا ہے کہ نفخت فیہ من روحی اور حضرت عیسیٰ کی نسبت کہا ہے فنفخنا فیہ من روحنا اور یا صرف مخلوق ہونیمین ہے کہ جسطرح آدم خدا کے بندے اور مخلوق تہی اسیطرح حضرت عیسیٰ بہی خدا کے بندے اور مخلوق ہین اور اسکے تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے جہان خدا نے فرمایا لم یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ پس کوئی وجہہ نہین ہے کہ اس آیت سے حضرت مسیح کے بن باپ ہونے پر استدلال کیا جاوے الخ **ج** حضرت عیسےٰؑ کی مماثلت حضرت آدمؑ سے بندے اور مخلوق ہونیکی باب مین نہین ہے کیونکہ بندے اور مخلوق تو سب انسان ہین اسمین حضرت آدم کو مماثلت مسیح مین خصوصیت کیا تہی گر مماثلت حضرت آدمؑ کی حضرت عیسیٰؑ سے جن باتون مین تہی اونمین سے نفخ روح کا تو آپکو بہی اقرار ہے کہ اگر مماثلت ہے تو نفخ روح مین ہے اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ اول یہہ بات ثابت ہونی چاہئے کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے جب

جب یہہ ثابت ہو جائے تو بن باپ پیدا ہونیمین مماثلت کا دعویٰ ہو سکتا ہے الخ اور یہہ ہی آپہی کی اقرار سے ثابت ہے کیونکہ صفحہ ۳۹ مین آپ لکہہ چکے ہین کہ جسطرح اور تمام انسانون مین اللہ اپنی روح نفخ کرتا ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ مین بہی کی تہی انتہے یعنے جب اور انسانون مین ہی اسیطرح خدا اپنی روح نفخ کرتا ہے جیسے کہ حضرت عیسےٰ مین بہی کی تہی تو اس نفخ روح مین حضرت عیسیٰ کو کسی سے خواہ آدم خواہ غیر آدم سے مماثلت بالخصوص نرہی اب مجہے اس سے غرض نہین ہے کہ یہہ تحقیق آپ کی مندرجہ صفحہ ۳۹ صحیح ہے یا غیر صحیح اور اس عبارت صفحہ ۴۴ کو جسمین آپ فرماتے ہین کہ اگر مماثلت ہے تو نفخ روح مین ہے باطل کرتی ہے یا نہین مجہے تو آپ کے ہر ارشاد کا خواہ وہ کیسا ہی ہو بڑی محقق کے کلام سے بڑہ کر ادب کرنا اور اوس پر متمسک ہونا موجب سعادت ہے اور صفحہ ۳۴ مین آپ فرماتے ہین کہ تمام جانداروں کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان روح منہ کے لفظ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے انتہے اور صفحہ ۳۵ مین آپ نے لکہا ہے کہ سورہ مجادلہ مین تمام ایمانداروں کی نسبت روح منہ کہا گیا ہے انتہے پس آپ کے اس ارشاد مندرجہ صفحہ ۳۹ کے بموجب نفخ روح مین ہی حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم سے مماثلت بالخصوص نرہی اور بندہ اور مخلوق ہونیمین تو پیشتر ہی ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم سے مماثلت کی کوئی خصوصیت نہین ہے کیونکہ بندے اور مخلوق تو سبہی انسان ہین اور ان دو باتون کے سوا آپ کسی اور بات مین حضرت عیسیٰ کی مماثلت حضرت آدم سے تجویز نہین کرتے ہین اور خدا نے بطور مماثلت بجواب نجرانی نصرانیون کے جو حضرت عیسیٰ کو بے باپ پیدا ہونیکے سبب ابن اللہ کہتے تہے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر فرمایا ہے اب فرمائیے کہ بندے اور مخلوق اور نفخ روح مین تو حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم سے مماثلت نہتی اب اگر بے باپ پیدا ہونیمین بہی حضرت عیسےٰ کو حضرت آدم سے مماثلت نہین ہے تو ان مثل عیسیٰ کمثل آدم کی کوئی دوسری تاویل اور کیا ہے اور اس مماثلت کا ثبوت اور کیا ہوگا لامحالہ یہی کہنے پڑیگا کہ حضرت عیسیٰ کی مماثلت بالخصوص حضرت آدم سے بے باپ پیدا ہونیکی سوا اور کچہہ نہین ہے کیونکہ مٹی سے پیدا ہونے اور نو مہینے حمل اور نطفہ اور جنین وغیرہ مین تو آپ ہی اقرار کرتے ہین کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم کی پیدائش مین توکسیطرح مماثلت نہین ہو سکتی الخ اب یہی دو باتین یعنے ایک تو نفخ روح انہین بہی آپہی کے قول مندرجہ صفحہ ۳۹ سے حضرت عیسیٰ کو

حضرت آدم سے مماثلت مخصوص نرہی دوسرے بندہ و مخلوق یہہ ہی علے ہذا القیاس خلاف مقصود ثابت ہوا اسکے سوا اب کوئی اور مماثلت اون دونون مین آپ بہی تجویز نہین فرماتے ہین پس فرمائی کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کو جو مثل حضرت آدم فرمایا اس کی وجہہ کیا تہی اور اس مماثلت مین حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم سے سوا بے باپ پیدا ہونیکے اور خصوصیت کیا تہی جو آپ ہی نے لفضل الہی بڑے دردسر کے بعد ثابت کردیا اور یہہ آپ کا مسلم ثبوت حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونیکا علاوہ اون بیسیون مقامون کے ہے جو ابتک آپ کے ہر جملہ کے جواب مین شروع سے یہانتک ثابت ہوتا آیا ہے ہر جگہہ بغور ملاحظہ کر لیجیے

(صفحہ ایضاً) قولہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین ہر جگہہ حضرت عیسیٰ کو ابن مریم کہا گیا ہے اگر اونکی کوئی باپ ہوتا تو اونکی نسبت باپ کیطرف منسوب کیجاتی نہ ماں کیطرف مگر یہہ دلیل نہایت بودی ہے کیونکہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسیٰ یہود اور نصاریٰ دونون مین ابن مریم کے لقب سے مشہور تہے وہی مشہور لقب اون کا قرآن مین بہی بیان کیا گیا ہے اس سے اونکا بے باپ پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا الخ

ج یہہ تو کیا ہی بہو نچکر آپ نے بات کہی ہے لیکن سراسر جہوٹہہ ہے کیونکہ جبکہ بقول آپ کے حضرت عیسیٰ کا باپ یوسف تہا (دیکہو صفحہ ۳۶) تو یہودیون مین ابن مریم مشہور ہونیکی وجہہ کیا تہی اور اگر یہودی اور عیسائی دونون مین اونکا لقب ابن مریم مشہور تہا تو ثابت ہوا کہ وہ سب اونہین شروع سے ابن مریم جانتے تہے اور حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونیکا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا چاہئے علاوہ اسکے آپ فرماتے ہین یہود و نصاریٰ دونون مین حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لقب سے مشہور تہے وہی مشہور لقب اونکا قرآن مین بہی بیان کیا گیا الخ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کو تو کچہہ معلومات ہی نہتی یہود و نصاریٰ سے جو کچہہ غلط سلط سنتا وہی قرآن مین فرما دیا یہانتک کہ خانصاحب بہادر کو تو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن یوسف ہین مگر خدا کو اتنا ہی معلوم نتہا اسلئے کہین عیسیٰ ابن یوسف قرآن مین نفرمایا بہلا یہہ کسیکے خیال مین بہی آسکتا ہے اور کون اسکا یقین کریگا خدا کا شکر کہ بڑی مشکلون سے آپ سے پیچا چہوٹا

(صفحہ ایضاً) قولہ حضرت مسیح کے واقعات مین جیسکہ آپ کے ولادت کا مسئلہ

بحث طلب ہے ویسا ہی آپ کی وفات کا مسئلہ بہی غور کے لایق ہے یہودی یقین رکہتے
ہین کہ اونہون نے حضرت عیسی علیہ السلام کو صلیب پر چڑہا کر قتل کر ڈالا عیسائی یقین رکہتے
ہین کہ یہودیون نے اونکو صلیب پر چڑہایا اور وہ صلیب پر مر گئے پہر صلیب پر سے اوتار کر
قبر مین دفن کیا پہر وہ جے اوٹہے جمہور مسلمین کا یہہ اعتقاد ہے کہ وہ صلیب پر چڑہائی ہی
نہین گئے اصل بات یہہ ہے کہ یہودیون نے حضرت عیسی پر الحاد کا اور یہودی شریعت کے
مسائل مقررہ سے پہر جانیکا الزام لگایا تہا انجیل یوحنا کے ساتوین باب کی بارہوین آیت
مین لکہا ہے کہ لوگون مین اوسکی یعنی حضرت عیسی کی بابت تکرار تہی بعضی کہتے تہے کہ وہ نیک ہے
اور کتنی کہتے تہے کہ نہین بلکہ وہ لوگونکو گمراہ کرتا ہے اور اوسی انجیل کے باب ۲۶
آیت ۶۵ مین لکہا ہے کہ سردار امام نے اپنے کپڑے پہاڑ کر کہا کہ یہہ یعنی حضرت عیسی کفر
کہہ چکا ہے اب ہمکو اور گواہون کی کیا درکار ہے دیکہو اب تمنے اوسکا کفر بکنا سنا الخ
ج غنیمت ہے کہ ان تمام اوراق مین فقط اسیجگہہ ایک نبی کے نام کیساتہہ علیہ السلام
دہوکہ سے درج ہوگیا ہے ورنہ اور کہین ایسا اشارہ تک نہین ہوتا ہے اور آپ جو
فرماتے ہین کہ عیسائی یقین رکہتے ہین کہ یہودیون نے اونکو صلیب پر چڑہایا یہہ صریح غلط ہے
عیسائی ہرگز ایسا نہین کہتے اور یقین رکہنا تو دوسری بات ہے کیونکہ رومی عملداری یہود مین
ہونیکے سبب کسی یہودی کو یہہ اختیار نہ تہا اور صلیب پر چڑہانا رومی دستور تہا نہ یہہ یہود
(صفحہ ۴۱) قولہ یہودی شریعت مین جیسیکہ توریت کی کتاب احبار باب ۲۴
ورس ۱۴ و کتاب استثنا باب ۱۳ سے پایا جاتا ہے ارتداد یا الحاد کی سزا سنگسار کرنا تہا
مگر اوس زمانہ مین رومیون کی سلطنت تہی اور وہ یہودی شریعت سے مرتد ہونیکی جرم
مین کسیکو سنگسار نہین کرتے تہے اسلئے یہودیون نے حضرت عیسی پر بادشاہ وقت
سے باغی ہونیکی تہمت لگائی الخ **ج** ہر پہلو سے آپکی تحریر کا ایک ایک لفظ محض
شر اور خصومت سے بہرا ہوتا ہے آپ فرماتے ہین کہ یہودی شریعت مین ارتداد یا
الحاد کی سزا سنگسار کرنا تہا اور وہ مرتد ہونیکی جرم مین کسیکو سنگسار نہین کرتے تہے
اسلئے حضرت عیسی پر بادشاہ وقت سے باغی ہونیکی تہمت لگائی استغفر اللہ حضرت
عیسی کو ارتداد و الحاد سے منسوب کرنا خانصاحب بہادر کو اپنے کفر و ارتداد کی ناگوار
حالت مین ذرا تسکین بخش ہوتا ہوگا ارتداد یا الحاد کا لفظ حضرت عیسی علیہ السلام جیسے

اولوالعزم پیغمبر کی نسبت آسمان پہٹ پڑنے یا قیامت برپا ہو جانے کا مقام ہے کیا حضرت
عیسی نے یہہ نہین فرمایا کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجائین ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت
کا ہرگز نہ مٹیگا جبتک سب کچہہ پورا نہو (متی ۵ باب ۱۸) پس آپ کو اس سے واقف
ہونا چاہیے کہ حضرت عیسی یہودی شریعت سے کبہی مرتد نہین ہوئی بلکہ یہودی اپنی دنیا
پرستی اور طمع نفسانی کے سبب احکام توریت کے بالکل مخالف ہوگئے تہے اوسیوجہہ
سے وہ حضرت عیسی کے بہی مخالف تہے
(صفحہ ایضاً) قولہ واقعہ صلیب کے بعد مختلف فرقون نے مختلف رائین اوسکے
نسبت قایم کین یہودی اپنی شیخی سے یہہ دعوی کرتے تہے کہ ہمنے حضرت عیسی کو شریعت
کے موجب پہلے سنگسار کر کے قتل کر ڈالا اور پہر صلیب پر لٹکا دیا عیسائی سنگسار
کر کے مار ڈالنا تو تسلیم نہین کرتے جو در حقیقت مین غلط بہی ہے مگر صلیب پر چڑہا کر
مار ڈالنا تسلیم کرتے ہین اور دعوی کرتے ہین کہ بعد اوسکے حضرت عیسی قبر مین دفن
کی گئی اور پہر مردون مین سے جی اوٹہے اور حواریون سے ملے اور پہر زندہ آسمان پر
چلے گئے اور اپنے باپ یعنے خدا کی داہنی ہات پر جا بیٹہے الخ
(صفحہ ۴۲) قولہ بعض قدیم عیسائی فرقے جنکو حضرت عیسی کا صلیب پر چڑہایا
جانا نہایت ناگوار تہا حضرت عیسی کے صلیب پر چڑہائی جانیسے قطعاً منکر تہی بعضے
کہتے ہین کہ شمعون قرینی صلیب پر چڑہایا گیا اور بعض کہتے تہے کہ یہودا اسے انخر یوطی
مسلمان مفسرون کی عادت ہے کہ پرانے قصون مین بغیر تحقیقات اصلیت کے اور
بلا غور کرنیکے مقصد قرآن مجید پر جہانتک ہو سکتا ہے یہودیون اور عیسائیون کی روایتون
کو لے لیتے ہین اونہون نے پچہلے روایت کو زیادہ موجب سمجہا اور ظاہری الفاظ قرآن مجید
کو اوسکے مناسب پایا اسلئے اونہون نے پچہلے روایت کو اختیار کیا اور قرآن مجید
کے ایک لفظ کے بنا پر جسکو ہم آگے بیان کرینگے یہہ قرار دیا کہ شمعون یا یہودا کی
صورت بدل کر بعینہ حضرت عیسی کی سی صورت ہوگئی تہی اور یہودیون نے اوسکو
حضرت عیسی جانکر صلیب پر چڑہا دیا تہا اور وہ زندہ آسمان پر چلے گئے تہے ظاہر اعلوم
ہوتا ہے کہ حضرت عیسی کی آسمان پر جانے مین مسلمانون اور عیسائیون کے اعتقاد مین
چندان تفاوت نہین ہے کیونکہ دونون حضرت عیسی کے زندہ آسمان پر چلے جانیکا اعتقاد

رکہتے ہین مگر درحقیقت یہہ ایک مسئلہ ہے جو دونون مذہبون مین نہایت مختلف ہے
عیسائی مذہب مین حضرت عیسی کی صلیب پر چڑہائے جانے اور صلیب ہی پر جان
دینے کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے کیونکہ اونکی اعتقاد مین انسانون کی نجات صرف
حضرت عیسی کے فدیہ ہونے یعنے صلیب پر جان دینے مین منحصر ہے جو کوئی اس امر
کا اعتقاد نکرے وہ موجودہ عیسائی مذہب کیمطابق عیسائی نہین ہے اور نہ نجات کا
مستحق ہے پس مسلمانون کا یہہ اعتقاد کہ حضرت عیسی بغیر صلیب پر چڑہائے زندہ
آسمانپر چلے گئے موجودہ عیسائی مذہب کے بالکل برخلاف ہے الخ **ج** آپ فرماتے
ہین کہ مسلمان مفسرین کی عادت ہے کہ بغیر تحقیقات اصلیت کے یہودیون اور
عیسائیون کی روایتون کو لے لیتے ہین الخ لیکن آپ جو اسکے برخلاف ثابت
کیا چاہتے ہین کیا یہودیون اور عیسائیون کے سوا آسمان پر حضرت عیسیؑ سے بالمشافہ
اصل حقیقت دریافت کرچکے ہونگے اسکے سوا یہہ جو آپنے لکہا کہ بعض قدیم
عیسائی فرقے جنکو حضرت عیسی کا صلیب پر چڑہایا جانا نہایت ناگوار تہا حضرت عیسی
کے صلیب پر چڑہائے جانیسے قطعاً منکر تہے الخ یہہ عجیب بات ہے کیا حضرت
عیسیؑ کے مصلوبی ناگوار معلوم ہونیسے اونہین اوس مصلوبیکا قطعی انکار لازم ہوا حالانکہ آپہی
اسکے بعد فرماتے ہین کہ عیسائی مذہب مین حضرت عیسی کے صلیب پر چڑہائے جانے
اور صلیب ہی پر جان دینے کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے الخ پہر اونہین یہہ
مصلوبی ناگوار ہونیکی کیا وجہہ قطع نظر اسکے کیا اونکے انکار سے جو محض مصلوبی ناگوار
معلوم ہونیسے تہا وہ مصلوبی باطل ہوسکتی تہی پہر ایسے جہوٹہے انکار سے جسے وہ خود
بہی صحیح نہین جانتے تہے اونہین کیا فائدہ تہا اور کیا ممکن ہے کہ ایسے انکار سے کسی
مذہب کا کوئی ایمانی مسئلہ باطل ہوجائے مثلاً کوئی مسلمان نماز پڑہنا گوارا نکرے تو
کیا اس سے انکار وہ اوسکے باطل ہوجانیکا سبب یقین کرسکتا ہے ایسے بیکار
کوشش کوئی نہین کرتا ہے مگر اس انکار کی وجہہ یہی تہی کہ اونہین یقیناً حضرت عیسیؑ
کا مصلوب ہونا معلوم تہا پہر آپ فرماتے ہین کہ ظاہرا حضرت عیسی کے آسمانپر جانیمین
مسلمانون اور عیسائیون کے اعتقاد مین چندان تفاوت نہین ہے کیونکہ دونون حضرت
عیسے کے زندہ آسمانپر چلے جانیکا اعتقاد رکہتے ہین مگر درحقیقت یہہ ایک مسئلہ ہے جو

دونون مذہبون مین نہایت مختلف ہے عیسائی مذہب مین حضرت عیسی کے صلیب پر
چڑہائے جانے اور صلیب ہی پر جان دینے کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے الخ اب یہہ
پوچہنا چاہیے کہ اتفاق عقیدت نصارے واہل اسلام درباب صعود مسیحؑ کو قصہ صلیب سے
کیا علاقہ ہے کیونکہ وہ بہرحال خواہ مصلوب خواہ غیر مصلوب آسمانپر گئے تہے جمین مسلمانون اور
عیسائیونکو صریح اتفاق ہے پہر بوجہہ قصہ صلیب ان دونون فرقونمین حضرت عیسیؑ کی صعود
کی بابت اختلاف کیا ثابت ہوا جسے آپ فرماتے ہین کہ یہہ ایک مسئلہ ہے جو دونون
مذہبون مین نہایت مختلف ہے انتہی حالانکہ حضرت عیسیؑ کے آسمانپر جانیمین ان دونون فرقونمین
کچہہ بہی اختلاف نہین ہے نہ ظاہر مین اور نہ باطن مین اور رہا قصہ صلیب اسمین مسلمانون
کو نصارے سے نہ ظاہر مین اتفاق ہے اور نہ باطن مین پس حضرت عیسیؑ کے آسمانپر
جانیکی بابت ان دونون فرقون مین درحقیقت کیا اختلاف آپنے ثابت کرلیا اسکے
بعد آپ صفحہ ۴۳ مین صلیب کی شکل بناکر فرماتے ہین کہ جہان گول نشان ہے وہان ایک
مضبوط لکڑی لگی ہوتی تہے جو مصلوب کی دونون ٹانگون کی بیچ مین رہتی تہی اور انسان
اوسپر ٹک جاتا تہا اس سے غرض یہہ تہی کہ انسان بدن کے بوجہہ سے نیچے نہ کہسکنے پاوے
الخ مگر یہہ سب واہیات ہے صلیب دینے والون کی یہہ خواہش نتہی کہ خواہی نخواہی
مصلوب چند روز تک زندہ لٹکتا رہے اور وہ اوسکی حفاظت کیا کرین بلکہ جسقدر جلد
مصلوب کا کام تمام ہوا اونکا عین مقصود تہا پہر کیون وہ مصلوب کی راحت اور آسایش
کا سامان کرتے کیا ضرور تہا کہ وہ مصلوب کے بیٹہنے کیواسطے اوسکی دونون ٹانگون کے
بیچ مین ایک لکڑی لگاتے اور اوسکے حالت جانکنی پر ترس کہاکر ہاتہون اور پاؤن
مین کیلین ٹہوکنے سے باز رہتے وہ اوسے قتل کرنیکے واسطے صلیب پر کہینچتے تہے یا چند
روز تک مہمان رکہنے کیواسطے

(صفحہ ۴۳) قولہ صلیب پر چڑہا دینے سے انسان مر نہین جاتا کیونکہ اوسکی
صرف ہتیلیان اور کبہی ہتیلیان اور پاؤن زخمی ہوتے تہے اوسکے مرنیکا سبب یہہ
ہوتا تہا کہ چار چار یا پانچ پانچ دن تک اوسکو صلیب پر لٹکائے رکہتے تہے اور ہاتہہ
پاؤن کے چہید دن اور بہوک اور پیاس اور دہوپ کا صدمہ اوٹہاتے اوٹہاتے کئی
دن مین مرتا تہا چنانچہ اوسکی سند طیطوس کی شہادت سے جو کتاب سطری کا ان صفحہ ۱۱۱

ہین اور ارنجیریس کی شہادت ہے جو تفسیر انجیل متی مطبوعہ گوسیگارٹن صفحہ ۶۳
مین مندرج ہے اور ارنسطریان کی کتاب صفحہ ۲۹۰ سے جو حضرت مسیح کے حالات
مین لکھی ہے اور یوسی بیوس کی تاریخ کلیسیا صفحہ ۲۹۱ سے بخوبی پائی جاتی ہے الخ
ج کبھی ایسا ہی شاید ہوتا ہوگا مگر جو شخص کہ اپنی صلیب نہ اوٹھا سکے وہ ہاتھ پانو
چھیدا ہوا بہوک اور پیاس اور دہوپ کی صدمے اوٹھاتا ہوا چار یا پانچ دن تک
کا تو کیا ذکر ہے چار یا پانچ گہنٹے بہی کسیطرح زندہ نہین رہ سکتا ہے اور نہ فقط ایسا
ہا تو ان مصلوب جنکا بیان ذکر ہے بلکہ ایسی حالت مین تو کوئی بڑا پہلوان سخت جان
بہی چار پانچ دن تک اگر زندہ رہ سکے تو پہر قیامت تک اوسکے مرنیکا کوئی یقین
نہین کر سکتا ہے آپ نے بہت سے کتابونکا حوالہ اسلئے لکھہ دیا تا کہ پڑہنے والا گہبرا کر
ذرا ہی جہونٹہ اور سچ مین امتیاز کرنیکا حواس نہ پیدا کر سکے حالانکہ ان کتابون مین بعض
ایسے ہین کہ کسیکے کتبخانہ مین نہ پائی جائینگی باوجود اسکے اونمین کہین بہی یہہ ذکر نہین ہے
کہ کوئی مصلوب چار پانچ دن تک نہ مرتا تھا ہان دو ایک دن تک لٹکے رہنے کا ذکر بعضون
نے لکہا ہے مگر وہ بہی ہر مصلوب کی یہہ صفت نہین ہے بلکہ نہایت شاذ و نادر

(صفحہ ایضاً) قولہ جبدن حضرت عیسی صلیب پر چڑہائے گئے وہ جمعہ کا دن
اور یہودیون کے عید فصح کا تہوار تہا دوپہر کا وقت تہا جب اونکو صلیب پر چڑہایا گیا
اسمین کچہہ شبہہ نہین کہ اونکی ہتیلیون مین کیلین ٹہوکی گئین مگر یہہ امر مشتبہہ ہے کہ پاؤن
مین بہی کیلین ٹہوکی گئین یا نہین کیونکہ انجیل یوحنا مین صرف ہتیلیون کی چہید دیکہنے کا
ذکر اور لوک کی انجیل مین ہاتہہ و پاؤن دونون کا مگر اس اختلاف سے جو اصل امر ہے
اوسمین کچہہ اثر پیدا نہین ہوتا الخ ج اسکا جواب پادریون کو دینا چاہئے ورنہ
ان دونون انجیلونمین سے ایک کے غلطی وہ تسلیم کرین

(صفحہ ۴۴) قولہ عید فصح کے دن کے ختم ہونے پر یہودیون کا سبت
شروع ہونیوالا تہا اور یہودی مذہب کی رو سے ضرور تہا کہ مقتول یا مصلوب کی لاش
قبل ختم ہونے دن کے یعنے قبل شروع ہونے سبت کے دفن کر دیجاوے مگر
صلیب پر انسان اسقدر جلدی نہین مر سکتا تہا اسلئے یہودیون نے درخواست
کی کہ حضرت مسیح کی ٹانگین توڑ دی جاوین تا کہ وہ فی الفور مر جاوین مگر حضرت عیسی

کی ٹانگین توڑی نہین گئین اور لوگون نے جانا کہ وہ اتنی ہی دیر مین مر گئے برچہی کا حضرت
عیسی کی پہلو مین اونکے زندہ یا مردہ ہونیکے شناخت کے لئے چہبونا صرف یوحنا کی انجیل
مین ہے اور کسی انجیل مین نہین ہے اور نہ اوسوقت جبکہ حضرت عیسی نے اپنے
ہاتہون کے چہید حواریون کو دکہلائے پسلے کے چہید کا دکہایا کسی انجیل مین لکہا ہے
اسلئے برچہی کا چہبونا نہایت مشتبہہ ہے معہذا اگر وہ صحیح بہی ہو تو وہ بہی کوئی ایسا
زخم جس سے فی الفور ہلاکت ہو متصور نہین ہو سکتا الخ ج یہہ قرآن کی تفسیر آپ
لکہہ رہے ہین یا انجیل مرقس و یوحنا کے قرآن مین پسلے وغیرہ چہیدنیکا کہان ذکر ہے
پہران باتون کو قرآن کی تفسیر سے کیا علاقہ اگر بزعم آپکے انجیل لوقا مین ہاتہہ
اور پانو دونونکا چہیدا جانا اور انجیل یوحنا مین برچہی سے پسلے کا چہیدا جانا غلط لکہا ہے
تو نصرانی علما سے یہہ آپکا مناظرہ ہے مسلمانونکو اس سے کیا کام ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ جبکہ لوگون نے غلطی سے جانا کہ حضرت عیسی درحقیقت
مر گئے ہین تو یوسف نے حاکم سے اونکے دفن کرنیکی درخوست کی وہ نہایت متعجب
ہوا کہ ایسی جلد مر گئے اس قدر جلدی مر جانے کے خبر سے کچہہ حاکم ہی کو تعجب نہین
ہوا بلکہ عیسائی بہی اوسکو نا ممکن سمجہتے تہے اور اسلئے تیسری صدی عیسوی مین جو
عیسائی علما تہے اونہون نے حضرت عیسے کا اسقدر جلد مرنا آخر کار ایک معجزہ قرار
دیا تہا الخ ج آپکا مطلب یہہ ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر سے زندہ اوتار لئے
گئے تہے اور جن لوگون نے اونہین مردہ سمجہا تہا یہہ اونکے غلط فہمی تہی اب ہم نہین
جانتے کہ پادری لوگ اسکا کیا جواب دینگے کیونکہ باتفاق جمہور علماء نصاریٰ جبکہ
حضرت عیسیٰ کی صلیبی موت سب عیسائیون کے گناہون کا مخصوص کفارہ ہے تو
حضرت عیسیٰ کے صلیبی موت نہ ثابت ہونیکی حالت مین سارے عیسائیونکا ایمان کہان
باقی رہا اور کسی عیسائی کی نجات پانیکا کوئی اور وسیلہ اب کیا ہے مگر مسلمانون کو
اس مسئلہ سے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر زندہ رہے یا مردہ کچہہ بہی علاقہ نہین ہے کیونکہ
وہ اونکے صلیب پر کہنچے جانیکا بہی عقیدہ نہین رکہتے ہین اب رہی یہہ بات کہ آیا جو
شخص صلیب پر کہینچا گیا تہا وہ زندہ اوسپر سے اوتارا گیا تہا یا مردہ اسکی تنقیح کچہہ مشکل نہین ہے
انجیل یوحنا سے ثابت ہے کہ تحقیق حالت زیست و موت کیواسطے یہانتک اہتمام کیا گیا کہ

باوجود خوف حالت مرگ اوس مصلوب کی برچھی سے پسلی چھیدی گئی اور تمام افسران اور سپاہیون اور ڈاکٹرنے جو اوسوقت اچھی طرح کی خدمت مین مصروف تھے بخوبی معلوم کرلیا کہ مصلوب زندہ نہین ہے تو اب اٹھارہ سو برسون کے بعد آپ کو کہان سے یہہ خبر ملگئی کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ صلیب پر سے اوتار لئے گئے تھے

(صفحہ ایضاً) قولہ حضرت عیسی صرف تین چار گھنٹہ صلیب پر رہے کسی کتاب سے یہہ نہین معلوم ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز وتکفین کے حضرت عیسی کے ساتھہ عمل مین آئی تھی بلکہ صرف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسف نے اونکو ایک لحد مین رکھا اور اوسپر ایک پتھر ڈھانک دیا اسبات کا تصفیہ نہین ہوسکتا کہ یوسف نے یہہ کام اسلئے کیا تھا تاکہ حضرت عیسی کے دشمن یقین کرلین کہ درحقیقت حضرت عیسی مرگئے اور وہ جانتا تھا کہ وہ مرے نہین ہین یا انکہ درحقیقت اونکو مردہ سمجھکر اوسنے لحد مین رکھہ دیا تھا بہرحال رات کو وہ اوس لحد مین نتھے اور اس سے پہلے بات کی تائید ہوتی ہے الخ **ج** پہلی بات کی یعنے اس بات کی کہ یوسف نے یہہ کام اسلئے کیا تھا تاکہ حضرت عیسیٰؑ کے دشمن یقین کرلین کہ درحقیقت حضرت عیسی مرگئے اور وہ یعنے یوسف جانتا تھا کہ وہ مرے نہین ہین الخ مطلب یہہ کہ محض مکر سے حضرت عیسیٰؑ کے موت مشہور کرنیکے لئے یوسف نے دفن کردیا تھا تاکہ رات کے وقت نکال لیجائین اور یوسف کو معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہین لیکن آپ کے اس بدگمانی کے ثبوت مین کوئی دلیل بہی ضرور ہے یا فقط آپہی کا قیاس کافی ہے اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ کسی کتاب سے نہین معلوم ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز وتکفین کے حضرت عیسی کے ساتھہ عمل مین آئی تھے الخ حالانکہ یوحنا ۱۹ باب ۳۹ مین ہے کہ خوشبویون کے ساتھہ سوتی کپڑے مین یہودی دستور کے بموجب کفنایا تھا اب فرمائیے کہ ہم کسی جھوٹا سمجھین آیا خانصاحب بہادر کو یا انجیل نویس کو

(صفحہ ۴۵) قولہ معلوم ہوتا ہے کہ خود یہودیون کو بہی شبہہ تھا کہ وہ مرگئے ہین یا نہین اسلئے صبح کو یعنے بروز شنبہ اونہون نے حاکم کی اجازت سے وہان پہرہ متعین کردیا مگر اب کیا فائدہ تھا جو کچھہ ہونا تھا وہ اس سے پہلے ہوچکا تھا الخ **ج** یعنے چالاک لوگون نے اوس مصلوب کو زندہ قبر سے نکال کر کہین چھپا دیا تھا وہ خانصاحب بہادر کیا کہتا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ سندوکیس دارا کی حکم سے صلیب پر چڑہایا گیا اور پہر اوسکے حکم سے اوتارا گیا وہ زندہ رہا اور رہا کردیا گیا یوسیفس مورخ نے اپنی سوانح عمری مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ طیطوس بادشاہ کی حکم سے بہت سے قیدی صلیب پر چڑہائی گئے اونمین سے تین آدمی اوسکے ملاقاتی تہی اوسنے بادشاہ سے اونکی سفارش کی اور وہ صلیب پر سے اوتار لے گئے اور اونکا معالجہ کیا گیا مگر اونمین سے دو آدمی مرگئے اور ایک شخص اچہا ہوگیا حضرت عیسی تین چار گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اوتار لئے گئے تہے اوسی طرح پر یقین ہوسکتا ہے کہ وہ زندہ تہے رات کو وہ لحد مین سے نکال لے گئے اور وہ مخفی اپنے مریدون کی حفاظت مین رہے حواریون نے اونکو دیکھا اور ملے اور پہر کسیوقت اپنی موت سے مرگئے بلاشبہہ اونکو یہودیون کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن کردیا ہوگا جو ابتک نامعلوم ہے اور یہہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمانپر چلے گئے الخ **ج** صلیب سے زندہ اوتار لیا جانا اور مکر سے مُردہ مشہور کرنیکے لئے دفن کردینا اور رات کیوقت حضرت عیسیٰؑ کو چوری کی طور پر قبر سے نکال لیجانا اسکا جواب تو پادریون کے ذمہ ہے مسلمانون سے یہہ باتین بیعلاقہ ہین اور ان سب باتون سے خانصاحب بہادر کا مطلب یہہ ہے کہ برخلاف ماقتلوه وماصلبوه کی کسیکو حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر کہینچے جانیمین شک باقی نرہے اور یہہ جو خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ مخفی اپنے مریدون کی حفاظت مین رہے اور پہر کسیوقت اپنی موت سے مرگئے اور بلاشبہہ اونکو یہودیون کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن کردیا ہوگا الخ یہہ آپکا قیاس محض ویریزین کی وجہہ سے ہے یہی سارا مضمون اب سے چند سال پیشتر یعنے یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۹۲ ہجری کی تہذیب الاخلاق مین منشی چراغ علی صاحب کے نام سے بہی مطبوع ومشتہر ہوچکا ہے جسکا جواب رسالہ اشراق اونہین دنون چہاپا گیا تہا اوس تہذیب الاخلاق مین کہین دیہات مین حضرت عیسیٰؑ کا چہپا رہنا لکہا ہے مگر یہہ حکمت عملی خانصاحب بہادر کی لئے مخصوص ہے کوئی پیغمبر ایسا حیلہ باز اور زمانہ ساز نہین ہوسکتا ہے آپ اسلئے یہہ مکر کی باتین بنارہے ہین تاکہ لوگ پیغمبرون کو محض دنیادار اور مردم فریب کہین اور حضرت عیسیٰؑ کا مخفی اپنے مریدون

کی حفاظت مین رہنا اور کسیوقت اپنے موت سے مرنا اور بلا شبہہ یہودیون کے
خوف سے مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن ہونا جبکہ ان باتون مین سے کسی ایک
بات کی بہی سوا بلا شبہہ کے آپ کی پاس کوئی دلیل اور ثبوت نہین ہے تو اس
طول کلام سے آپکا مقصود فقط بیوقوفون کو دہوکا دینا ثابت ہوا اب رہا آپکا یہہ
قول کہ عیسائیون نے مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے الخ انجیل ہی مین صاف
لکہا ہے کہ وہ یہہ کہکر اونکے دیکہتے ہوئے اوپر اوٹہایا گیا اور بدلی نے اوسے اونکی
نظرون سے چہپا لیا (اعمال ا باب ۹) اور اس انجیلی لفظ اوپر اوٹہایا گیا کی مرادف
قرآن مین ہے بل رفعہ اللہ الیہ اور حضرات حواریون کے زمانہ سے آجتک تمام مفسرین
انجیل اور تمام مفسرین قرآن اور سب خاص وعام نصاری اور اہل اسلام مین سے کسینے
بہی ادنی شک حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر جانے مین نہین کیا ہے گویا زمین و آسمان حضرت
عیسیٰؑ کے آسمان پر تشریف لیجانیکے گواہ ہین پس اتنے بڑے اسباب صداقت کے مقابل
مین آپ کا یہہ قیاس کہ عیسائیون نے مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے الخ آپ کو
اسفل السافلین کا مستحق ثابت کرتا ہے یا نہین

(صفحہ ایضاً) قولہ حضرت موسیٰ کی وفات کے وقت بہی نہایت شبہہ تہا کہ
بنی اسرائیل جو پہاڑون اور جنگلون مین پہرتے پہرتے اور دشمنون سے لڑتے لڑتے
حضرت موسیٰ کے ہات سے نہایت تنگ ہو گئے تہے حضرت موسیٰ کی لاش کے ساتہہ کیا
کرینگے اسلئے اونکو بہی ایک پہاڑ کے کہو مین ایسے نامعلوم مقام مین دفن کیا تہا کہ آجتک
کسیکو اوسکا پتہ معلوم نہین ہوا حضرت علی مرتضیٰ کا جنازہ بہی خوارج کے خوف سے
اسیطرح دفن کیا گیا تہا حالانکہ خوارج کا خوف بہ نسبت یہودیون کے بہت کم تہا
اور اسیطرح بعض فرق شیعہ نے حضرت علی مرتضیٰ کی نسبت بہی کہا تہا کہ وہ آسمان پر
چلے گئے الخ **ج** آپ کا مطلب یہہ ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کے ہات سے
نہایت تنگ ہو گئے تہے اسلئے حضرت موسیٰؑ کی قبر پوشیدہ رکہی گئی تاکہ بنی اسرائیل
اوس قبر سے اپنا کینہ دیرینہ نہ ظاہر کرین حالانکہ توریت مین یہہ عبارت موجود ہے
کہ بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے مواب کے جنگل کے میدانون مین تیس دن تک روتے رہے
(استثناء ۳۴ باب ۸) اب فرمائی کہ یہہ حضرت موسیٰؑ کیساتہہ بنی اسرائیل کی دوستی

کی عداوت تہی یا دشمنی کی اسکے سوا اسرائیلیون کو حضرت موسیٰؑ کی بعد جسقدر دشمنون
سے لڑنا پڑا حضرت موسیٰؑ کیوقت مین اسکا عشر عشیر بہی نوبت نہ آئی تہی پہر حضرت موسیٰؑ کے
ہات سے تنگ آنیکی وجہہ کیا تہی اور کیا اسیکو نہایت تنگ آنا کہتے ہین کہ حضرت موسیٰؑ
کی وفات کے بعد تیس دن اسرائیلیون نے اونکا ماتم کیا تہا لیکن حضرت موسیٰؑ کی قبر پوشیدہ
رکہنے کی وجہہ یہہ ہوئی کہ اونکے ہات سے ایسے عالمگیر معجزے ظاہر ہوئے تہے جیسے تمام
لشکر فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کیواسطے سمندر مین شاہراہ ہو جانا اور چالیس
برس لاکہون آدمیون کا آسمانی خوراک سے پرورش پانا اور ظہور تجلی طور اور
نزول کتاب مسطور اور چٹان سے جوشش چشمہ آب اور سحاب بالغ حدت آفتاب
اور خدا سے روبرو ہو کر ملاقات اور سیکڑون اس قسم کے معجزات جو ظہور مین آئے تہے
پس مصلحت ایزدی مقتضی اسکے ہوئی کہ اگر قبر موسیٰؑ تک لوگون کی رسائی ہوگی تو بیشک
اوسکی پرستش قریب مرتبہ خدائی ہوگی یہہ شرک خدا پرستون مین عام ہوگا کفر سے
بدتر اون شبہون کا اسلام ہوگا اسکے سوا حضرت موسیٰؑ کی نظیر حضرت عیسیٰؑ سے کچہ
بہی مناسبت نہین رکہتی ہے حضرت موسیٰؑ کی وفات اور اونکی تجہیز و تکفین سے کوئی
ناواقف نہ تہا اور یہہ بہی سبکو معلوم تہا کہ سرزمین مواب مین بیت فغور کے مقابل اونکا
مزار ہے مگر حضرت عیسیٰؑ کی بابت تو آپ خود اقرار کرتے ہین کہ کسی وقت اپنی موت
سے مر گئے اور بلا شبہہ اونکو یہودیون کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور
پر کسی نامعلوم مقام مین دفن کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ نہ آپکو حضرت عیسیٰؑ کی موت
کا وقت معلوم ہے اور نہ وہ مقام جہان دفن کئی گئی اور نہ دفن کرنیکا طور کیونکہ آپ خود
اوسے مخفی فرماتے ہین لیکن باوجود اسکے حضرت عیسیٰؑ کا مرنا اور مخفی طور پر
کسی نامعلوم مقام مین دفن ہونا آپکو بلا شبہہ معلوم ہو گیا یہہ عجیب معلوم بات ہے کہ ہمزاد کا
عمل بہی اسکے آگے ماتتا ہے اسکے سوا حضرت موسیٰؑ کو تو سب جانتے ہین کہ یقیناً اونکی
وفات ہوئی اور فلان سرزمین مین دفن کئی گئی لیکن حضرت عیسیٰؑ کا مخفی اپنے مریدون
کی حفاظت مین رہنا اور کسی وقت اپنی موت سے مرنا اور مخفی طور پر کسی نامعلوم
مقام مین دفن ہونا کسیکو بہی معلوم نہ تہا اور یہین سے ثابت ہوا کہ یہہ ساری باتین
آپ کی سراسر جہوٹہ ہین ورنہ ممکن نہ تہا کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کیطرح حضرت عیسیٰؑ

کی وفات اور وقت وفات خواہ اتفاقی یا اختلافی ہے اور یہہ کہ کس سرزمین
مین وہ دفن کئے گئے کوئی بہی واقف نہوتا اور حضرت موسیٰؑ کی قبر تو اسلئے مخفی رکہی
گئی کہ لوگ ودسے پرستش گاہ نہ بنالین مگر حضرت عیسیٰؑ کی تو یہودی اسقدر معتقد تہے
پہر اونکی قبر پوشیدہ رہنے کی کیا وجہہ تہی اور اگر اسلئے وہ قبر ظاہر نکی گئی کہ یہودی
لوگ دشمنی کے سبب کچہہ اوسکی بیعزتی کرتے تو یہہ یہودی دستور کے بالکل
خلاف تہا وہ جسے اپنا دشمن جانتے اوسکی قبر کیا تہہ بہی کبہی بے ادبی نہین کرتے
تہے (دیکہو تثنی ۲۳ باب ۲۹) اور اسیطرح حضرت علی مرتضیٰؑ کے جنازہ کی نظیر
بہی آپنے صریح بیمحل لکہی ہے کیونکہ اونکا بہی وقت وفات وغیرہ کسی سے پوشیدہ
نتہا اور اونکے آسمانپر جانیکا عقیدہ کہین شاذونادر لوگونکو ہوگا اسے حضرت عیسیٰؑ کے
آسمان پر جانے سے کیا نسبت ہے کیونکہ ایک جہان کو اسکا عقیدہ اور انجیل و
قرآن مین اسکی خبر موجود ہے مگر آپنے اسلئے یہہ نظیر یہان پیش کی ہے تاسب
لوگ جانین کہ حضرت علیؑ کے آسمان پر جانیکی خبر جسطرح صریح جہوٹہہ ہے اسیطرح
حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانیکی خبر بہی محض جہوٹہہ ہے

(صفحہ ۴۶ و ۴۷) قولہ قرآن مجید مین حضرت عیسیٰؑ کی وفات کی متعلق چار جگہہ
ذکر آیا ہے اول تو سورہ آل عمران مین اور وہ بہی آیت ہے جسکے ہم تفسیر لکہتے ہین کہ
جب اللہ نے عیسیٰؑ سے کہا کہ بیشک مین تجہکو وفات دینے والا ہون اور تجہکو اپنی طرف
رفع کرنیوالا ہون دوم سورہ مائدہ مین جہان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالے نے حضرت
عیسی سے کہیگا کہ کیا تونے لوگون سے کہا تہا کہ تجہکو اور تیری ماں کو خدا بناؤ
تو حضرت عیسیٰؑ کہینگے کہ مین نے اونسے نہین کہا بجز اوسکے جسکا تونے مجہکو حکم دیا تہا کہ
خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور جبتک مین اونمین رہا اونپر شاہد
تہا پہر جب تونے مجہکو وفات دی تو تو اونپر نگہبان تہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے سوم سورہ
مریم مین جہان فرمایا ہے کہ جب حضرت مریم حضرت عیسی کو علما یہود سے کلام کرنیکو
لے آئین تو حضرت عیسی نے کہا کہ مین خدا کا بندہ اور نبی ہون مجہکو کتاب ملی
ہے اور مجہکو حکم دیا ہے نماز کا اور زکوٰۃ کا جبتک کہ مین زندہ رہون اور اپنی ماں کے
ساتھ نیکی کرنیکا اور مجہکو جبار اور شقی نہین بنایا ہے اور مجہ پر سلامتی ہے جسدن کہ مین پیدا

ہوا اور جسدن کہ مرونگا اور جسدن کہ پہر زندہ ہوکر اوٹہونگا یعنے بروز حشر چہارم سورہ نسا
مین جہان یہودیون کے کفر کے اقوال بیان کئے ہین وہان اونکا یہہ قول نقل کیا ہے
کہ یہودی کہتے تہے کہ ہمنے عیسی بن مریم رسول خدا کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ اونہون نے
اونکو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا ولیکن اونپر صلیب پر مار ڈالنے کے شبہہ کردیگئی
اور جو لوگ کہ اسمین اختلاف کرتے ہین البتہ وہ اس بات مین شک مین پڑے ہین اونکو
اوسکا یقین نہین ہے بجز گمان کی پیروی کے اونہون نے اونکو یقیناً قتل نہین کیا بلکہ خدا
نے اپنے پاس اونکو اوٹہا لیا پہلے تین آیتون سے حضرت عیسی کا اپنی موت سے
وفات پانا علانیہ ظاہر ہے مگر جوکہ علمار اسلام نے بہ تقلید بعض فرق نصارےکے
قبل اسکے کہ مطلب قرآن مجید پر غور کرین یہ تسلیم کرلیا تہا کہ حضرت عیسی زندہ آسمان پر
چلے گئے ہین اسلئے اونہون نے ان آیتون کے بعض الفاظ کو بہی غیر محقق تسلیم کیمطابق کرنے
کو بیجا کوشش کی ہے پہلی آیت مین صاف لفظ متوفیک کا واقع ہے جسکے معنے ہمیشہ
ایسے مقام پر موت کے لئے جاتے ہین خود قرآن مجید سے بہی اسکی تفسیر پائی جاتی ہے جہان
خدا نے فرمایا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا ابن عباس اور محمد ابن اسحق نے بہی جیسیکہ
تفسیر کبیر مین لکہا ہے متوفیک کے معنے ممیتک کے لئے ہین یہی حال لفظ توفیتنی کا ہے جو
دوسری آیت مین ہے اور جسکے صاف معنے یہہ ہین کہ جب تونے مجہکو موت دی یعنے
جب مین مرگیا اور اونمین نہین رہا تو تو اونکا نگہبان تہا پہلی آیت مین اور چوتہی آیت
مین لفظ رفع کا بہی آیا ہے جس سے حضرت عیسی کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ
یہہ کہ اونکی جسم کو اوٹہا لینے کا الخ **ج** آپ فرماتے ہین کہ پہلے تین آیتون سے حضرت
عیسیٰؑ کا اپنی موت سے وفات پانا علانیہ ظاہر ہے یہہ آپکا قیاس صحیح نہین ہے آپ تو قرآن کے
کسی لفظ کی یہانتک کہ حجی و میت وغیرہ کی بہی مشہور لفظی معنے تسلیم نہین کرتے تہے (دیکہو سورہ
بقر کی نیچری تفسیر) اب یہان کیا ہوا کہ متوفیک کی مشہور لفظی معنی پر اکتفا کیا گیا کیا یہہ لفظ کوئی مرادی
معنے نہین رکہتا تہا اور اسی مقام پر رافعک کے لفظی معنے جو آپ کے خلاف مقصود تہے
مراد کیوں گئے اگرچہ متوفیک کے لفظی معنے بہی محض وفات نہین قطع نظر اسکے حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکا لفظی ترجمہ یہہ لکہا ہے برگیرندہ توام اور شاہ رفیع الدین
صاحب نے لکہا ہے مین لینے والا ہون تجہکو اور شاہ عبدالقادر صاحب نے لکہا ہے

مین تجکو پہیر لون گا اور یہہ حسب محاورہ ترجمہ ہے اور واضح ہو کہ علمار سے خطا اگر ایسی مقامون مین ہوتی ہے تو تفسیر مین ہوتی ہے مگر ترجمہ مین کیا تصرف ہو سکتا ہے اسوجہہ سے یہہ قول آپکا کہ علمار اسلام نے بتقلید بعض فرق نصارے کے قبل اسکے کہ مطلب قرآن مجید پر غور کرین یہہ تسلیم کر لیا تہا کہ حضرت عیسی زندہ آسمانپر چلے گئے الخ صریح غلط ثابت ہوا کیونکہ علمار اسلام کی تسلیم اور غیر تسلیم پر اسکا ثبوت منحصر نہین ہے جبکہ قرآن ہی مین رافعک موجود ہے چنانچہ آپنے ہی سورہ نسار کی آیۃ رفعہ اللہ الیہ کا ترجمہ یہی لکہا ہے کہ خدانے اپنے پاس اونکو اوٹہا لیا (دیکہو صفحہ ۴۰) پس حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر چلے جانیکے ثبوت مین تو آپ کا تحریری اقرار ہی ہمارے پاس موجود ہے علاوہ تمام جہان کی گواہی اور دو الہامی کتابون یعنے انجیل اور قرآن اور دو مقامون قرآن کے جہان رفع کا لفظ موجود ہے یعنے سورہ نسار رکوع ۲۲ وسورہ آل عمران رکوع ۶ مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمانپر نجانیکے ثبوت مین آپکے پاس کوئی بہی دلیل نہین ہے سوا اسکے کہ تفسیر کبیر مین لکہا ہے متوفیک کے معنے ممیتک کے ابن عباس و محمد ابن اسحاق نے لئے ہین الخ اور وہ بہی کیا معلوم کہ وہان کسطرح پر لکہا ہے اور آپ نے کیا اوسکا مطلب پہیرا ہوگا اور اور بالفرض اگر بعض علمار کی اس قیل وقال کو تسلیم ہی کرین تو حضرت عیسیٰؑ کے دو چار گہنٹے مردہ رہنے کا اسلام مین بہی ذکر ہے اور یہہ اونکے زندہ ہو کر آسمانپر جانیکا منافی تہا کیا وہ جو مردونکو زندہ کرتا تہا خود نہین مرکر زندہ ہو سکتا تہا بلکہ حضرت عیسیٰؑ کیواسطے مردہ زندہ کرنیکا معجزہ مخصوص ہونیکی وجہہ یہی تہی کہ اونہین خود کبہی مرکر زندہ ہو جانا منظور تہا ورنہ زبان دراز لوگ یہہ مثل ضرور اونپر لاتے کہ ای طبیب اپنا علاج کر اور سورہ مائدہ کے آیہ توفیتنی کا وہ مطلب نہین ہے جو آپ نے لکہا ہے کہ گویا حضرت عیسیٰؑ مرکر پہر زندہ نہین ہوے بلکہ آسمانپر جانے سے پیشتر جو چند ساعت تک مردہ رہے تہے یہہ اوسکا ذکر ہے کیونکہ اسکے بعد زندہ ہو کر پہر وہ دنیا مین نہین رہے پس امت سے مدت جدائی حضرت عیسیٰؑ کی اوسیوقت سے قایم ہوتی ہے جبکہ وہ چند ساعت مردہ رہے تہے اسیکا اس آیت مین ذکر ہے کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم الآیۃ مگر یہہ تاویل بہی اوسوقت ہو سکتی ہے جبکہ بپاس خاطر آپ کے مادمت فیہم کیجگہہ مادمت حیا کو قایم کرین حالانکہ وہان نہ حیا کا لفظ ہے اور نہ توفیتنی سے قطعی مراد ممات ہے

یہہ آپ جو فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ کہین پوشیدہ زندگی بسر کرتے رہے اور وہین مرکر دنیا ہی مین یہودیون کی عداوت سے مخفی طور پر کہین دفن کئے گئے اور یہہ مشہور کردیا کہ وہ آسمانپر چلے گئے (صفحہ ۴۵) مطلب یہہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی رسالت اور اونکے مرکر زندہ ہونے اور آسمانپر جانیکی شہرت یہہ سب جعلسازی اور دغابازی کی باتین ہین اور اسکے کچہہ اصل حقیقت نہین ہے کیونکہ جب وہ آپ کہین چہپے بیٹہے رہتے تو رسالت کیسی اور زندہ ہونا اور آسمانپر جانا تو آپکے نزدیک فی الحقیقت واقع نہوا تہا محض ہوا بندی کے لئے یہہ باتین مشہور کی تہین یہہ سب آپ ہی کا عقیدہ ہے اور اسکا ثبوت کچہہ ہی نہین ہے

(صفحہ ۴۸) قولہ تفسیر کبیر مین ہی بعض علمار کا قول لکہا ہے کہ لفظ رفع کا تعظیماً اور تفخیماً بولا گیا ہے جن علمار نے متوفیک کے معنے ممیتک کے قرار دئے ہین اونہون نے قرآن مجید کو ٹہیک ٹہیک معنے سمجہے تہے اونکا خیال تہا کہ یہودیون نے حضرت عیسی کو قتل نہین کیا بلکہ وہ خود اپنی موت سے مرے مگر اونہون نے رافعک کے معنون مین غلطی کی جو یہہ خیال کیا کہ پہر زندہ ہو کر آسمانپر چلے گئے کیونکہ رافعک کے لفظ سے جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے آسمانپر جانا لازم نہین آتا تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ حضرت عیسے پر موت طبعی طاری کرنیسے مقصود یہہ تہا کہ اونکے دشمن اونکو قتل نکرسکین وہب کا یہہ قول ہے کہ وہ تین گہنٹہ تک مردہ رہے اور محمد ابن اسحاق کا قول ہے کہ سات گہنٹے تک پہر زندہ ہوے اور آسمانپر چلے گئے اور ربیع بن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالے نے آسمانپر اوٹہاتے وقت موت دی بہرحال ان اقوال سے اسقدر ثابت ہوا کہ بعض علمار اس بات کے قائل ہوئے ہین کہ حضرت عیسیٰ کو موت طبعی طاری ہوئی اور بعض علمانے رفع کے لفظ سے حضرت عیسی کے جسم کا آسمانپر اوٹہا لینا مراد نہین لیا بلکہ اوس سے اونکی قدر ومنزلت مراد لی ہے پس جب ان دونون قولون کو تسلیم کیا جاوے تو جو ہم بیان کرتے ہین وہی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسی کو یہودیون نے نہ سنگسار کرکے قتل کیا نہ صلیب پر قتل کیا بلکہ وہ اپنی موت سے مرے اور خدانے اونکے درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا الخ

ج آپ فرماتے ہین کہ تفسیر کبیر مین ہی بعض علما کا قول لکہا ہے کہ لفظ رفع کا تعظیماً اور تفخیماً بولا

گیاہے الخ لیکن اگر یہہ صحیح ہی ہو تب ہی بعض کے مقابل مین اکثر بلکہ کُل علمانے جو یہہ ترجمہ کیا ہے
کہ برداشت ادرا خدا تعالی بسوی خود (ترجمہ شاہ ولی اللہ رح) اور اوٹہالیا اوسکو اللہ نے
اپنی طرف (ترجمہ لفظی شاہ رفیع الدین رح) اور اوسکو اوٹہا لیا اللہ نے اپنی طرف (شاہ عبدالقادر)
اور کوئی ترجمہ اسکے خلاف نہین ہے اب فرمائی کردہ بعض کا قول اعتبار کے لایق ہے
یا یہہ کل علمار کا قول اور اون بعض کے اقوال کو شاہ ولی اللہ صاحب یا شاہ رفیع الدین
صاحب نے ہی کہین دیکھا تہا یا نہین اور اگر دیکھا تہا تو اونکے خلاف جو لفظ رفع کا
ترجمہ ان علمار نے کیا ہے یہہ اون بعض کے اقوال کے تردید پر دلیل ہے یا تسلیم پر
پہر آپ فرماتے ہین کہ جن علمار نے متوفیک کے معنے ممیتک کے قرار دیئے
ہے اونہون نے ٹہیک ٹہیک معنے قرآن مجید کے سمجہے تہے الخ کیا خوب جو آپ
کی سی عقل رکہتے تہے اونہین نے قرآن کے معنے ٹہیک ٹہیک سمجہے تہے اسکا ثبوت کیا ہے
پہر آپ فرماتے ہین کہ مگر اونہون نے رافعک کے معنون مین غلطی کی جو یہہ خیال کیا
کہ پہر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے الخ اب اونہین بعض علما کی جو متوفیک کی تحقیق مین
قرآن مجید کی ٹہیک ٹہیک معنے سمجہتے تہے رافعک کے معنون مین جو آپ کی رای کے
خلاف ظاہر ہوئے غلطی ثابت کی گئی جس سے ظاہر ہو گیا کہ متوفیک کے معنے اگرچہ
بعض نے ممیتک کے قرار دئے تہے مگر رافعک کے معنے مین اون بعض کا بہی یہی
خیال تہا کہ حضرت عیسیٰؑ پہر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور اکثر اور بعض یعنے جمہور علمار
کا ایسی کے اقرار سے رافعک کے معنے مین بہی اتفاق ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ پہر زندہ
ہو کر آسمان پر چلے گئے یہانتک کہ آپ ہی صفحہ ۷۴ مین اقرار کر چکے ہین کہ خدا نے اپنے
پاس اونکو اوٹہا لیا تہے مگر اسکے آخر مین سب سے زیادہ دانشمندانہ آپکا یہہ
قیاس ہے کہ وہ یعنے حضرت عیسیٰؑ اپنی موت سے مرے اور خدا نے اونکے درجہ
اور مرتبہ کو مرتفع کیا الخ یہہ عجیب بات ہے کہ پیغمبر ہو کر یہودیون کی عداوت کے
خوف سے تبلیغ رسالت چہوڑ کر ساری عمر کہین چہپے بیٹہے رہے اور خدا نے اونکی
درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا کیا درجہ اور مرتبہ کے مرتفع ہونی کی وجہہ یہی ہوتی ہے
کہ رسالت کے حکم کو بالائے طاق رکہہ کر اپنی جان کی حفاظت کے لیے کہین
چہپ کر بیٹہہ رہے اور ساری قوم کی گمراہی کا تماشا دیکہا کرے حالانکہ قرآن مین

خدا اپنے پیغمبر آخر الزمان صلعم کو دعوت اسلام کی تاکید اسطرح فرماتا ہے کہ وان لم تفعل
فما بلغت رسالتہ یعنے اگر یہہ نکیا تو کچہہ بہی رسالت کا حق ادا نکیا واللہ یعصمک من الناس
خدا بچا یگا تجہے لوگون سے اسیطرح حضرت عیسیٰؑ کی بہی خدا حفاظت کرتا پہر اونہین کہین چہپ
رہنے کے کیا ضرورت تہی اسکی سوا پیغمبر کا کام تو فقط یہی ہے کہ جبتک زندہ رہے
تبلیغ رسالت مین کبہی سستی نکرے مگر حضرت عیسیٰؑ کہین چہپے رہکر کیا کیمیا بنایا کرتے تہے
کیونکہ چہپے رہنے کی سبب وہ تبلیغ رسالت صحیح کر نہین سکتے تہے اب آپ کو معلوم کر لینا چاہیے
کہ حضرت عیسیٰؑ نہ کبہی چہپے رہے اور نہ کبہی اونہون نے اپنے کام مین سستی کی اسیوجہہ سے
خدا نے اونکا درجہ اور مرتبہ مرتفع کیا کہ اپنی طرف اوٹہا لیا جیسے کہ آپ ہی صفحہ ۷۴ مین
اقرار کر چکے ہین کہ خدا نے اپنے پاس اونکو اوٹہا لیا تہے

(صفحہ ۴۹) قولہ ان آیتون مین ایک اور لفظ بہی غور کے قابل ہے یعنے مادمت
فیہم اسکے صاف معنے ہین کہ جبتک مین زندہ تہا اور اسکے سند خود قرآن مجید کی دوسری
آیت مین موجود ہے جہان فرمایا ہے مادمت حیا پس صاف ظاہر ہے کہ جو معنے حیا کے ہین
وہی معنے فیہم کے ہین اسکے بعد ہے فلما توفیتنی تو اس سے اور یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس
لفظ سے حیا ہی مراد تہی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جبتک مین اونمین تہا یعنے
زندہ تہا تو مین اونپر شاہد تہا جب تو نے مجہے موت دی تو تو اونکا نگہبان رہا پس ان دونون
آیتون مین اس دنیا ہی مین حضرت عیسیٰ کا زندہ رہنا اور اس دنیا ہی مین اپنی موت سے
مرنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے الخ **ج** سورہ مائدہ مین ہے مادمت فیہم فلما توفیتنی الایہ اور سورہ مریم
مین ہے واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلام علی
یوم ولدت ویوم اموت الایہ پس سورہ مائدہ کی اوس آیت مین نہ لفظ حیا ہے
اور نہ لفظ اموت وہان حضرت عیسیٰ کی مخصوص ذاتی کامونکا ذکر نہین ہے برخلاف
سورہ مریم کے کہ یہان صلوۃ و زکوۃ وغیرہ مخصوص ذاتی کامونکا ذکر ہے اس وجہہ سے سورہ
مائدہ مین فیہم کا قایم مقام حیا ہو نہین سکتا ہے اور اسیوجہہ سے توفیتنی سے بہی وہان قطعے مراد
موت نہین ہے اور سورہ مریم مین حیا اور اموت دونون موجود ہین جس سے مراد بعثت
سے پیشتر مر جانا مراد ہے لیکن اگر آپ ہی کی تاویل کا اوب کیا جاوے تو آسمان پر جانے
سے پیشتر چند لحظہ حضرت عیسیٰؑ کا مردہ رہکر زندہ ہو جانا یہان ثابت ہوتا ہے مگر اس حالتمین

ہی آچکا یہہ قول غلط ہو جائیگا کہ اس دنیا ہی مین حضرت عیسی کا زندہ رہنا اور اسی دنیا ہی مین اپنی موت سے مرنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سورہ مریم مین اموت کے بعد یوم ابعث حیا بہی موجود ہے جس سے اس دنیا ہی مین مر کر زندہ ہو جانا بہی بخوبی ظاہر ہوتا ہے اور کوی وجہہ نہین کہ فہم کیجگہہ سورہ مریم سے حیا کا لفظ لیا جائے اور باقی عبارت اس آیت کے اوس آیہ سورہ مائدہ سے بیعلاقہ رکہی جائے

(صفحہ ایضاً) قولہ اب باقی رہی چوتہی آیت مگر جب یہہ تحقیق ہو گیا کہ یہودی یہہ دعوی کرتے تہے کہ ہمنے حضرت عیسی کو سنگسار کر کے قتل کیا تہا اور عیسائی یہہ یقین کرتے تہے کہ یہودیون نے صلیب پر حضرت عیسی کو قتل کیا تہا حالانکہ یہہ دونون باتین غلط تہین وہ سنگسار تو ہرگز نہین ہوئے صلیب پر البتہ لٹکائے گئے مگر صلیب پر مرے نہین ان دونون اعتقادون کی رد کرنیکو خدا نے فرمایا کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ پہلے ما نافیہ سے نفس قتل کا سلب ہوتا ہے اور دوسرے سے کمال صلیب کا کیونکہ صلیب پر چڑہانیکی تکمیل اوسوقت تہی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی حالانکہ صلیب پر موت واقع نہین ہوئی ولکن شبہہ لہم سے اور زیادہ تشریح اس مطلب کی ہوتی ہے تشبیہہ مین چار چیزین ہوتی ہین ایک مشبہہ ایک مشبہہ بہ ایک وجہہ تشبیہہ ایک مشبہہ لہ اس آیت مین صرف دو چیزین بیان ہوی ہین ایک مشبہہ جو حضرت عیسی علیہ السلام تہے دوسرے مشبہہ لہم جو یہودی تہی اور جو در پی قتل حضرت مسیح تہے مشبہہ بہ قرآن مین مذکور نہین ہے علمار اسلام نے جب بعض عیسائی فرقونکا یہہ قول پایا کہ شمعون یا یہودا صلیب پر چڑہایا گیا تہا اونہون نے جہت قرآن کے معنے بدل دئے اور یہودا یا شمعون کو مشبہہ اور حضرت عیسی کو مشبہہ بہ اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو وجہہ تشبیہہ قرار دیدیا حالانکہ یہان صرف مشبہہ بہ محذوف ہے اور وہ موتی ہے اور وجہہ تشبیہہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسی پر طاری ہوی تہی جسکی سبب وہ مردہ تصور ہوئے تہے پس تقدیر آیت کی یہہ ہے کہ و ما صلبوہ ولکن شبہہ لہم بالموتے اس سے زیادہ تصریح اسی آیت کی اگلے لفظون سے ہوتی ہے جہان خدا نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین وہ شک مین ہین اونکو کچہہ علم نہین ہے بجز گمان کے پیروی کی اور پہر اوسکے بعد تاکیداً اور یقیناً فرمایا کہ اونہون نے عیسی کو قتل نہین کیا اور اس مقام پر صلیب کا کچہہ ذکر نہین کیا بلکہ صرف قتل کے نفی کی اور اس سے بخوبی

ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تہی اوس سے نفی قتل بالصلیب مراد تہی نہ مطلق صلیب کے الخ **ج** مطلب آپ کا یہہ ہے کہ علمار اسلام نے بعض نصاری کی پیروی مین یہودا یا شمعون کو مشبہہ قرار دینے کے لئے قرآن کی معنے بدل دئے جس سے حضرت عیسیٰ کا صلیب پر نہ پہنچایا جانا مشہور ہوا ورنہ درحقیقت حضرت عیسیٰ صلیب پر کہینچے گئے تہے مگر زندہ اوتار لئے گئے بظاہر مردہ معلوم ہوتے تہے اسوجہہ سے تقدیر آیت کے یہہ ہے کہ و ما صلبوہ ولکن شبہہ لہم بالموتے الیسی ہر آیت کی تقدیر ایک دو لفظ بڑہا کر کر لینا اپنا مطلب پیدا کر لینے کے لئے کیا مشکل ہے اور زیادہ تر تصریح جن لفظون سے آپ کے نزدیک ہوتی ہے اونکا ماحصل یہہ ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تہی اوس سے نفی قتل بالصلیب مراد تہی نہ مطلق صلیب کے اور اس آپ کے مجوزہ ترجمہ کے بموجب آیت کا مطلب یہہ ظاہر ہوا کہ نہ قتل کیا اوسکو اور نہ صلیب پر قتل کیا اوسکو لیکن اونپر شبہہ کر دئے گئے اب کسی سے دریافت تو کیجئے کہ اسکا مطلب کیا ہوا یہہ ایسا محاورہ ہے کہ نہ بات کے اوس سے اور نہ زبان سے بات کی اوس سے یا یہہ کہ نہ کچہہ دیا اوسے اور نہ دولت دی اوسے یعنے کیا اس عموماً اشارہ قتل مین جو ما قتلوہ سے ظاہر ہے صلیب پر قتل ہونا ہی شامل نہین ہو سکتا تہا جو قتل بالصلیب کی تخصیص جداگانہ ضرور ہوی اب ہمسے اسکے معنے معلوم کر لیجئے تاکہ تقدیر آیت مین لفظ بالموتے بہی نہ زیادہ کرنے پڑے اور مطلب بہی محاورہ کے خلاف نہ ہو جائے ما قتلوہ و ما صلبوہ کے سیدہے معنے یہی ہین جو علمار اسلام نے لکہے ہین کہ نہ اوسکو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑہایا مطلب یہہ کہ اوسے قتل نہین کیا بلکہ صلیب پر بہی نہین کہنچایا پس قتلوہ سے مراد یہہ کہ اوسے صلیب پر قتل نہین کیا اور صلبوہ سے مراد یہہ کہ بلکہ صلیب پر کہنچایا بہی نہین

(صفحہ ۵۰) قولہ انہی باتون پر آنحضرت صلعم نے عیسائی عالمون سے مباہلہ چاہا جس سے ایک نہایت عمدہ طور پر فطرت انسانی ظاہر ہوتی ہے تمام اہل مذاہب خواہ صحیح مذہب رکہتے ہون خواہ غلط دو قسم کی ہوتے ہین جہلا اور علما جہلا کا یقین مذہبی باتونپر نہایت پختہ اور مستحکم ہوتا ہے اور جو کچہہ اونہون نے سمجہا ہے یا سیکہا ہے اوسکے سوا وہ اور کچہہ نہین جانتے اور کوئی شبہہ اونکے دلمین نہین ہوتا اونکی مثال اندہے اونٹ کیسی ہے کہ وہ اوس رستہ پر جو اوسکو کہینے بتلا دیا ہے چلا جاتا ہے اور اوسکے ٹہیک ہونے

پر یقین رکھتا ہے اور خود نہین جانتا کہ درحقیقت یہہ رستہ اوسی جگہہ جاتا ہے جہان اوسکو جانا ہے یا نہین پہر اگر کسینے کہدیا کہ میان اندہے اگے گڑہا ہے یا دیوار ہے تو وہ بغیر کسی شک کے اوسپر یقین کرلیتا ہے اور پہر جاتا ہے پہر جسنے جو راہ بتائی اوسطرف ہو لیا یہی جہلائے اہل مذہب کا حال ہے جس مذہب مین وہ ہین تو انکو اوسپر ذرا بہی شبہہ نہین مگر علمار کا حال اسکے برخلاف ہوتا ہے گو وہ بہی مذہب کیے پیروی کرتے ہین اور جس مذہب مین وہ ہین اوسکو سچ کہتے ہین اور دلین بہی اوسپر یقین رکہتے ہین مگر اونکا دل شبہے سے خالی نہین ہوتا وہ مذہب کے ہزارون مسئلو انکو سچ کہتے ہین مگر اونکی عقل اونکو قبول نہین کرتی اونکا علم اونکے ویسیہی ہونے پر اونکی تصدیق نہین کرتا اور جب وہ اوسپر سچا یقین نہین کرسکتے تو اپنے دلکو سمجہاتے ہین کہ گو یہہ بات عقل سے اور سمجہہ سے دور ہو مگر مذہب کی روسے ہمکو یون ہی ماننا اور اوسپر یقین کرنا ضرور ہے پس درحقیقت اونپر اونکو سچا یقین نہین ہوتا دلین ایک کانٹا کہٹکتا رہتا ہے اور جبپر اونکو حقیقی یقین نہین ہوتا اوسپر یقین بٹہلانا چاہتے ہین علمار عیسائی جو حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا کہتے تہے اور مرنیکے بعد جی اوٹہنے کا اعتقاد رکہتے تہے یہہ ہی ایسیہی باتین تہین جنکو وہ مذہبا مانتے تہے اور مذہبا اوسپر اعتقاد رکہتے تہے مگر سچائی سے دل نہین مانتا تہا فطرت انسانی مین یہہ بات ہے کہ جو سچا شبہہ اوسکے دلمین ہوتا ہے وہ دور کرنیسے دور نہین ہوتا اور یقین بٹہلانیسے یقین نہین بیٹہتا بلکہ وہ شبہہ جب ہی دور ہوتا ہے جب حقیقتاً دور ہو جاوے اور یقین جب ہی آتا ہے جبکہ حقیقتاً یقین آجاوے ایسی حالت مین کوئی شخص ایسے بات کرنے پر فطرتاً آمادہ نہین ہو سکتا جو اوسکے دلین کہٹکنے والے شبہہ کی برخلاف ہو اسیلئے علمار عیسائی سے نہ جہلائی عیسائی سے کہا گیا کہ اگر تم اسپر سچا یقین رکہتے ہو تو مباہلہ کرو اور ظاہر ہو گیا کہ وہی دلین کہٹکنے والا شبہہ اوسپر آنا وہ نہین کرسکتا اور ثابت ہو گیا کہ خود علمار عیسائی کو حضرت عیسی کی ابن اللہ ہونے اور مرکے جی اوٹہنے پر سچا یقین نہین تہا اور مین کہہ سکتا ہون کہ اب بہی بجز ایسی یقین کے جو مذہبا ہوتا ہے سچا یقین نہین ہے الخ ح معجزہ مباہلہ کا ابطال کرنیکے واسطے یہہ سارا طول کلام آپکو کرنے پڑا آپ فرماتے ہین کہ علما کا ہزارون مسئلون پر سچا یقین نہین ہوتا دلین ایک کانٹا کہٹکتا رہتا ہے اور جبپر اونکو حقیقی یقین نہین

نہین ہوتا اوسپر یقین بٹہلانا چاہتے ہین الخ اس سے ثابت ہوا کہ علما ہزارون مسئلون کو جو سچے نہین مذہباً مانتے ہین اور اونہین سچا نہین جانتے یعنے منافقانہ ایمان رکہتے ہین جیسے آپ نے پیشتر تہذیب الاخلاق مین صاف چہاپ دیا کہ ہر مذہب کی تشخصات اور خصوصیات کو دور کیا مثلاً عہد عتیق سے وہ باتین جو خلاف فطرت ہین مثلاً معجزات اور خلاف عقل باتین نکالڈالی جائین تو اسکو نیچریہ مذہب کہتے ہین (دیکہو حصہ ثانی تنقیح البیان صفحہ ۱۳۰) پس اگرچہ الہام اور معجزات وغیرہ کو جو خلاف عقل باتین ہین ہر حال خواہی نخواہی باطل کرنا آپکا مقصود ہے مگر اسکے لئے قرآن کی تفسیر کا بہانہ آپکو ضرور ہوا اور اگرچہ آپ جانتے ہین کہ یہہ ساری باتین اگلی صحیح نہین ہین تب ہی معجزات وغیرہ کو باطل کرنیکی لئے ہر طرح کی تاویل آپکو لازم ہوئی پس کیا ضرور ہے کہ جیسا آپکا ایمان ہے سب علما کا بہی ایساہی ایمان ہو پہر آپ فرماتی ہین کہ علمار عیسائی سے کہا گیا کہ اگر تم اسپر سچا یقین رکہتے ہو تو مباہلہ کرو اور ظاہر ہو گیا کہ وہی دلمین کہٹکنے والا شبہہ اوسپر آنا وہ نہین کرسکتا الخ یعنے آنحضرت صلعم کی بددعا کا خوف اونہین مباہلہ سے مانع نہین ہوا بلکہ اوس کہٹکنے والے شبہہ کے سبب سے وہ مباہلہ نکرسکے لیکن ہزارون آدمی جہوٹہے دعوی پر حلف تک اوٹہا لیتے ہین اونہین کیون دلین کہٹکنے والا شبہہ حلف کرنیسے باز نہین رکہتا ہے اور آپ اسی تفسیر مین ساری باتین یقیناً جہوٹہہ جانکر لکہہ رہے ہین تب ہی دلین کہٹکنے والا شبہہ آپکو اس جرات سے باز نہین رکہتا ہے مثلاً اسی مقام پر آپ فرماتے ہین کہ جب اونہون نے مباہلہ نکیا تو ثابت ہو گیا کہ خود علمار عیسائی کو حضرت عیسی کی ابن اللہ ہونے اور مرکی جی اوٹہنے پر سچا یقین نہین تہا الخ حالانکہ اسی کتاب کی صفحہ ۳۹ مین آپ لکہہ چکی ہین کہ وفد نجران جب آنحضرت صلعم کی پاس آیا جو حضرت عیسی کے ابن اللہ ہونی پر یہہ دلیل لاتے تہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہین اسلئے خدا کی بیٹے ہین الخ (دیکہو حصہ دوم تنقیح البیان صفحہ ۶۶) اور یہان آپ فرماتی ہین کہ اونہین حضرت عیسی کے ابن اللہ ہونے اور مرکے جی اوٹہنے پر سچا یقین نہین تہا اسلئے اب فرمائی کہ یہہ مرکر جی اوٹہنے کا جملہ زبردستی آپ نے یہان داخل کیا ہے یا نہین اور تب ہی دلین کہٹکنے والا شبہہ آپکو اس کے لکہنے سے روک نسکا اسکے سوا آپ فرماتی

ہین کہ جب اونہون نے مباہلہ نکیا تو ثابت ہوگیا کہ خود علمار عیسای کو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ
ہونی اور مر کے جی اوٹھنے پر سچا الیقین نہین تہا الخ حالانکہ مباہلہ حضرت عیسیٰؑ کے مر کر
جی اوٹھنے کے بحث پر نتہا بلکہ حضرت رسول اللہ صلعم کو حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمانپر
جانیکا کامل یقین تہا پر وہ کیون اسکے بحث اور اسپر مباہلہ کرتے چنانچہ آپ ہی صفحہ
۲ ہم مین اقرار کر چکے ہین کہ حضرت عیسی کی آسمانپر جانےمین مسلمانون اور عیسائیون کے
اعتقاد مین چندان تفاوت نہین ہے کیونکہ دونون حضرت عیسی کے زندہ آسمانپر چلے
جانیکا اعتقاد رکہتے ہین اسیتے اور یہہ جو ارشاد ہوا ہے کہ عیسائی علما کی مباہلہ نکرنیکی
سبب ثابت ہوگیا کہ خود علمار عیسای کو حضرت عیسی کے ابن اللہ ہونے اور مر کر
جی اوٹھنے پر سچا الیقین نہین تہا اور مین کہہ سکتا ہون کہ اب بہی بجز ایسی یقین کے جو بندگا
ہوتا ہے سچا الیقین نہین ہے اسیتے چونکہ آپ کو قدیم سے سب سے زیادہ اعلی درجے
کی سیکھے ذہی علمون اور اونہین کی بہت بڑی فاضلون سے ملاقات اور گفتگو کا اتفاق
ہوتا رہتا ہے اور لندن بہی جاکر آپ بڑے بڑے محقق اور علما اور عمائد کی صحبت
مین رہ چکے ہین اسوجہہ سے آپکا یہہ قول کہ مین کہہ سکتا ہون کہ علمار عیسائی کو
حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونی اور مر کر جی اوٹھنے پر اب بہی سچا الیقین نہین ہے ہمین
تسلیم نکرنیکی کوئی وجہہ نہین ہے اور کمال افسوس کا مقام ہے کہ باوجود اس بات کے
کہ خود علمار عیسائی کو حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے اور مر کر جی اوٹھنے پر اب بہی
سچا الیقین نہین ہے تاہم یہہ پادری لوگ تمام ہندوستان مین حضرت عیسےٰؑ کے ابن
اللہی اور اونکے موت پر جو کفارہ معصیت ہے سب کو ایمان لانیکی ترغیب دیتے
پہرتے ہین یعنے جبکہ پادریون کو ان باتونپر سچا الیقین نہین ہے تو یہہ انجیل سنانا انکا
محض اپنی تنخواہ وصول کرنے اور نوکری پوری کر دینے کیواسطے ہے فی الحقیقت
انکا خدا پیٹ ہے (فلپیونکا ۳ باب ۱۹)

(صفحہ ۱۵) قولہ ہم اہل اسلام کو بہی ان باتون سے بری نہین سمجھتے ہزارون
مسلمان اسوقت موجود ہین جو بہت سے مسئلون پر صرف اس وجہہ سے یقین رکہتے
ہین کہ مذہبا اونپر یقین رکہنا چاہئے مگر وہ دلمین کہٹکنے والا شبہہ اونکے دلمین موجود ہے
البتہ اسلام مین ایسی علما و اہل اللہ بہی گزرے ہین جنہون نے درحقیقت مذہب

اسلام پر غور و فکر کی ہے اور حقیقتاً تمام شبہات اونکے دل سے دور ہوئی ہین
اور حقیقتاً اونکے دلمین یقین آیا ہے ایسےہی محققین کو ہمیشہ لوگون نے کافر کہا ہے اور
اب بہی کہتے ہین مگر کچہہ شبہہ نہین کہ خدا کے سامنے اونکے کفر کے مقابلہ مین ورو نکا
ایمان بجوی ہم نی آرزو دالخ ج مطلب یہہ کہ علمار و اہل اللہ جو اسلام مین محقق
گزرے ہین اونکی علامت یہی ہے کہ ہمیشہ لوگون نے اونہین کافر کہا ہے اور
اب بہی کہتے ہین یعنے جنکی تحقیق امور دین مین کچہہ ایسی نادر ہو کہ ہمیشہ لوگ اونہین کافر کہین
محقق و اہل اللہ وہی لوگ ہین اور اب بہی جنہین لوگ کافر کہتے ہین جیسے کہ خانصاحب
بہادر کے کفر پر تمام علمار اسلام نے فتوی الحاد ہے یہی علامت اونکے محقق اور
اہل اللہ ہونیکی ہے

واضح ہو کہ یہی مضمون حضرت عیسیٰؑ کے بعد مصلوبی زندہ بچکر کسی گانومین چہپے رہنے
اور وہین وفات پاکر کہین پوشیدہ مدفون ہونیکا تہذیب الاخلاق مطبوعہ یکم جمادالاول
سنہ ۱۲۹۲ ہجری جلد ہفتم نمبر ۵ مین بہی منشی چراغ علیصاحب کے نام سے چہاپا گیا تہا
جسکا جواب اوسی عرصہ مین یہان سے چہاپا گیا تہا شلاق اوسیکا نام ہے اوسے دیکھہ
کر اپنے اوس مضمون کو ترمیم کر کے اب اس تفسیر القرآن مین شامل کیا ہے لیکن
جو بات کہ سرتاپا بے اصل ہے اوسکے کہانتک ترمیم ہو سکتی ہے پس باوجود ترمیم
بہی اوسکی تردید مین توقف واقع نہوا

اب یہان سے اس آیت تک کہ اذ ہمت طایفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما وعلی اللہ
فلیتوکل المومنون خانصاحب بہادر نے محض ترجمہ پر اکتفا کیا اور کہین کچہہ تفسیر نہین لکہی ہے

(صفحہ ۶۹) قولہ بڑا مسئلہ بحث طلب اس آیت مین فرشتون کا لڑائی مین
دشمنون سے لڑنیکی کئے اوترنا ہے مین اس بات کا بالکل منکر ہون مجہے یقین ہے
کہ کوئی فرشتہ لڑنیکو سپاہی بنکر یا گہوڑے پر چڑہ کر نہین آیا مجہکو یہہ بہی یقین ہے کہ قرآن مجید
سے بہی ان جنگ جو فرشتونکا اوترنا ثابت نہین ہے مگر تمام مسلمانونکا اعتقاد اوسکے
برخلاف ہے وہ یقین کرتے ہین کہ درحقیقت فرشتونکا رسالہ لڑنیکو اوترا تہا وہ نادانی
سے یہہ کہتے ہین کہ فرشتونکا لڑائی کے لئے اوترنا منصوص ہے اور اوس سے
انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے مگر اونکا یہہ خیال محض غلط ہے الخ ج یہہ تفسیر خانصاحب بہادر

نے جس آیت کے لکہے ہے وہ آیت یہہ ہے اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ان یمدکم
ربکم بثلثة الاف من الملایکة منزلین ٥ بلے ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ہذا یمددکم
ربکم بخمسة الاف من الملئکة مسومین ٥ اور اسکا ترجمہ ہی آپہی نے یہہ لکہا ہے جبکہ
تو مسلمانون سے کہتا تہا کہ کیا تمکو کافی نہوگا کہ تمہارا پروردگار تین ہزار بہیجے ہوے فرشتون
سے تمہارے مدد کرے بلکہ اگر تم صبر کرو اور بزدلی سے بچتے رہو اور ابہی وہ
تمپے آپہڑین اسی دم تمہاری مدد کریگا تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان دار فرشتون
سے انتہے خانصاحب بہادر اس منصوص معجزہ کی بابت فرماتے ہین کہ مین اسبات
کا بالکل منکر ہون مجہے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنیکو سپاہی بنکر یا گہوڑے پر چڑہ کر
نہین آیا الخ حالانکہ یہہ صریح کفر ہے جسمین مطلق کسیکو کلام نہین ہے اور فرشتون محافظ
یا خدمتگزار روحون کا ثبوت سب الہامی کتابون مین موجود ہے کہان کہان خانصاحب
بہادر اپنے انکار پر قایم رہ سکینگے توریت مین خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ
مین تیرے آگے ایک فرشتہ کو بہیجونگا اور مین کنعانیون اور اموریون اور ہتیون
اور فرزیون اور حویون اور یبوسیون کو نکال دونگا (خروج ۳۳ باب ۲) یعنے
اس فرشتہ کے وسیلہ تمہین کنعانی قومون پر فتح حاصل ہوگی اور حضرت یشوع
علیہ السلام نے اسرائیلی لشکر سے جب شہر پناہ یریحو کا محاصرہ کیا تہا اوسوقت فرشتون
کا لشکر اونکے مدد کیواسطے آیا تہا اور اوس لشکر کے سردار نے جو تیغ بکف ایک فرشتہ
تہا حضرت یشوع سے باتین کی تہین چنانچہ کتاب یشوع ٥ باب ۱۳ — ۱٥ مین
یہہ عبارت ہے جسوقت یشوع یریحو کے متصل کہڑا تہا تو اوسنے آنکہہ اوپر کی اور
دیکہا کہ اوسکے مقابل ایک شخص تیغ ہاتہہ مین کہینچے ہوے کہڑا ہے اور یشوع اوس
پاس گیا اور اوسے کہا تو ہمارا ہے یا ہمارے دشمنونکا وہ بولا نہین بلکہ مین ابہی خداوند
کے لشکر کا سردار ہوکر آیا ہون تب یشوع زمین پر اوندہا گرا اور سجدہ کیا اور اوسے
کہا میرا مالک اپنے بندے کو کیا ارشاد فرماتا ہے خداوند کی لشکر کی سردار نے یشوع
کو کہا کہ اپنے پاؤن سے جوتی اوتار کیونکہ یہہ مقام جہان تو کہڑا ہے مقدس ہے انتہے
اور توریت مین دوسرے مقام پر لکہا ہے کہ خداوند نے بلعام کی آنکہین کہولین
اور اوسنے خداوند کے فرشتہ کو دیکہا کہ راہ مین کہڑا ہے اور اوسکے ہات مین

تلوار کہینچے ہوئی ہے انتہے (گنتی ۲۲ باب ۳۱) یہان سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ
ایسا غیبی لشکر خدا کو جسے دکہلانا منظور ہوتا ہے وہی دیکہہ لیتا ہے اور حضرت عیسیٰ
نے فرمایا کہ مین ابہی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہون اور وہ فرشتونکے بارہ
تمن سے زیادہ میرے لئے حاضر کردیگا (متی ۲۶ باب ٥۳) الحاصل یہہ طرح
سے ثابت ہے کہ خدا کی فرشتے انسانونکی مدد اور حفاظت کرتے ہین چنانچہ
انجیل مین حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ خبردار ان چہوٹون مین سے کسیکو ناچیز نجانو کیونکہ
مین تمسے کہتا ہون کہ آسمان پر اونکے فرشتگان میری آسمانی باپ کا منہہ ہمیشہ دیکہتے ہین
(متی ۱۸ باب ۱۰) علاوہ اسکے دنیا مین سیکڑون اتفاقات ایسے گزرتے ہین کہ
کوئی شخص بلند مکان سے گرا اور مطلق چوٹ نہ لگی چونکہ ہر گرنیوالی کو کم و بیش چوٹ
یا ہلاکت سے چارہ نہین ہوتا ہے لیکن باوجود نہونے کسیطرح کی ظاہری اسباب حفاظت
کے بیرنچ جانیکی وجہہ کیا ہوتی ہے سوا امداد ملائکہ محافظین کے اسکے بعد آپ بیسیلی
فرماتے ہین کہ مجہکو یہہ بہی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بہی ان جنگ جو فرشتونکا اوترنا
ثابت نہین ہے الخ لیکن آپ کے نزدیک تو قرآن مجید سے اسلام کی کوئی بات
بہی ثابت نہین ہے یہہ دلیل تو نہ آپ کی لئے حجت ہے اور نہ اورون کیلئے
(صفحہ ایضا) **قولہ** مجہکو فکر تہی کہ اور کسی مسلمان نے بہی اس سے انکار کیا ہے
یا نہین تو مجہکو ایک مسلمان ملا جسنے اس سے انکار کیا ہے تفسیر کبیر مین لکہا ہے
کہ ابوبکر اصم اس سے سخت منکر تہے اور انہون نے اپنے انکار کے چار دلیلین بیان
کی ہین ایک یہہ کہ ایک فرشتہ ہی تمام دنیا کی غارت کردینے کو کافی تہا پہر فرشتون
کی فوج بہیجنے سے کیا فایدہ تہا دوسرے یہہ کہ جو کفار کہ لڑے اونکو سب لوگ
جانتے تہے اور جو صحابہ اونکے مقابل ہوئے اونکو بہی لوگ جانتے تہے پہر یہہ
نہین کہا جا سکتا کہ کفار کو فرشتون نے مارا تہا تیسرے یہہ کہ اگر . . . .

فرشتے
لڑے تہے تو وہ لوگون کو دکہائی دیتے تہے یا نہین اور اگر دکہائی دیتے تہے
تو آدمیون کی صورت مین دکہائی دیتے تہے یا اور کسی صورت مین اگر آدمیونکی
صورت مین دکہائی دیتے تہے تو وہ آنحضرت صلعم کے لشکر مین شمار ہوتے تہے

اور اسلئے انحضرت صلعم کا لشکر تین ہزار یا اوس سے زیادہ ہوگیا ہوگا اور اتنا لشکر
کسینے بیان نہین کیا اور قرآن کے بہی برخلاف ہے کیونکہ دشمنون کے آنکہون
مین تہوڑا لشکر دیکہائی دیتا تہا اور اگر اور کسی صورت پر دیکہائی دیتے تو تمام
لوگون کے دل پر دہشت پڑجاتی اور اگر وہ لوگونکو دیکہائی ندیتے تو کفار کو لوگ
بغیر قتل کرنیوالے کے قتل ہوتا ہوا دیکہتے اور یہہ واقعہ اعظم معجزات مین سے ہوتا
مگر اس طرح پر کفارون کا مارا جانا وقوعمین نہین آیا چوتہے یہہ کہ جو فرشتے آئے ہے
اونکے اجسام کثیف تہے یا لطیف اگر کثیف تہے تو اونکو سب لوگ دیکہتے حالانکہ
اونکو کسینے نہین دیکہا اور اگر اونکے اجسام ہوا کیطرح لطیف تہے تو وہ گہوڑے پر
سوار ہوکر نہین آسکتے تہے الخ

(صفحہ ۷۰) قولہ امام فخرالدین رازی نے ان شبہون مین سے کسیکا جواب
نہین دیا اور ملانون کیطرح یہہ بات کہی کہ ایسے شبہے کرنا اوس شخص کو لایق ہے جو
قرآن اور نبوت کا منکر ہو مگر جو شخص کہ قرآن اور نبوت کو مانتا ہو اوسکو ایسے شبہے
کرنے لایق نہین پس ابوبکر اصم کو لایق نہتا کہ ان باتونکا انکار کرتا باوجود اسکے کہ
نص قرآن سے اونکا ہونا پایا جاتا ہے اور ایسے حدیثون مین جو تواتر کے قریب ہین
اونکا بیان ہے الخ **ج** یہہ چارون دلیلین فی الحقیقت ایسے بی اصل ہین کہ
جنکی تردید مین کسیکو ادنی تردد بہی ہوگا پہلے دلیل کا جواب یہہ ہے کہ تمام دنیا کی غارت
کردینے کیلئے ایک فرشتے کے بہی حاجت نہتی جسنے ایک حرف کن سے تمام دنیا
اور مثل اسکے بیشمار کرورون اور اونہین کے مخلوقات کو بنایا وہ ایکہی اشارہ سے سبکی
غارت بہی کرسکتا ہے آپ نے ایک فرشتہ کی حاجت کیون باقی رکہی اور اگر باوجود
اسکے قادر مطلق ہونیکی آپ کے نزدیک ایسے کامومین ایک فرشتہ کی حاجت تہی
تو بجائے ایک فرشتہ کے ہزار یا اس سے زیادہ فرشتونکو بہیجدینے مین اوسکی صفت
بے نیازی مین کیا خلل واقع ہوسکتا تہا یعنے جبکہ وہ آپہی بے آلہ و اسباب سب کچہہ
کرسکتا ہے تو جیسے ایک فرشتے کو بہیجا ویسیہی لاکہہ فرشتونکو سب اوسکی نظر مین
یکسان ہے وہ اپنے کسی کام مین نہ ایک فرشتے کا حاجتمند ہے اور نہ لاکہہ فرشتون
کا یہانتک کہ نہ میرے اوسے کچہہ حاجت ہے اور نہ تمہاری تب بہی اونے بیشمار

مخلوق کو پیدا کیا اور سبہونکو کامون سے لگا رکہا ہے دوسرے یہہ کہ ایک فرشتہ
بہی وہی سب کچہہ کرسکتا تہا جو ہزارون فرشتون نے کیا لیکن تا معلوم ہو کہ دنیا عالم اسباب
ہے یہان اوسیطرح پر بظاہر سامان مقابلہ کیا گیا جیسا کہ سب انسان کرتے ہین یعنے ایک
فوج کو مغلوب کرنیکی لئے دوہ فوجین اور منظور ہوا کہ فتح انسانون کی ثابت ہو نہ یہہ کہ
فرشتون کی پس جسطرح ہر شخص کی موت کیلئے بیماری سبب ہوجاتی ہے اسیطرح
وہ فرشتون کی فتح کیلئے انسانون کی جنگ و پیکار ایک حیلہ تہا تیسرے یہہ کہ کتنی ہی
مثالین لشکر ملائکہ کی جو ابہی اسی بحث مین کتب الہامی سابقہ سے لکہہ چکا ہون اس
دلیل کی تردید کیلئے گویا ایک لشکر ملائکہ ہے کہ کوئی مخالف اپنی ساری کوشش سے
اوسے ہٹا نہین سکتا ہے دوسرے دلیل کا جواب یہہ ہے کہ وہ کفار کا صحابہ کی ہاتہ سے
مارا جانا محض تائید ملائکہ سے تہا کیونکہ وہ طرز ہنگامہ آرائی سے خوب واقف تہے اور
ایسے موقعے پیدا کردیتے تہے کہ صحابہ کی ہاتہ سے کفار کو قتل یا گریز کیسوا چارہ نتہا
ایسے موقعے پیدا کردینا فرشتونکا کام تہا اور یہہ بات صحابہ کی امکان سے باہر تہی
تیسرے دلیل کا جواب یہہ ہے کہ جسطرح مین نے توریت سے یہہ نظیر پیش کی کہ
خداوند نے بلعام کی آنکہین کہولین اور اوسنے خداوند کی فرشتے کو دیکہا کہ راہ
مین کہڑا ہے اور اوسکے ہاتہ مین تلوار کہنیچے ہوئے ہے (گنتی ۲۲ باب ۳۱)
اس سے ظاہر ہے کہ خدا نے اوسوقت جن لوگون کے آنکہین کہولین اونہون نے فرشتون
کو دیکہا اور جسوقت قرآن مین یہہ آیت نازل ہوئی جسمین ثلاثۃ الاف یا خمسۃ
الاف من الملئکہ کا ذکر ہے تو اون حاضرین جنگ بدر مین سے کسیکو بہی ایک ذرہ
شک لاحق نہوا اور وہ فرشتے بلکہ وہ سب لشکر فرشتون کی جو کتب الہامی سابقہ
سے نقل کرچکا ہون انسان کیصورت مین تہے اور آپ جو فرماتے ہین کہ اس صورت
مین انحضرت صلعم کا لشکر تین ہزار یا اس سے زیادہ ہوگیا ہوگا اور اتنا لشکر کسینے بیان
نہین کیا الخ پس یہہ کبہی نسنا ہوگا کہ عین لڑائی کیوقت مردم شماری کیجائی ایسے وقت
مین کہ ہر شخص کو اپنی جان بچانا مشکل ہوجاتا ہے اس شمار کرنیکا کسی ہوش تہا کہ
یہہ ہزار آدمی ہین یا تین ہزار مگر یہی کافی ہے کہ لشکر اسلام جو بیشتر دشمنونکی آنکہو مین تہوڑا
لشکر دیکہائی دیتا تہا اونہین شکست اور ہزیمت دینے والا لشکر ہوگیا سو فقط یہہ

رکوع ۱۳ مین لکہاہے وانزل جنودا لم تروہا یعنے اوتارین فوجین جو تمنے نہین دیکہین تاکہ اونپر تکیہ کرکے مسلمان لڑائی مین سست ہوجائین لیکن کفار ان آسمانی فوجونکو دیکہتے تہے اور یہی ہیبت اونکے ہزیمت اور گریز کا باعث ہوئی اور یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ اتنا لشکر کسینے بیان نہین کیا اور قرآن کی بہی برخلاف ہے یعنے لشکر کے فراوانی آپ قرآن کے برخلاف سمجہکر اقرار نہین کرسکتے تاکہ مبادا ایسا قیاس کہین گناہ ہوجائے مگر یہہ لشکر ملائکہ کا انکار بہی کچہہ قرآن کے برخلاف تہا یا نہین حالانکہ اقرار فراوانی لشکر کچہہ بہی قرآن کے برخلاف نہین ہے کیونکہ شروع جنگ مین لشکر اسلام دشمنون کی آنکہون مین تہوڑا لشکر دکہائی دیتاتہا نہ یہہ کہ اوسوقت تک جب کفار سراسیمہ ہوکر بہاگے

چوتہے دلیل کا جواب یہہ ہے کہ اونکے اجسام لطیف تہی اور تب ہی گنتی ۲۲ ہاب اسو کی نظیر کے بموجب جنگو خدانے چاہا اونہون نے اوس لشکر ملائکہ کو دیکہا اور آپ جو فرماتے ہین کہ درصورت لطیف ہونیکے وہ گہوڑے پر سوار ہوکر نہین آسکتے تہے الخ یہہ صریح نادرست ہے کیونکہ وہ گہوڑے فرشتون کی سواری کی تہی کوئی ترکی اور تازی نہتے پس ممکن ہے کہ وہ گہوڑے فرشتون سے زیادہ یا اونکی مانند لطیف ہون اور آپ جو فرماتے ہین کہ مجہکو ایک مسلمان ملا جسنے اس سے انکار کیاہے یعنے نزول لشکر ملائکہ سے پس تعجب کہ تمام دنیا کی مسلمانون مین فقط ایک مسلمان آپکو ملا جسنے اس سے انکار کیاہے اور وہ انکار بہی ایسا کہ جسکے کوئی دلیل بہی قابل اعتبار نہین آخر مین آپ نے امام فخرالدین رازی کا یہہ قول نقل کیاہے کہ نص قرآن سے انکا ہونا پایا جاتاہے اور ایسے حدیثون مین جو تواتر کے قریب ہین اونکا بیان ہے الخ لیکن جبکہ نص قرآن سے انکا ہونا پایا جاتاہے تو اب اسکے لئے حدیث متواتر وغیر متواتر کے حاجت کیا رہی

(صفحہ ۱۷) **قولہ** امام صاحب نے آخر بات تو یقینی غلط کہی ہے کیونکہ تواتر تو درکنار کسی صحیح وقوی حدیث سے بہی ان باتونکا ثبوت نہین ہے تمام ضعیف اور موضوع حدیثین ہین جنمین ایسی باتین مذکور ہین علما محققین ایسی حدیثون پر اعتبار نہین کرتے اور اصول حدیث سے بہی اونکے تقویت نہین ہوتی الخ **ج** ابہی

امام فخرالدین رازی نے کوئی حدیث نہین نقل کی جسے آپ اس تغییر القرآن مین درج کرکے اونکے ضعف وقوت مین امتیاز کرتے اونہون نے تو فقط حدیث کا نام لیا بفور اسکے اون حدیثون کا ضعیف اور موضوع ہونا آپ نے ظاہر کردیا یہہ محض تحکم ہے اور میری نزدیک تو جبکہ نص قرآن سے اونکا ہونا پایا جاتاہے تو اب کسے حدیث کی حاجت کیاہے

(صفحہ ایضاً) **قولہ** پہلے بات بہی امام صاحب کی صحیح نہین ہے کیونکہ قرآن مجید سے فی الواقع سپاہی بنکر فرشتونکا اوترنا پایا نہین جاتا بلکہ وہ صرف ایک بشارت تہی مسلمانون کے دلون کو مضبوط کرنے اور لڑائی مین ثابت قدم رہنے کے جیسکہ خود خدانے اس جگہہ اور سورہ انفال مین فرمایاہے وما جعلہ اللہ الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم بہ الخ **ج** مطلب یہہ کہ مسلمانونکا دل قوی کرنیکے لئے تاکہ لڑائی سے نہ بہاگین یہہ جہوٹہی خوشخبری امداد لشکر ملائکہ کے سنادی ورنہ درحقیقت نہ ملائکہ تہے اور نہ اونکا لشکر جیسے دنیا کے بادشاہ اپنی سپاہ کا دل بڑہانے کیواسطے یا اپنے مخالفونکو ڈرانیکی واسطے کوئی جہوٹہی خبر یا شیخی کے بات مشتہر کردیتے ہین اسیطرح آنحضرت صلعم نے یہہ لشکر ملائکہ کے خبر مشہور کی تہی اور فی الواقع اسکے کچہہ اصل نہ تہی خانصاحب بہادر کے نزدیک قرآن سے اسیقدر ثابت ہوتاہے نعوذ باللہ آیت جو آپ نے لشکر ملائکہ کے بے اصلی اور اس خبر کو محض ایک دل خوش کرنیوالے بشارت کے ثبوت مین لکہی ہے اوسکا ترجمہ یہہ ہے اور نہین کیا اللہ نے اسکو یعنے نزول لشکر ملائکہ کو مگر بشارت واسطے تمہارے اور تاکہ اوس سے تمہاری دل مطمئن ہوجاوین اور فتح نہین مگر اللہ کیطرف سے جو بڑا ہے حکمت والا اسلئے چونکہ وہ لشکر اسلام کی امداد کیواسطے آئے تہے پس مسلمانون کا دل مطمئن کرنیکی وہ سب سامان تہے اور اگرچہ ہر حال مین فتح وشکست خدا کی اختیار مین ہوتے ہے مگر خدا کی بہیجے ہوے لشکر ملائکہ کے وسیلہ سے فتح پانا بطرز خاص خدا کیطرف سے فتح تہی اسکے بعد ترجمہ آیات پر کتفا کرکے ایہ ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشی طائفۃ منکم الایہ کی تفسیر مین ایک طولانی بحث آپ نے لکہی ہے جسکا ماحصل آپہی کی عبارت کی انتخاب سے درج ذیل ہے

(صفحہ ۷۸) **قولہ** امنۃ نعاسا یہہ مضمون دو آیتون مین آیا ہے ایک
اسی آیت مین اور دوسرے سورہ انفال کی آیت مین جہان فرمایا ہے اذ یغشیکم
النعاس امنۃ منہ پہلی آیت جنگ احد سے متعلق ہے اور دوسری جنگ بدر سے الخ
(صفحہ ۷۹) **قولہ** ان دونون آیتون مین جو نعاس کا لفظ ہے اوسپر
لوگون نے روایتین گہڑنی شروع کین اور کہا کہ درحقیقت اس لڑائی مین وہ گروہ
جسنے فتح حاصل کی اونگہہ گئے تہے ایک راوی نے ابوطلحہ کا قول نقل کیا کہ ہم ایسی
اونگہہ گئی تہے کہ ہمارے ہات سے تلوار چہوت پڑتے تہی پہر ہم اوسکو اوٹہاتے
تہے اور پہر اونگہہ کے مارے چہوٹ پڑتی تہی پہر ان بے اصل روایتون پر علمانے
طبع آزمائی شروع کی اور کہا کہ ایسے خوف کیحالت مین اونگہہ کا آجانا ایک معجزہ تہا
یہہ ایسے بیہودہ خیالات ہین کہ جو کوئی اونکو پڑہتا ہے افسوس کرتا ہوگا ہمارے
علمار مفسرین کی عادت ہے کہ ضعیف اور موضوع بے اصل روایتونکو اپنی
تفسیر دنکا زیور سمجہتے ہین الخ اسکے بعد خانصاحب بہادر نے امنۃ نعاسا اور
یغشیکم النعاس کے متعلق صفحہ ۸۰ مین فضول نحوی بحث کی ہے جسکا حاصل مطلب
درج ذیل ہے

(صفحہ ۸۱) **قولہ** قرآن مجید کی دونون آیتون کی معنے نہایت صاف ہین
کوئی شخص لڑائی مین نہ سویا تہا نہ اونگہا تہا بلکہ امنۃ نعاسا سے کنایہ غایت امن اور
کامل امن سے ہے انسان اوسیوقت سوتا ہے جبکہ اوسکو پورا امن ہوا الخ
(صفحہ ایضاً) **قولہ** جو معنے کہ مفسرین نے سورہ انفال کی آیت کیلئے تہے
اونکی غلطی اور بے ترتیبی ہمنے اوپر بیان کردی ہے اور وہ بے ترتیبی اسی لئے
کی گئی تہی کہ جو غلط معنے سورہ ال عمران کی آیت کی قرار دئے تہے اوسیکے مطابق
سورہ انفال کے آیت کی معنے ہوجاوین الخ **ج** خانصاحب بہادر نے اس
بحث مین یہہ خیال کیا کہ ان دونون معرکون یعنے جنگ احد اور جنگ بدر مین
جو نعاس واقع ہوا یہہ تجربہ اور عقل کی سراسر خلاف ہے لیکن غلطی اسمین خانصاحب
بہادر سے یہہ ہوئی کہ دونون معرکون مین بوقت جنگ نعاس واقع ہونا آپ
سمجہے کیونکہ ایسا خواب جو انسانکا طبعی ہے مقام اضطراب مین معدوم ہوتا ہے

لیکن جو خواب کہ معجزانہ طور پر خدا کیطرف سے بہیجا گیا اوسے کوئی حالت خواہ
اضطراب خواہ غیر اضطراب مانع نہین ہوسکتے ہے اور وہ نعاس تو محض رفع
اضطراب ہی کیواسطے قرار پایا تہا پس عین معرکہ مین اوسکا وقوع بہر حال لازم
ہوا جیسے ہر شخص پر یہہ حالت گزرتی ہے کہ کسی حالت کرب و تکلیف مین ایک
چشم زدن کی غفلت تازہ دم کردیتے ہے پس عین معرکہ قتال مین ایسا
واقع ہونا خلاف عادت طبعی انسان اور محض معجزانہ ظہور قدرت الہی تہا امنۃ
نعاسا مین امن کی لفظ کو خانصاحب بہادر نے تمام جملے کا حاصل قرار دیا حالانکہ
مقصود وہان محض نعاس ہے یعنے اوسوقت جو امن اور آرام حاصل ہوا وہ
کیا تہا وہی خواب سبک یعنے نعاس تہا اور سورہ انفال رکوع ۲ مین جو یغشیکم
النعاس امنۃ منہ ایک دوسرے ترکیب سے واقع ہوا ہے اوسکے
آگے وینزل علیکم من السمار مار لیطہرکم بہ ہی موجود ہے جس سے ثابت ہے
کہ یہہ نعاس سورہ ال عمران کی نعاس کی مانند نہین ہے وہان نعاس عین حالت
قتال مین تہا اور یہان پیش از وقوع قتال بسبب ریگستانی مقام لشکر اونا پانی آب
جو دغدغہ و اضطراب مانع استقلال تہا اوس تسکین اور امنی کے واسطے
نعاس واقع ہوا اور ریت جم جانے اور سب کے نہانے دہونے اور سیراب
ہونے کیواسطے آسمان سے پانی برسا اوسکے بعد لڑائی شروع ہوئی تہی پس یہان
تو ہنوز لڑائی شروع ہی نہین ہوئی تہی ایسے حالت مین امن کی ضرورت کیا تہی
جو نعاس کی صفت قرار دیا جائے اسکے بعد ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ
امواتا بل احیار عند ربہم یرزقون کی تفسیر آپنے لکہی ہے
(صفحہ ۸۶ و ۸۷) **قولہ** اس آیت (ولا تحسبن الذین) کی تفسیر مین
امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین مفسرین کی تمام رطب یا بس اقوال نقل کی
ہین اونمین سے صرف قول اصم بلخی کا صحیح و درست ہے جسکو ہم اس آیت کی
تفسیر مین کافی سمجہتے ہین اور وہ یہہ ہے کہ مرے ہوئی شخص کا جب دین کے
لحاظ سے بہت بڑا درجہ ہو اور قیامت مین اوسکو خوشی اور بزرگی اور سعادت
نصیب ہونے والی ہو تو اوسکی نسبت یہہ کہنا کہ وہ زندہ ہے مرا نہین صحیح ہے

جیسیکہ ایک جاہل کی نسبت جس سے نہ اوسکی ذات کو نفع پہونچتا ہو نہ کسی دوسرے کو یہہ کہنا صحیح ہے کہ وہ مردہ ہے زندہ نہین ہے اور جیسیکہ احمق آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ گدہا ہے اور موذی آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ درندہ ہے کہتے ہین کہ جب عبد الملک بن مروان زہری سے ملے اور اونکی تفقہ اور تحقیق کو جانا تو اونکی باپ کی نسبت جو مر چکے تہے کہا کہ وہ شخص نہین مرا جسنے تجہسا بیٹہا چہوڑا غرض اسمین کچہہ شک نہین کہ انسان جبکہ مر جاوے اور کوئی اچہا کام اور اچہی یادگاری چہوڑ جاوے تو اوسکے نسبت بطریق مجاز کہا جاتا ہے کہ وہ مرا نہین بلکہ زندہ ہے اسیطرح اس آیت مین شہدا کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین الخ ج یہہ آپکا بیان کئی وجہہ سے صریح نادرست ہے اول یہہ کہ آپ یہان شہدا کی تعریف مین فرماتی ہین کہ مرے ہوئے شخص کا جب دین کی لحاظ سی بہت بڑا درجہ ہو اور قیامت مین اوسکو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہونیوالی ہو تو اوسکی نسبت یہہ کہنا کہ وہ زندہ ہی مرا نہین صحیح ہے (دیکہو صفحہ ۸۶) چونکہ قتلوا فی سبیل اللہ کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اس آیت مین اون مجاہدین کا ذکر ہے جو خدا کی راہ مین شہید ہو چکے تہے اور سورہ البقر کی تفسیر مطبوعہ ۱۸۸۰ء کی صفحہ ۲۳۴ مین و قاتلوا فی سبیل اللہ کی تفسیر اسطرح آپنے لکہی ہے کہ اسمین کچہہ شک نہین کہ قرآنمجید مین جو احکام لڑائی کے تہے نیک نیتی اور انصاف پر مبنی تہی اونکو مسلمانون نے جو خلیفون یا بادشاہون کی نام سے مشہور ہوئے دینداری کے بہانہ سے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئی اہتے اب مین آپسی پوچہتا ہون کہ یہہ شہدا جنکی آپ یہہ تعریف فرماتے ہین کہ دین کی لحاظ سے بہت بڑا درجہ اور قیامت مین اونکو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب وغیرہ کیا اون مسلمانون کے سوا تہے جو خلیفون یا بادشاہون کے نام سے مشہور ہوئی اور دینداری کے بہانہ سے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کیلئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے اہتے اور اوسی تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۲۳۸ مین آپ فرماتے مین کہ اسلام خود کسی پر ملک گیری

اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا اہتے اب حضرت رسول اللہ صلعم کی فتح خیبر یا فتح مکہ و طایف وغیرہ مین جو مسلمان کہ شہید ہوئی اونہون نے تو دینداری کے بہانہ اپنے خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کیلئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے تہے کیونکہ اسلام خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا ہے اب فرمائی کہ انسے بہتر وہ کونسی شہدا از روی قرآنمجید ہین جنکا دین کی لحاظ سے بہت بڑا درجہ اور قیامت مین اونکو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہوگی اسکے سوا اوسی تفسیر سورہ بقر کی صفحہ ۱۹۸ ولا تقولوا لمن یقتل کی تفسیر مین آپ فرماتے ہین کہ جو لوگ دین کی استقامت کے سبب مارے گئے درحقیقت اونہون نے دین حق پہیلانے اور اپنے بعد اوس نیکی کو قایم رہنے اور جاری رہنے کے لئے جان دی ہے پس اونہون نے اپنے بعد ایسی نیکی چہوڑی ہے جو اوس سے بہتر نہین ہو سکتی اور اسی اعتبار سے اونکی نسبت کہا جاتا ہے کہ مری نہین بلکہ زندہ ہین جنسے ایسی نیکی قایم و جاری ہی پس حیات سی انکی حیات نیکی الذین مراد ہی اہتے پس یہہ شہدا، جنگ خیبر و طایف وغیرہ بلکہ عہد خلافت صحابہ کرامؓ مین جو شام و مصر و فارس وغیرہ کی معرکون مین مسلمان شہید ہوئے یہہ سب ہی دین کی استقامت کے سبب مارے گئے تہے یا نہین اور وہ ہی اس فقرہ کی مصداق ہین یا نہین کہ درحقیقت اونہون نے دین پہیلانے اور اپنے بعد اوس نیکی کو قایم رہنے اور جاری رہنے کے لئے جان دی ہے پس اونہون نے اپنے بعد ایسی نیکی چہوڑی ہے جو اوس سے بہتر نہین ہو سکتی اہتے حالانکہ آپ فرماتے ہین کہ اسلام خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا ہے اب فرمائی کہ یہہ شہدا جنگ خیبر و طایف و مصر و شام و فارس وغیرہ کو اگر ایسا سمجہین کہ وہ مری نہین بلکہ زندہ ہین جنسے ایسی نیکی قایم و جاری ہے تو یہہ آیت کنکی طرف خطاب ہے کہ دینداری کے بہانہ اپنے خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے کیونکہ اسلام خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت

نہین دیتا ہے اور اگر وہ وحشی درندون سے بدتر تہی تو یہہ کونسی شہدار مین جنکا از روی قرآن دین کے لحاظ بہت بڑا درجہ ہے اور قیامت مین اونکو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہوگی ساری گروہ بخیریہ کو جمع کرکے ذرا اسپر غور تو کیجیے کہ یہان آپ کی وہ سب متانت اور فطانت کہان چلی گئی جو کوئی بات ٹہیک نہین بیٹہتی ہے

دوسرے یہہ کہ اگر بسبب اچہی کام اور اچہے یادگاری چہوڑ جانیکے شہدا اس خطاب کے مستحق ہین کہ وہ مری نہین بلکہ زندہ ہین تو انبیا و اولیا وسب کیون اس خطاب کے مستحق نہوئی اور شہیدون کے لئے اسکی خصوصیت کیا وجہہ یہانتک کہ عام سلمین مین بہی جو دیندار اور راستباز ہین چاہئی کہ خانصاحب بہادر کی رای کی بموجب مرنیکی بعد زندہ سمجہی جاین گی بلکہ سب انبیا و اولیا کیواسطے بہی اونکے وفات کی بعد زندہ کا لقب قرآن مین نہین پایا جاتا سوا شہیدونکی کہ یہہ خصوصیت اونہین کیواسطے خدا کے کلام مین ہے اس وجہہ سے خانصاحب بہادر کا یہہ قیاس صحیح نہ نکلا کہ انسان جبکہ مرجاوے اور کوئی اچہا کام اور اچہی یادگاری چہوڑ جاوے تو اوسکی نسبت بطریق مجاز کہا جاتا ہے کہ وہ مرا نہین بلکہ زندہ ہے

تیسرے یہہ کہ تمام انبیا و اولیا اور دیندارون اور راستبازون کی موت خدا کی حکم سے واقع ہوتی ہے اور شہیدون کی موت خدا کیواسطے جیسے ایک خراج سالانہ اور دوسرا نذرانہ یہہ دونون طرح کا حاصل ایکہی وقعت نہین رکہتا ہے اسلئے شہدا اور اموات سے امتیاز پانیکی واسطے اسکے مستحق ہین کہ زندہ سمجہے جاین اور سب لوگ مردہ ان سب باتون کی علاوہ مخصوص اونہین کے واسطے یرزقون کا لفظ اونکی حیات پر خواہ وہ کسی قسم کی ہو کافی دلیل ہے

(صفحہ ۸۸) قولہ تمام الفاظ جو اس آیت مین آئے ہین وہ اسی مطلب پر دلالت کرتے ہین جو اصم بلخی نے بیان کیا ہے مثلاً اس آیت مین ہے کہ بل احیاء عند ربہم یعنے بلکہ وہ زندہ ہین اپنے پروردگار کے نزدیک اس لفظ سے کہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہین ثابت ہوتا ہے کہ اونکے زندگی زندہ انسانون کی سی زندگی نہین ہے اور نہ اوس زندگیکو ابدان سے کچہہ تعلق ہے یرزقون

فرحین کے بعد آیا ہے بما آتاہم اللہ یعنے اونکا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اون اشیا یا اسباب سے نہین ہے جس سے ایسی زندے جنکو تعلق ابدان سے ہوتا ہے رزق دئی جاتے ہین اور خوش ہوتے ہین بلکہ اونکا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اوس چیز سے ہے جو خدا نے اونکو دی ہے پہر آگے اسکا بیان کیا ہے کہ وہ چیز کیا ہے وہ اللہ کا فضل ہے پس معنے یہہ ہوئے کہ وہ اللہ کی فضل اور کرم اور رحمت سے رزق دئی جاتی ہین اور خوش ہوتی ہین نہ مثل زندہ انسانون کے اشیا خوردنی و نوشیدنی سے الخ

ج کوئی لفظ بہی اس آیت کا اصم بلخی کا موید نہین ہے بل احیاء عند ربہم سے جو آپ یہہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ اونکی زندگی زندہ انسانون کی سے نہین ہے اور نہ اوس زندگیکو ابدان سے کچہہ تعلق ہے آپ نے احیاء عند ربہم پر خوب غور نہین فرمایا ہے اس سے نفی ابدان کہان ثابت ہوئی ہر ذی حیات کو ایک خاص جسم اختیار کرنے سے خواہ وہ کسی قسم کا ہو چارہ نہین ہے ورنہ مردہ اور زندہ مین پہر فرق کیا باقی رہے اور احیاء عند ربہم بیمعنی ہو جائے مگر آپ چاہتے ہین کہ اپنی آنکہون سے جیسے اور زندونکو دیکہتے ہین شہدا کو بہی دیکہہ لین تب یقین آئے اور خدا نے جو اپنے کلام مین اونہین احیاء فرمایا ہے اسکا آپکو یقین نہین ہے ابہی لندن سے کیسی ہی عجیب کوئی خبر تار پر آئی تو اوسکے یقین کرنے مین آپکو ذرہ بہی تامل نہو مگر خدا کی کلام مین اونہین احیاء اور یرزقون سب کچہہ فرما دیا گیا تب بہی آپکو اسکا یقین نہین ہے بڑا افسوس کہ ابتک آپ کلام الہی کو لندن کی تار برقی کی برابر بہی معتبر نہین جانتے ہین پہر آپ فرماتی ہین کہ یرزقون فرحین کی بعد آیا ہے بما آتاہم اللہ الخ اس سے بہی نفی ابدان ثابت نہین ہی کیونکہ جسم ہی محتاج رزق کا ہوتا ہے نہ یہہ کہ روح بیش از ین نیست کہ وہ زمین کی پیداوار سے نہین بلکہ خدا کی فضل سے ہے پہر آپ فرماتی ہین کہ اونکا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اوس چیز سے ہے جو خدا نے اونکو دی ہے پہر آگے اسکا بیان ہے کہ وہ چیز کیا ہے وہ خدا کا فضل ہے الخ یہہ بہی آپ کا اجتہاد خلاف منشاء کلام الہی ہے آیت مین من فضلہ کا لفظ موجود ہے جسکا مطلب یہہ کہ خدا اپنے فضل سے اونہین روزی دیتا ہے اور آپ بجائے روزی کی فضل کو قایم کرتے ہین یہہ خدا کے کلام

سے تسخیر ہے خدا کا فضل تو ساری باتون مین ہوتا ہے روزی پر کیا منحصر ہے مگر
یہان تو مخصوص روزیکا ذکر ہے نہ یہہ اور بالتو نکا جیسے آفتون سے بچانا ظاہری یا باطنی
کمالات عطا کرنا وغیرہ

(صفحہ ایضاً) **قولہ** تفسیر کبیر مین ایک حدیث نقل کی ہے کہ قال علیہ الصلوۃ
والسلام ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین ایک رات
خدا کی پاس مہمان رہا وہ مجھکو کہلاتا تہا اور مجھکو پلاتا تہا اوسپر امام رازی ارقام فرماتے
ہین کہ کچہہ شک نہین کہ اس کہانی اور پینے سے معرفت و محبت الہی اور انوار عالم غیب
سے اکتساب نور مراد ہے الخ **ج** امام فخرالدین رازی آپ کو ہر محل پر خوب
سہارا اور آڑ ملجاتے ہین بہرحال معرفت اور محبت الہی اور اکتساب انوار عالم غیب
اسے دنیا مین انسان سکے لئے ممکن ہے اور مرنیکے یا شہید ہونے کے بعد یہہ
اس اکتساب کا محل نہین رہتا ہے اور حدیث مین جو کہلانے اور پلانیکا ذکر ہے
وہ لفظ مہمان سے اپنی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اور فی الحقیقت یہہ کہلانا پلانا ایسا ہے
جیسے شہیدون کیواسطے لفظ یرزقون اور جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاسؑ
اور حضرت ادریسؑ خدا کے پاس کہلائے پلائے جاتے ہین اور آسمانپر زندہ
موجود مین کیونکہ زندہ کو رزق سے چارہ نہین ہے اور جو رزق سے بیعلاقہ ہے
اوسکے زندہ یا مردہ ہونےمین کوئی امتیاز نہین کر سکتا ہے

(صفحہ ۸۹) **قولہ** اب یہہ سوال باقی رہتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا چیز باقی
رہتی ہے جسکی نسبت کہاجاتا ہے کہ یرزقون فرحین من فضلہ اسکا جواب یہی
ہو سکتا ہے کہ وہ چیز باقی رہتی ہے جسکو روح کہتے ہین - اس بحث کو سورہ
بنی اسرائیل کی اس آیت کی تفسیر مین بیان کرینگے جسمین خدا فرماتا ہے قل الروح
من امر ربی الخ **ج** کاش کہ آپکی اوس تفسیر سے ہم بہی مستفید ہوتے لیکن آپ تو اس تفسیر کو ایسا
چہپاتے ہین کہ سوا آپ کے مخصوصین کے اورکسیکو بہی میسر نہین آسکتی ہے
قطع نظر اسکے یہان بہی آپ غلطی کر جانے سے بچو گے جو فرماتے ہین کہ یرزقون فرحین
من فضلہ روح کی نسبت کہا جاتا ہے یہہ ہرگز صحیح نہین ہے روحین تو سب کے
جو مرتے ہین باقی رہتے ہین مگر شہیدون کیواسطے اور مردگان کے لئے یرزقون

فرحین من فضلہ کا اشارہ تک نہین ہے اسکے بعد یاتینا بقربان تاکلہ النار کی تفسیر آپنے
لکہی ہے

(صفحہ ۹۲) **قولہ** یہودی جس جانور کی قربانی بنظر تقرب الی اللہ یا بطور کفارہ گناہ کرتے
تہے اوسکو ذبح کرنیکی بعد آگ مین جلا دیتے تہے توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رسم
حضرت آدم اور حضرت نوح کیوقت سے چلے آتے تہے تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتا
ہے کہ بت پرست لوگون اور یونانی بت پرستون مین بہی یہہ رسم تہی مذہب اسلام
اس قسم کی قربانیون کے بالکل برخلاف تہا الخ **ج** جبکہ آپ خود اقرار کرتے ہین
کہ یہہ رسم حضرت آدم اور حضرت نوح کیوقت سے چلی آتی تہی تو بت پرستون مین اس
رسم کا رواج کوئی بت پرستی کی علامت نہین ہے مگر اسیوقت جبکہ بتون کی لئے قربانیان
گذرانی جاوے اور یہودیون کیطرف ایسی قربانیکا اس آیت مین اشارہ تک نہین ہے
اور جبکہ ناروا قربانیکا یہان ذکر نہین ہے تو مذہب اسلام اس قسم کی قربانیون کی
بالکل برخلاف ہونیکی وجہہ کیا ہے کیا وہ فعل پیغمبر ونکا تہا اب رہی یہہ بات کہ یہودی
آپ اوس قربانیکو جلا دیتے تہے یا آسمانی آگ آیندہ تصریح ہو جائیگی

(صفحہ ایضاً) **قولہ** یہودیون نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ توریت مین حکم ہے
کہ کسی نبی پر جبتک وہ ایسی قربانی نکرے جسکو آگ جلا دے ایمان نہ لاو خدا نے اون پر
حجت الزامی قایم کی کہ آنحضرت صلعم سے پہلے تمہارے پاس انبیا صریح نشانیان لیکر
آے اور جسطرح کہ تم کہتے ہو اوسیطرح کی قربانی بہی ادنہون نے کی پہر تمنے کیون انکو
مار ڈالا اگر تم سچے ہو اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا یہہ بیان کہ توریت مین ایسا حکم ہے
اور تمہارا یہہ کہنا کہ جو نبی ایسی قربانی کرے اوسپر ایمان لاوگی یہہ دونون باتین
سچ نہین ہین الخ **ج** حجت الزامی کی آپکو خوب سوجہتی ہے کلام الہی مین کہین حجت
الزامی نہین ہوا کرتی ہے مگر یہہ کہ فی الحقیقت آسمانی آگ کا قربانی کو کہا جانا قرآن
مین تسلیم کیا گیا اور یہودیون کی فرمایش پوری نکرنے کی وجہہ یہہ ہے کہ خدا کو معلوم
تہا کہ اگر یہہ معجزہ دیکہایا جائیگا تب بہی یہودی ایمان نہ لاینگے کیونکہ سابق زمانہ مین بہی
وہ اس قسم کا معجزہ دیکہانیوالون کی معتقد نہوئے بلکہ اونکی مخالف ہوئے تہی ایسی بیہودہ
مباحثون مین انبیاء علیہم السلام نے معجزہ دیکہانے سے انکار کیا ہے تاکہ کہیل تماشے

کے کامون کیطرح معجزے ہی نسمجھے جائین دیکھو متی ۱۲ باب ۳۹ + و ۱۶ باب ۵۸ + لوقا ۲۳ باب ۸ و ۹ -

(صفحہ ایضاً) **قولہ** ہمارے علماء مفسرین نے اس مقام پر بڑی غلطی کی ہے انہون نے یہودیون کی بعض بیہودہ روایتون سے یہہ سن لیا کہ جو قربانی آگ سے جلائی جاتی تہے اوسکے جلانیکو آسمان پر سے ایک سفید آگ بغیر دہوئین کی ایک سن سناہٹ کیساتہہ اُترتی تہی اور قربانی کئی ہوئی جانور کو جلاکر خاکستر کرجاتی تہی انہون نے سمجھا کہ انبیاء بنی اسرائیل کا یہہ معجزہ تہا اور یہودیون نے یہی معجزہ آنحضرت صلعم سے طلب کیا تہا

(صفحہ ۹۳) **قولہ** یہہ خیال مفسرین کا محض غلط ہے توریت مین کہین یہہ حکم نہین ہے کہ جبتک کوئی نبی آگ سے جلنے والی قربانی نکرے اوسپر ایمان مت لاؤ اور نہ توریت مین کہین اسبات کا ذکر ہے کہ قربانی کی جلانیکو آسمان پر سے آگ اوترتی تہی الخ

ج قاضیون کی کتاب کے ۶ باب ۲۱ مین ہے تب خدا کی فرشتے نے اوس عصا کی نوک سے جو اوسکے ہات مین تہا گوشت اور روٹیونکو چہوا اور اوس پتہر سے آگ نکلی اور گوشت اور فطیری روٹیان کہاگئی انتہے اور احبار ۹ باب ۲۳ و ۲۴ مین ہے کہ موسے اور ہارون جماعت کے خیمہ مین داخل ہوئے اور باہر نکلے اور جماعت کیلیئے برکت مانگی تب ساری جماعت پر خداوند کا جلال ظاہر ہوا اور خداوند کی حضور سے آگ نکلی اور مذبح پر چڑہاوا اور چربیان کہاگئی اور ساری جماعت نے دیکہا اور للکاری اور منہہ کی بل گری انتہے اور اول سلاطین ۱۸ باب ۳۸ مین حضرت الیاسؑ کی قربانیکا ذکر ہے کہ خداوند کیطرف سے ایک آگ نازل ہوئی اور اوسنے اوس چڑہاوے اور لکڑیون اور پتہرون اور مٹی کو جلادیا اور پانی کو جو گڑہے مین تہا چاٹ لیا انتہے اور اول تواریخ ۲۱ باب ۲۶ مین ہے اور داود نے وہان خداوند کے لئے مذبح بنایا اور چڑہاوون اور سلامیونکو گذرانا اور خداوند سے دعا کی جسنے آسمان پر سے چڑہاوے کی مذبح پر آگ بہیجکر اوسکے دعا قبول کی انتہے اور ۲ تواریخ ۷ باب ۱ مین ہے کہ جب سلیمان دعا مانگ چکا تہا تو آسمان سے آگ اوتری اور چڑہاوے کو اور ذبیحون کو کہاگئی اور وہ گہر خداوند کی جلال سے بہر گیا انتہے پس آپ جو فرماتے ہین کہ توریت مین کہین اسبات کا ذکر نہین ہے کہ قربانی کی جلانیکو آسمان پر سے آگ اوترتی تہی الخ اب یہہ اتنے مقام جو توریت سے مین نے نقل کئی آپ کے دعوے

کی تکذیب کرتے ہین یا نہین

(صفحہ ایضاً) **قولہ** قربانی سوختنی کا ذکر بہت جگہہ توریت مین آیا ہے حضرت موسے نے اوسکے قواعد مقرر کئی ہین اور وہ سب قواعد جنکو پڑہ کر تعجب ہوتا ہے توریت سفر لویان مین مندرج ہین اوس سے ثابت ہے کہ قربانی سوختنی کو کاہن آگ جلاکر اوس مین جلا دیتا تہا چنانچہ باب اول سفر لویان ورس ۶ و ۷ مین لکہا ہے کہ قربانی سوختنی را پوست کندہ اعزا پارہ پارہ نماید و پسران ہارون کاہن آتش را بر مذبح بگذارند و ہیزم را بالاے آتش بچینند اسیطرح اور بہت سے مقام ہین جنمین ذکر ہے کہ کاہن آگ جلاکر اوسمین قربانی سوختنی کو جلاتے تہے نہ یہہ کہ آسمان پر سے آگ اوترتی تہی الخ

ج یہہ معمولی قربانیون کا ذکر ہے جو روز روز اور عیدون وغیرہ مین گذرانے جاتی تہین اور آسمانی آگ جس قربانی کیواسطے نازل ہوتی تہے ایسی قربانی روز روز نہین گذرانی جاتی تہی کیا معجزے روز روز دیکہائے جاتے ہین آپ کو اتنا بہی تو نہین معلوم ہے کہ بحث کس قسم کی قربانی کی بابت ہے اور رد کے واسطے نظیر کس قربانی کے آپ پیش کرتے ہین

(صفحہ ۹۴) **قولہ** انسان کی گناہون کے کفارہ مین قربانی کرنا اور انسان کی جرم کی سبب ایک جانور کی جان مارنا اور یہہ سمجہنا کہ انسان اس گناہ سے پاک ہوگیا ایک عجیب وغریب خیال ہے جو نہایت تاریکی اور جہالت کی زمانہ مین لوگونکو پیدا ہوا تہا عام جاہلون کے خیال کا بقیہ ہر ایک زمانہ مین چلا آتا ہے اور کیسا ہی بڑا مصلح ہو کچہہ نہ کچہہ اوسکا اوسکے زمانہ مین بہی باقی رہتا ہے انبیاء علیہم السلام ایسے امور کی جو خدا کی وحدانیت اور ایمان کی برخلاف تہے اور ایسے امور کی جنسے عام جاہلون کی خیال مین کسی قسم کا خیال تقدس و تقرب الی اللہ پیدا ہوتا تہا گو فی نفسہ وہ بے اصل ہے ہون کچہہ پروا نکرتی تہی اور اوسے حال پر چہوڑ دیتے تہے یہی سبب تہا کہ حضرت موسی نے اوس قدیم رسم کو جاری رہنے دیا لیکن نبی آخر الزمان کا یہہ کام تہا کہ اس قسم کی خیالات کو بہی توڑ دے کسی قربانی کا حکم بطور انسانی گناہ کے کفارہ کے قرآن مجید مین نہین آیا ہے حج کی قربانیان درحقیقت مذہبی قربانیان نہین ہین نہ اونکی فرضیت قرآن مجید سے بانص صریح پائی جاتی ہے یہی سبب ہے کہ ہماری علماء مجتہدین نے کتب فقہ مین کسی قسم بانکو فرض نہین قرار دیا

ہے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی ہے تو واجب لکہا ہے اور ہمکو اسمین ہی کلام ہے
الخ **ج** مطلب یہہ کہ جانور کی تو جان مارتے ہین اور اوسے اپنے گناہ کا کفارہ سمجہتے
ہین یہہ عجیب وغریب خیال ہے بلکہ یہہ ایسا خیال ہے جو نہایت تاریکی اور جہالت کے
زمانہ مین یعنے جب انسان مطلق وحشی تہے تب لوگون مین یہہ خیال پیدا ہوا تہا یعنی
قربانی کرنیکا اگرچہ پیشتر صفحہ ۹۲ مین آپ لکہہ چکے ہین کہ یہہ رسم حضرت آدم اور حضرت
نوح کی وقت سے چلی آتی تہی لیکن چونکہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ ہی آپ کے نظر مین
غیر مہذب اور وحشی تہے اسلئے اس قربانی کی بنیاد نہایت تاریکی اور جہالت کے
زمانہ سے ثابت رہے کیونکہ وحشی سب درندے ہوتے ہین اور درندونکی غذا گوشت
ہے اسلئے وحشت کے زمانہ مین قربانی رائج ہوئی تہی اور اسیوجہہ سے آپنے قربانی
ترک کرکے گلاگہونٹنی پر قناعت کی ہے لیکن اگر جانور کی جان مارنا کفارہ گناہ کیواسطے
درست نہین ہے تو آپ کوئی ایسی نذر خدا کی حضور پیش کیجئے جو اپنی ذاتی ہو نہ یہہ کہ خدا کے
دیے ہوئے آخر مین آپ فرماتے ہین کہ کتب فقہ مین کسی قربانیکو فرض نہین قرار دیا ہے
زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی ہے تو واجب لکہا ہے اور ہمکو اسمین ہی کلام ہے الخ
مین نہین جانتا کہ آپکو کس وجہہ سے اسمین کلام ہے والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ تو قرآن
ہی مین موجود ہے اور جسے شعائر اللہ مین کلام ہو اوسکے کفر مین پہر کیا کلام ہے
(صفحہ ۹۵) **قولہ** اسلام نے گناہون سے پاک ہونیکی لئے کسی بیگناہ جانور
کے مارنے کے بدلے خود گنہگار کی دل کے قربانی مقرر کی ہے جسکو مذہبی اصطلاح مین
توبہ واستغفار سے تعبیر کیا ہے الخ **ج** لیکن اگر بیگناہ جانور کی قربانی کو آپ پسند نہین
کرتے تو یہہ سیکڑون بہیڑ بکریان مطبخ کے صرف مین کیونکر گوارا ہو جاتی ہین کیا یہان
وہی انجیلی مثل صادق نہین آتی کہ مچہر کو چہانتے اور اونٹ کو نگلتے ہو

نیچری تفسیر سورۃ النساء

اسکے بعد سورہ نساء کی آیہ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ
وثلٰث وربٰع الایہ سے آپ نے تفسیر شروع کی ہے اور صفحہ ۱۰۲ سے ۱۰۹ تک یہہ بحث
لکہی ہے اور صفحہ ۱۰۵ کے آخر مین یہہ عبارت بہی موجود ہے کہ اگر یہہ قاعدہ قرار پاتا

کہ جبتک ایک عورت سے قطع تعلق نہو جاوے تو دوسرے عورت ممنوع رہے تو اوس
مین اُن عورات پر اکثر حالات مین نہایت بیرحمی کا برتاؤ جایز رکہا جاتا اور اگر اوس قطع
تعلق کو اوسکے موت پر یا کسی خاص فعل کی سرزد ہونی پر منحصر رکہا جاتا تو مرد کو بعض صورتون
مین منہیات پر رغبت دلانے ہوتی اور بعض صورتون مین اوسکے ضرورت تمدن کو
روکنا ہوتا پس مرد کو حالات خاص مین تعدد ازدواج کا مجاز رکہنا فطرت انسانی کے
مطابق عمدہ فواید پر مبنی تہا انتہے اور صفحہ ۱۰۷ سے ۱۰۹ تک لفظ عدل پر بحث
کی ہے اسطرح پر کہ علماء اسلام نے عدل کو صرف رہنے مین باری باندہنے اور
نان نفقہ دینے مین مخصوص کیا ہے اور میل قلبی یعنے محبت وموانست مین اور اوس امر
مین جو خاص زوجیت سے متعلق ہے عدل کو متعلق نہین کیا اونہون نے ایک حدیث
سے اسکا استنباط کیا ہے جسکی یہہ لفظ ہین ان النبی صلعم کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللہم
ہذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک یعنی آنحضرت صلعم باری باندہتے تہے اپنی بیویون
مین اور عدل کرتے تہے اور فرماتے تہے کہ ای خدا یہہ میری تقسیم ہے جسمین مین مالک
ہون پہر تو مجہکو ملامت مت کر اوسمین جسمین تو مالک ہے اور مین مالک نہین ہون ترمذی
نے لکہا ہے کہ بعض علمانے بیان کیا ہے کہ ان اخیر لفظون سے محبت ومودت مراد ہے
اور لمعات مین اوس امر کو بہی جو خاص زوجیت سے متعلق ہے اسمین داخل کیا ہے الخ
اسکے بعد خانصاحب بہادر نے اس حدیث کی صحت مین کلام کیا ہے پہر فرمایا ہے کہ کیا
یہہ انبیاء کی شان سے ہے جو وہ یہہ کہین کہ اسے خدا جسپر میرا دل آجاوے تو اوسمین
تو مجہکو معاف کر یا جسکے ساتہہ مین وہ امر نکرون جو خاص زوجیت سے متعلق ہے تو تو
مجہکو ملامت مت کر افسوس ہے کہ بعض دفعہ اکابر بہی قدر ومنزلت نفوس قدسیہ انبیاء
کو بہول جاتے ہین اور اپنے نفوس پر قیاس کرکے وہی خفیف وناز یبا باتین جو اونکی
نفوس مین ہین نفوس قدسیہ انبیاء کیطرف منسوب کرتے ہین الخ اور صفحہ ۱۰۸ مین
خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ عدل کی لفظ مین میل قلبی کو داخل نسمجہنا ایک بڑی غلطی
ہے بلکہ جو تعلقات کہ باہم زن وشوہر کے ہین اونمین میل قلبی سب سے مقدم امر ہے اور
اسلیئے لفظ عدل بدرجہ اولے اوسی امر مقدم سے متعلق ہوتا ہے الخ اور آخر مین
خانصاحب بہادر نے صاف فرمایا کہ قرآنمجید سے جو حکم پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک

جور رہونی چاہیے تعدد ازدواج کی اجازت اوسیوقت ہے کہ جب بمقتضای فطرت انسانی وضروریات تمدنی کی عقل واخلاق وتمدن اوسکی اجازت دے اور خوف عدم عدل باقی نرہے (صفحہ ۱۰۹) اور چونکہ خانصاحب بہادر کی رای مین عدل سے مراد میل قلبی ہے یعنے علاوہ اخلاق ظاہری کے محبت ولی بہی سب ازواج کیساتہہ برابر ہونی چاہیے اور نفوس قدسیہ انبیاء مین قابلیت اس عدل کی ہوتی ہے نہ یہہ کہ اور کسی مین بہی کیونکہ اگر کسی مین بہی اسکی قابلیت ممکن ہو تو قرآن مین سے مثنی وثلث وربع کی کچہہ اور تاویل نہین ہوسکتی تہی اور بعض انبیاء سلف جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام وغیرہم کی کثرت ازدواجی کا ابطال نہین ہوسکتا تہا اور سلمان بانی اوپر اعتراض کرنیوالون کی مقابل مثنی وثلث وربع کے ثبوت مین کثرت ازدواجی انبیاء سلف کی اکثر نظیر پیش کیا کرتی ہین پس یہی تدبیر مناسب حال ہوئی کہ شرط عدل مین وہ باتین جو امکان بشر سے خارج ہین جیسے باوجود باری باندہنے اور مساوات نان ونفقہ وغیرہ کی سب کے ساتہہ برابر میل قلبی رکہنا بہی داخل کر کے نفوس قدسیہ انبیاء مین اسکی قابلیت مخصوص کیجائے تا ثابت ہو کہ انبیاء کی سوا کوئی انسان شرط عدل کو پورا نہین کر سکتا ہے اسوجہہ سے تعدد ازدواج بہی جایز نہین ہے یعنے چونکہ اور ون کے نفوس انبیاء علیہم السلام کی نفوس کی مانند نہین ہوتی ہین اسوجہہ سے وہ انبیاء کیطرح اپنے ازدواج مین ہرگز عدل نکر سکینگے پس تعدد ازدواج بہی جایز نہوگا اور ایک جورو کرنے مین جیسے نصرانی وعیسوی سلمان کیکو اختلاف باقی نرہیگا خانصاحب بہادر کی عاقلانہ بات کی تہہ کو پہونچنا آسان نہین ہے اب جواب بہی سن لیجئے کہ اگر عدل سے مراد وہی باتین خارج امکان بشر ہین جنکی قابلیت آپ نفوس قدسیہ انبیاء مین مخصوص قرار دیتے ہین تو یہہ آیت مثنی وثلاث ورباع جمہور امت کیواسطے نہوئی حالانکہ کسیکو اس مین اختلاف نہین ہے کہ یہہ حکم سب کے واسطے عام ہے اور جبکہ سب کی واسطے یہہ حکم ہے تو عدل کی وہ صفت نہ قرار پائی جسکی قابلیت آپ نفوس قدسیہ انبیاء مین مخصوص فرماتے ہین بلکہ عدل کی وہی صفت باقی رہی جو علماء اسلام نے قرار دی ہے اور جو اوس حدیث سے ثابت ہوتی ہے یعنی فقط باری باندہنا اور مساوات نان ونفقہ نہ یہہ کہ میل قلبی وغیرہ کیونکہ یہہ بات کسیکے اختیار کی نہین ہے خواہ نبی ہو خواہ غیر نبی

حضرت داؤدؑ کو اپنے سب ازواج مین سے والدہ سلیمانؑ کیطرف زیادہ میل قلبی تہا اور اوسی بی بی کیخاطر سے حضرت سلیمانؑ کی ولیعہدی قرار پائی تہی مجموعہ توریت مین لکہا ہے اور حضرت سلیمانؑ کو اپنی سب ازواج مین سے دختر فرعون کیطرف زیادہ میل قلبی تہا اوسیکے واسطے غزل الغزلات کی تصنیف کا شغل جاری رکہتے تہے

اسکے بعد صفحہ ۱۱۶ سے ۱۲۱ تک خانصاحب بہادر نے ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منہن کی تفسیر مین متعہ کی بحث پر توجہہ کی ہے

(صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷) قولہ تمام مفسرین اس آیت ان تبتغوا باموالکم کو آیت متعہ کہتے ہین یعنے اس آیت مین متعہ کی جایز ہونیکا حکم ہے متعہ کی یہہ معنے ہین کہ ایک مرد ایک عورت سے میعاد معین کی لئے مثلاً ایک شب کیلئے بعوض مال معین کے مثلاً دس روپیہ کی اجرت ٹہرالے اور اوس سے اوس میعاد تک مباشرت کرے جیسا کہ اس زمانہ مین بیحیا عورتون سے بیحیا مردونکا عام دستور ہے علماء کا اتفاق ہے کہ ابتدای اسلام مین متعہ جایز تہا اور اس باب مین کہ وہ بدستور جایز ہے یا ممنوع یا منسوخ ہوگیا ہے اختلاف ہے گروہ کثیر امت کا یہہ قول ہے کہ اس آیت مین تو بلاشبہہ جواز متعہ کا حکم ہے لیکن یہہ حکم منسوخ ہوگیا ہے مگر جن آیتون سے اسکے نسخ کا استدلال کرتے ہین وہ استدلال میری دانست مین نہایت ضعیف ہے الخ

(صفحہ ۱۱۸) قولہ اور گروہ قلیل امت کا یہہ قول ہے کہ حکم جواز متعہ بدستور بحال وغیر منسوخ ہے ابن عباس سے اسمین مختلف روایتین ہین ایک روایت تو جواز متعہ کی ہے بلا کسی قید کے اور ایک روایت مین اوسکا جواز بحالت اضطرار بیان ہوا ہے جیسیکہ مردار وسور کا گوشت حالت اضطرار مین کہالینا جائز ہے اور ایک روایت مین بیان ہوا ہے کہ ابن عباس نے تسلیم کیا کہ حکم جواز متعہ منسوخ ہوگیا ہے عمران بن حصین اوسکے جواز کے قایل تہے اور کہتے تہے کہ جواز متعہ کی آیت قرآن مین موجود ہے اور اوسکے بعد کوئی ایسی آیت جس سے حکم جواز متعہ منسوخ ہوا ہو نازل نہین ہوئی اور شیعہ حضرت علی مرتضی سے جواز متعہ کی بہت سے روایتین بیان کرتے ہین مگر اہل سنت وجماعت کے ہان حضرت علی مرتضیٰ سے کوئی معتبر روایت جواز متعہ پر منقول نہین ہے محمد بن جریر الطبری نے اپنی تفسیر مین حضرت علی سے یہہ روایت لکہی ہے کہ

اگر عمر لوگوں کو متعہ کرنیسے منع نکرتے تو بجز کسی بدبخت کے کوئی زنا نکرتا اور محمد بن الحنفیہ سے جو حضرت علی کے بیٹے ہین یہہ روایت ہے کہ حضرت علی مرتضی ابن عباس پاس گئے جو جواز متعہ کا فتویٰ دیتے تہے اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے متعہ سے منع کیا ہے میرے نزدیک علماء و مفسرین کا اس آیت سے حکم جواز متعہ پر استدلال کرنا محض غلط ہے بلکہ اس آیت سے علانیہ متعہ کی امتناع کا حکم پایا جاتا ہے الخ

(صفحہ ۱۱۹) **قولہ** متعہ اور تزوج مین جو حقیقتاً فرق تہا وہ یہہ تہا کہ تزوج سے مقصود دراصل احصان یعنے پاک دامنی اور نیکی تہی اور متعہ سے صرف مستی جہاڑنی کیونکہ اوس سے اوسکے مرتکب کو بجز سفح منی کی اور کوئی مقصود نہین ہوتا پس اسیکو خدا تعالے نے منع کیا جہان فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین یعنی تم بعوض اپنے مال کے آزاد عورتوں کو نکاح کرنیکے لئے تلاش کرو اور اونسے نکاح کرنا پاک دامنی رکہنی کی غرض سے ہو نہ مستی جہاڑنے کی غرض سے مطلب آیت کا صرف محصنین کے لفظ پر ختم ہوگیا تہا غیر مسافحین کا لفظ صرف اوسی طریقہ متعہ کے منع کرنے کو کہا گیا ہے جو نہایت بیحیائی اور بداخلاقی سے رائج تہا انہ کان فاحشۃ و مقتاً و ساء سبیلا پس اس آیت سے متعہ کا امتناع پایا جاتا ہے نہ اوسکا جواز جیسیکہ غلطی سے علماء اسلام نے خیال کیا ہے باقی رہین روایتین جنمین سے بعض سے بجز اسکے اور کچہہ نہین پایا جاتا کہ مکہ کے عورتین بن سنور کر بیٹہتی تہین جیسے اب بہی اس قسم کی عورتین میلون اور مجمعون مین بناؤ سنگار کر کر بیٹہتی ہین اور اونسے متعہ کرنیکی آنحضرت صلعم نے اجازت دی تہی وہ سب روایتین محض بیہودہ اور لغو ہین جسقدر حدیثین جواز متعہ پر بیان ہوئے ہین اور جسقدر کہ اوسکے منسوخی یا بحالی کی نسبت منقول ہین اونمین سے ایک بہی لایق التفات اور قابل تسلیم نہین ہے کیونکہ اونمین سے کوئی بہی صحیح نہین ہے متعہ پر جو بحث شروع ہوئی ہے وہ اسی آیت کے بنا پر ہوئی ہے کہ علماء و مفسرین نے غلطی سے سمجہا کہ اس آیت سے جواز متعہ نکلتا ہے الخ

(صفحہ ۱۲۰) **قولہ** ہر ایک گروہ اسکا مخالف ہوا اوسنے اوسکی منسوخی ثابت کرنے پر توجہ کی اور اوسکی تائید پر ناسخ حدیثین موجود ہوگئین اور اوسکے مویدین نے اوسکے جواز کی حدیثین بلکہ بالا تہین شیعہ کی پشت پناہ تو جناب علی مرتضی ہین ہی

کلام الامام امام الکلام

شلاق

فی رد

تہذیب الاخلاق

در نصرت المطابع دہلی طبعشد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اندنون تہذیب الاخلاق مطبوعہ یکم جمادی الاول ۱۲۹۲ ہجری جلد ہفتم نمبر ۵ صفحہ ۵ و ۵۵ وغیرہ مین ایک مضمون درباب مصلوبی حضرت عیسیٰؑ چہاپا گیاہے جسکا خلاصہ بعینہ عبارت کے ساتہہ یہہ ہے۔

قولہ وہ تین ۳ گہنٹے تک صلیب پر اذیت سے لٹکتے رہے - اور جب وہ اوتارکے ایک قبر مین رکہے گئے تو اونکو کہ وہ ابہی زندہ مگر غشی مین تہے بعض مخلص مومنین شب کو مقبرہ سے نکالکر گہر مین کہین پوشیدہ لیگئے پہر حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریون کو زندہ نظر آئے مگر یہود کی عداوت اور رومیون کے اندیشہ سے کہین دیہات مین اپنی قرابت دارون کے ساتہہ رہتے تہے پہر خدا نے انکو اوٹہا لیا یعنے اپنی موت طبعی سے مرگئے الخ

ج تین گہنٹے معلوم نہین - کہ آپنے کہان سے معلوم کرلئے حالانکہ عیسائی علما کا اتفاق اسپر ہے کہ ۹ گہنٹے یا کم سے کم چہہ ۶ گہنٹے (تفسیر سکاٹ وغیرہ) مگر تین گہنٹے کبہی کسیکے خیال مین بہی نہین گزرے یہہ نیا حساب چراغ علی صاحب کو سوجہا اور ایسے زندہ مگر غشی مین ہوتی تو نبضین ساقط نہو جاتین رومی لوگ ڈاکٹر و اہل فوج وغیرہ منشی چراغ علیصاحب سے زیادہ بیعقل نہتے جو زندہ اور مُردہ کو نہ پہچان سکے اور بعض مخلص مومنین شب کو اگر مقبرہ سے نکال لیجاتے تو پہر جو قبر کے پتہر پر کی کیا بے لاش کو دیکہے کر سکتے تہے اور اگر اوسوقت لاش نکال لیگئے تہے تو تیسرے دن پتہر کسنے ڈہلکایا اور اسطرح زندہ رہکر اگر حضرت عیسیٰؑ حواریون کو زندہ نظر آئے تو ممکن نتہا

کہ حواری اونکا ساتہہ چہوڑ دیتے لیکن عجیب بات یہہ ہے کہ وہ مخلص مومنین کون تہے جو قبر سے نکال لے گئے کیا حواریون سے زیادہ کوئی حضرت عیسیٰؑ کا غمخوار تہا اور اگر حواریون اونہین قبر سے نکال لیگئے تہے تو پہر یہہ بعضے حواری کون تہی جنہین وہ زندہ نظر آئی واہ منشی چراغ علیصاحب ذرا دیکہہ بہال کر تو لکہا ہوتا اور رومیون کے اندیشہ سے کہین دیہات مین اپنے قرابت دارون کیساتہہ رہنے کی حضرت عیسیٰؑ کو کیا ضرورت تہی جبکہ حضرت مریم کا گہر ناصرہ مین موجود تہا جہان پلاطوس کا کچہہ دخل نتہا بلکہ وہان ہیرودیس کے جداگانہ عملداری تہی (لوقا ۲۳ باب ۷) علاوہ اسکے کیا ممکن ہے کہ نبی اپنی جان بچانے کیلئے تبلیغ رسالت سے روپوشی کرکے کہین دیہات مین آخر دم تک چہپا رہی وہ تو بلاتشبیہہ سید احمد خانصاحب بہادر نہتے کہ زمانہ بدلتے کے ساتہہ ہی پلٹ جاتے اور یہہ جو ارسطو صاحب فرماتے ہین کہ اپنی موت طبعی سے مرگئے اسکا جواب تمام دنیا مین کوئی نہین دے سکتاہے مگر وہی جو کہہ سکی کہ تہذیب الاخلاق کا یہہ مضمون لکہنے والا دیوانہ ہے کیونکہ کسی یہودی یا عیسائی یا مسلمان کا یہہ عقیدہ نہین ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی موت طبعی سے مرگئے گندہ بروزہ یا خشکہ اگرچہ گندہ لیکن ایجاد بندہ اور لطیفہ یہہ ہے کہ آپہی لکہتے ہین کہ خدا نے اونکو اوٹہا لیا یعنے اپنی موت طبعی سے مرگئے یہہ یعنے کیا خوب آپ نے فرمائی کہ اوٹہا لینے سے مراد موت طبعی ثابت ہوگئی بوڑہیان اکثر کوسا کرتی ہین کہ خدا - تجہے جلد اوٹہا لے یعنے موت آئے لیکن یونانی یہہ محاورہ نجانتے تہے نہ انجیل نویس اس بوڑہیون کی کہانی سے واقف تہے اوٹہا لینا موت طبعی کو نہین کہتے ہین مثلاً نیچریہ فرقہ کا کوئی مرجائے تو کون کہہ سکتاہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ان عالی ظرفون نے تہوڑی بہت دنیوی مقدرت حاصل کرکے خدا کے کلام سے اسقدر ٹہٹا کرنا شروع کیا ہے کہ علاوہ گلام ڈوڑی مرغی کے طیرًا ابابیل سے مراد چیچک کے دانے اور جن سے مراد کوئی چہپکر قرآن سننے والا عیسائی اور معجزات انبیاء سحر و شعبدہ اور اسیطرح کی ہزارون باتین جو تہذیب الاخلاق کے پرچون مین مرقوم ہین شروع اسلام سے اسقدر تمسخر اور ٹہٹا کلام الٰہی سے نہوا تہا اگر کچہہ زیادہ رتبہ دنیا مین انہین حاصل ہوتا تو سمجہہ جاؤ کہ یہہ کیسا کچہہ دعوے نکرتے

قولہ ٹہنک ٹہیک جیسا کہ اِس زمانہ مین یہود ہٰذہ الامتہ کر رہے ہین وہ حضرت عیسیٰؑ
کو مضل کہتے تہے متی ۲۷ باب ۶۳ یوحنا ۷ باب ۱۲ الخ ج یہود ہٰذہ الامتہ سے مراد سب
علماء اسلام جنہون نے سید احمد خان صاحب بہادر کے کفر پر فتوے لکہا اور سید احمد خان
صاحب اِس صفت مین حضرت عیسےٰؑ سے مشابہ کئے گئے جنکی صفت متی ۲۷ باب
وغیرہ مین ہے

قولہ بے ایمان یہودیون نے اونپر بغاوت کا جرم بہی ضمیمہ کر دیا تہا — یہی وجہہ
تہی کہ پلاطس نے حکم دیا۔ اور اسیلئے وہ سنگسار نہین کئے گئے الخ ج رومی عملداری
ہونیکے سبب یہودیونکو یہہ اختیار کب تہا کہ حضرت عیسےٰؑ کو سنگسار کر سکتے دیکہو
یوحنا ۱۸ باب ۳۱ مین یہودیونکا قول کہ ہمکو روا نہین کہ کسیکو جان سے مارین استہتے
یہہ سبب آپنے خوب پیدا کیا کہ بغاوت کا جرم ضمیمہ کرنیکے سبب پلاطس نے حکم دیا پلاطس
نے حضرت عیسیٰؑ کی بغاوت کو ثابت کس سے کیا تہا بلکہ جب پلاطوس نے دیکہا کہ کچہہ
بن نہین پڑتا بلکہ اور بہی بلوا ہوتا ہے تو پانی لیکر بہیڑ کے آگے اپنے ہات دہوئی اور کہا
مین اِس راستباز کے خون سے پاک ہون تم جانو تب لوگون نے جواب مین کہا اوسکا
خون ہمپر اور ہماری اولاد پر ہو (متی ۲۷ باب ۲۴ و ۲۵)

قولہ یہود نے پہر غل مچایا یہود وہان حاضر تہے یوحنا ۱۸ باب ۲۸ الخ ج اگر یہود حاضر
نتہے تو یہہ غل مچانیوالے کون لوگ تہے البتہ دیوانخانہ کے اندر نہ گئے تہے تب پلاطوس ان
پاس نکل آیا اور کہا تم اِس مرد پر کیا فریاد کرتے ہو (یوحنا ۱۸ باب ۲۹) واہ چراغ علی صاحب
خوب بیوقوفون مین ارسطو بنگئے

قولہ یہودی چلائی اور سب حاظرین سے کہلوایا کہ یسوع باربان چہوڑ دیا جائے
اتفاق سے اِس مجرم کا بہی نام یسوع تہا اور باربان لقب تہا دیکہو رینان کی تاریخ الخ
ج دینی معاملات مین مورخ کے قول سے سند پکڑتے ہے سبحان اللہ رینان بیچارہ کیا جانے
کہ اصل حقیقت کیا تہی کیا مفسرین کتب الہامی سے کوئی مورخ زیادہ معتبر ہو سکتا ہے
کسی مفسر انجیل کے قول سے کیون نہ ثابت کیا کہ اوسکا نام یسوع تہا

قولہ بالآخر حضرت عیسےٰؑ کو مقام جلجلہ مین لاکر صلیب سے باندہا — کبہی کبہی ہات
اور پیر رسی سے باندہ دیتے تہے ہارن کی کتاب جلد ۴ صفحہ ۱۵۷ ۔ جو لکڑی عمودی

شکل کی ہوتی تہی اوسکے بیچ مین ایک لکڑی لگی رہتی تہی جو مصلوب کے بیٹہنے کی
جگہہ بنجاتی تہی ورنہ بغیر اسکے مصلوب کا دہڑ نیچے کو لٹک آتا اور مینخون سے ہات نکل
جاتے — ارنسٹ رینان باب ۲۵ الخ ج کسی مصلوب کو رسی سے نہین باندہتے
تہے لیکن شاذونادر بخت ضرورت کیوقت اور کیلون کے نہ ملنے کے سبب ایسا کرتے
ہونگے جیسے اِس ملک مین جہان پہانسی تیار نہو تو جلدی کی حالت مین ناچار رسی گلے
مین باندہ کر لٹکا دیتے ہین یہہ کوئی مقرری دستور نہین ہے مگر بیت المقدس مین لوہے
کی میخین نایاب نتہین جو رسی باندہتے اور عمودی شکل کے بیچمین ایک لکڑی بیٹہنے
کیواسطے نہین لگی رہتی تہی بلکہ مصلوب کیواسطے صلیب پر مسند تکیہ لگا دیتے تہے جناب من
ہر گرجائے رومن کاتہولک مین مسیح کی شکل صلیب پر لٹکی ہوئی دیکہو اور کوئی لکڑی بیچمین
نہین ہوتی ہے آپنے بڑی قابلیت خرچ کرکے یہہ خوب وجہہ نکالی کہ بغیر اسکے
مصلوب کا دہڑ نیچے کو لٹک آتا اور میخون سے ہات نکل جاتے کبہی چرخ پوجا ہی آپنے
نہین دیکہی کہ پشت کی کہال مین کانٹا چبہو کر چار سو قدم تک جوان آدمی لٹکا ہوا چند بار
گہومتا ہے بلکہ فقط زبان مین کانٹا چبہو کر اسیطرح گہومتا ہے لاکہون آدمی ہندوستان
کے اس سے واقف ہین اور غدر ۱۸۵۷ع سے پیشتر تک لکہنؤ مین بہی جہان آپ
یہہ قابلیت ظاہر کر رہے ہین چرخ پوجا کا دستور جاری تہا پہر میخونسی ہات نکل
جانا کون یقین کر سکتا ہے دیکہا ہمنے نہ کہا تہا کہ رینان بیچارہ اِن باتون کو کیا
جانے اوسکے قول کا یقین کرکے آپکو خفیف ہونا پڑا یا نہین پہر اگر یہہ کافی
نہین ہے تو انجیل مین دیکہہ لو یوحنا ۲۰ باب ۲۵ و ۲۷

صاحب تہذیب الاخلاق نے جانا کہ صلیب پر اسقدر جلد مرجانا ممکن نہین اسلئے غشی
کی حالت ہوگئی ہوگی مگر جو شخص ایسا ناتوان ہو کہ اپنی صلیب نہ اوٹہا سکے اوسے اسقدر
جلد مرجانا تعجب نہین ہے

قولہ یہود کے ہان یہہ دستور تہا کہ پہلے سنگسار کرکے مار ڈالتے تہے پہر صلیب پر لٹکا
آتے الخ ج یہودی تو پہچانتے ہی نہتے کہ صلیب کسے کہتے ہین ہان بعض
موقع پر لوگون کے عبرت کیواسطے کسی درخت وغیرہ پر اپنے دشمن کو لٹکا کر پہانسی دیتے
تہے (استثنا ۲۱ باب ۲۳)

قولہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر سے بظاہر مردہ دیکہن زندہ اوتار لیا الخ **ج** بیاطن زندہ کی خبر چراغ علیصاحب کو اٹہارہ سو برس سے معلوم ہوگی

قولہ ایک نے برچہی سے حضرت عیسیٰؑ کے پہلو مین ذرا چہید دیا۔ اِس زخم سے خون اور پانی جاری ہوا یہہ بات صرف یوحنا کی انجیل مین ہے الخ **ج** کیا بعد زندہ معلوم ہونیکے ہی جو خون نکلنے سے ثابت ہے وہ بے ٹانگین توڑے اوتار لئے گئے اب یہان آپ کی قابلیت کہان گئی جو کچہہ خیالی پولاؤ نہ پکا سکے لیکن بات یہہ ہے کہ جو شخص اپنی موت سے مرے اوسکے بدن کا خون سرد ہوجانیکے بعد نہین نکلتا ہے برخلاف مقتول کے کہ جو کسی قسم سے قتل کیا گیا ہو جان نکلجانیسے دو چار پہر بعد تک بدن سے خون نکلتا ہے شجاع الملک کے مارے جانیکے بعد لتنے عرصہ تک بدن سے خون نکلتا رہا کہ سات کفن تک پہنانے کی نوبت آئی اور سب خون مین تر ہوتے گئے تہے اور پادری ونٹر صاحب کے متعلق علیسائیون مین سے ایک ضعیفہ کو بعضون نے رات کیوقت لات گہوسون سے اور گلا دبا کر مار ڈالا صبح کو قریب دس بجے جب وسے غسل دینے لگے تو اوسکے منہہ سے بہت سا خون نکل پڑا جس سے اوسکے قاتلون کی تلاش اور گرفتاری عمل مین آئے

قولہ برچہی سے چہیدنیکا مضمون یوحنا ۱۹ باب ۳۲ و ۳۴ گو ہمارے خلاف نہین مگر ہمکو اسپر بہت شبہہ ہے اور انجیل نویس متی مرقس لوق اسبات کا بیان نہین کرتے حالاکہ ایک امر عظیم اور ضروری تہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد مین علیسائیون نے صرف بعض پیشین گوئیون کو ۳۴ زبور ۲۰ ذکریا ۱۲ باب ۱۰ اجانیکے لئے یہہ بات اپنی طرف سے بنا کر روایت مین شامل کردی ہے الخ **ج** جب دیکہا کہ یہان کچہہ بن نہین پڑتا تو اِس مضمون یوحنا ۱۹ باب کو الحاقی بتانے لگے کبہی آپنے کوئی مناظرہ کی کتاب بہی دیکہی ہے یا نہین فقط آپ کے شبہہ سے کوئی آیت کہین الحاقی ہوسکتی ہے جب تک معتبر علمار اہل کتاب کا کوئی قول نہ پیش کرو جنہون نے اوسکے الحاقی ہونیکا اقرار کیا ہو اور یہہ عذر کہ کسی اور انجیل مین وہ مضمون نہین بدتر از گناہ ہے بیسیون اِس سے بڑی باتین اون انجیلون مین نہین ہین اور بیسیون باتین اون انجیلون مین ہین جو اِس انجیل یوحنا مین نہین ہین کیا اِسوجہہ سے کوئی تحریف ثابت ہوسکتی ہے استغفر اللہ بلکہ ہرگز کسی دانشمند کو زیبا نہین کہ جب تک قابل پسند جمہور ثابت نکرے کوئی الزام زبان پر لائے

قولہ حضرت عیسیٰؑ اوسی روز صلیب پر صرف ڈہائی تین گہنٹے رہنے پر یوسف کے حوالہ کردئے گئے الخ **ج** پیشتر تین گہنٹے آپ کے کیا خوب ثابت ہوگئے تہے جواب ڈہائی گہنٹے تک کی نوبت پہونچی

قولہ دفن کرنیوالون نے بہی بڑی عجلت کی اور کامل طور سے اونہین دفن نہین کیا الخ **ج** اِس عجلت اور ناکامل دفن کا ثبوت آپکے دل مین ہوگا کیا یوسف ارمتیانے اپنے واسطے وہ قبر نہین کہودوا رکہی تہی اور اوسمین وہ لاش رکہی گئی اس سے زیادہ امیرون کے لئے بہی اور کیا ہوتا ہے

قولہ اونہون نے ایک لحد مین حضرت عیسیٰؑ کو رکہہ کر دروازون پر ایک چٹان یا پتہر کی سل رکہدی تہی تاکہ پرسون کو عطریات لاکر قبر مین رکہینگے الخ **ج** پرسون تک شاید فشار نہوگا (یوحنا ۱۱ باب ۳۹) اور وہ دوسری قبر کہان تہی جہان رکہینگے یہان آپ کی عقل نے کچہہ رسائی نکی اور دروازون پر ایک چٹان جو لکہا ہے اِس سے کچہہ معلوم ہوا کہ اوس قبر کے کتنے دروازے تہے شاید بارہ دری ہوگی

قولہ اب دوسرے روز وہ احمق پہرہ بیٹہانے گئے متی ۲۷ باب ۶۲ و ۶۶ الخ **ج** مگر دیکہہ بہالکر پہرہ بیٹہایا گیا اور پتہر بہی بدستور اپنی جگہہ پر تہا اوسکے ہٹانیکا کوئی نشان زمین پر نہ تہا پہر وہ پتہر نہایت بہاری بہی تہا (متی ۲۷ باب ۶۰) پہر چوکیدار اوس باغ مین حفاظت بہی کرتے تہے (یوحنا ۲۰ باب ۱۵)

قولہ اتوار کو صبح کے وقت وہی عورتین قبر پر آئین اور پتہر کو ہٹا ہوا دیکہا اور حضرت عیسیٰؑ کو وہان نپایا اوسوقت ایک یا دو شخص جو حاکم کے فرستادے یعنے فوج کے پیادے تہے انجیل کے ترجمون مین اونکو فرشتہ بنا دیا ہے اونہون نے کہا کہ تم زندے کو مردون مین ڈہونڈتے ہو الخ **ج** اِسکا جواب مولوی چراغ علیصاحب کو پادری لوگ دینگے مگر میری نظر مین اتنی غلطی معترض کے ظاہر ہے کہ اگر پیشتر وہ لاش چورائی گئی ہوتی تو اب یہہ پتہر قبر کے منہہ سے کسواسطے ہٹایا گیا اگر اوسیطرح لگا رہنے دیتے تو پہرہ والون پر غفلت کا جرم ثابت نہوتا اور چونکہ از روی انجیل آپ حضرت عیسیٰؑ کا کسی گانون مین چہپے رہنا اور وہین وفات پانا ثابت کرتے ہین نہ یہہ کہ زندہ آسمان پر جانا تو لازم تہا کہ کسی حصہ انجیل کے قول سے اون دو فرشتون کو فوج کے پیادے ثابت کرتے اور پیادے تو دو تہے

بلکہ ساٹھہ رومی سپاہیوں کا ایک گارڈ تعینات تہا انجیل کی سب تفسیرون مین دیکھہ لو کسیکو اِسمین اختلاف نہین ہے اور اگر سپاہیون نے یہہ کہا ہو تاکہ تم زندے کو مُردون مین ڈہونڈہتے ہو تو کیا وہ دیوانے تہے جو بعد اطلاع اسبات کے کہ لاش کو قبر سے نکال لیگئے ہین قبر پر پہیرہ چوکی دیتے رہے اور جبکہ حضرت عیسیٰؑ کے شاگردون مین کسی مرد یا عورت کو لاش چورا لیجانے کی اطلاع نہتی تو وہ مخلص مومنین کہان سے آگئے جو لاش چورا لیگئے اور آخر زندگی تک حضرت عیسیٰؑ اونہین مین رہے اور حواریون کو فقط دو تین بار صورت دیکہا دی

قولہ واقعہ صلیب کے بعد تین دفعہ حضرت عیسیٰؑ زندہ مگر مجروح اپنے حواریون کو نظر آئے مگر مجدلینی کو حضرت عیسیٰؑ کا نظر آنا غلط ہے اس عورت کے قول کا کچہہ اعتبار نہین وہ شدت سی ضعیف العقل تہی اوسکو سات جن لپٹتے ہوئے تہے لوقا ۸ باب ۲ یونانی زبان مین اِس محاورہ سے مراد یہہ ہے کہ مجنون تہی اور خود اوسکو شبہہ تہا بلکہ اوسنی اِس شخص کو باغ کا چوکیدار سمجہا اور درحقیقت ایسا ہی تہا مگر اسکے ذہن اور خیال مین حضرت عیسیٰؑ بسے ہوئے تہے اوسنے بعد مین یقین کر لیا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ ہی تہے الخ **ج** مجدلینی کو حضرت عیسیٰؑ کا نظر آنا اگر آپ کے نزدیک غلط ہے تو عیسائیون کے نزدیک مجدلینی سے زیادہ آپ ضعیف العقل ہین جو فریق مخالف کے مقابل مین آپ اپنی رائی پر تکیہ کرتے ہین کسی انجیل یا مفسر انجیل کے قول سے یہہ غلط ہونا ثابت کرنا تہا اور سات جن لپٹنے سے مراد اگر یونانی محاورہ مین مجنون ہی تو آپنے اچھی طرح یونانی حروف تہجی ہی نہین پڑہے ہین فقط لوگون کو دہوکا دینے کے لئے یونانی عبارت یونانی حرفون مین بار بار لکہوایا کرتے ہین جسکے نہ لفظونکی صحت نہ حرفون کی صحت ہے مگر مفسرین انجیل تو یونانی زبان آپ سے زیادہ جانتے ہین اونہون نے یہہ محاورہ کہ سات جن لپٹنے سے مراد جنون اب تک نہ معلوم کیا تہا قطع نظر اسکے وہ سات جن تو اسپر سے اوتارے گئے تہے (لوقا ۸ باب ۲) اب وہ مجنون کیونکر رہی جو اوسکے قول کا کچہہ اعتبار نہین اور شبہہ اول ہوتا ہے یا بعد کو اور جب اول اوسکا قیاس صحیح تہا جسے آپ ہی فرماتے ہین کہ درحقیقت ایسا ہی تہا تو وہ مجنون کیونکر ہوئی

قولہ سندکیس ۔ کو صلیب پر سے اوتار کے رہا کر دو ۔ یوسیفس مورخ ۔ لکہتا ہے

کہ ۔ بہت سے قیدی مصلوب ہوگئے اِن مین تین آدمی میری پہلے ملاقاتی نکلے مین نے بادشاہ کے پاس جاکر عرض معروض کی بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ وہ مصلوب اوتار لئے جائین ۔ اونمین سے دو آدمی طبیبون کے زیر معالجہ مرگئے مگر تیسرا شخص بچ رہا الخ **ج** نازم برین عقل و فہم آپہی لکہتے ہین کہ وہ صلیب پر سے اوتارے گئے پہر زندہ آدمی اگر صلیب پر سے اوتر کر بچ گیا تو تعجب کیا ہوا بلکہ تعجب تو یہہ ہے کہ دو اون مین سے زیر معالجہ مرگئے کہ یہہ بوجہہ سوئی تدبیری طبیب ہوا نہ بوجہہ سفاکی صلیب

قولہ بڑے سے بڑا قرینہ اونکی یقینی موت کا یہی ہوسکتا ہے کہ یہود جو شدت سی دشمن تہے اور یہہ سب کچہہ اونہون نے کیا وہ کیونکر بغیر قطعی اور یقینی قتل کی باز آئے ہونگے یا اونہون نے کوئی دقیقہ اوٹہا رکہا ہوگا الخ **ج** پہر آپنے بیفایدہ یہہ تکلیف اوٹہائے کہ حضرت عیسیٰؑ کسی گانون مین رہکر مرگئے تہے نعوذ باللہ

قولہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کو اوسدن بہت تردد تہا وہ دن اونکے یہان روز عید فصح تہا اور اوسکے تہوڑی دیر بعد سبت شروع ہونیکو تہا ۔ وہ تو شاید صلیبگاہ پر بہی حاضر نتہے الخ **ج** یہہ بہی ثابت نہین ہے کہ وہ روز عید فصح کا تہا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ فصح کہاکر گرفتار کئے گئے تہے اور فصح عید کے تمامی پر کہایا جاتا ہے کہ بعد اوسکے کسی دنیاوی کار و بار کی ممانعت نہین ہے تب سارے بنی اسرائیل فصح کہاکر حضرت موسیٰؑ کیساتہہ سفر کیواسطے چل نکلے تہے اور یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ وہ تو شاید صلیبگاہ پر بہی حاضر نتہے یہہ شاید آپکی نادانی پر شاہد ہے کہین مخالف کے مقابلہ مین بہی شاید کوئی دلیل ہوسکتی ہے پس اگر یہہ شاید صحیح نہ نکلے تو ثابت ہوگا کہ یقیناً حاضر تہے

قولہ کئی ایک قدیم فرقہ عیسائی مذہب کے اسبات کے معتقد تہی کہ حضرت عیسیٰؑ قتل نہین ہوئے باسلیدیان اور سرن تہیان اور کورپوکریتیان وغیرہ عیسائے کے قدیم فرقے کہتے ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کیجگہہ شمعون قرینی صلیب دیا گیا الخ **ج** یہہ کس کتاب سے آپنے معلوم کیا اوس کتاب کا نام لکہدینا مناسب تہا اور وغیرہ ایسے مقام پر لکہتے ہین جہان کافی ثبوت پہونچ جانیکے سبب کسی اور گواہ کی حاجت نہی حالانکہ قصہ صلیب کے بے اصلی کے لئے یہی تین فرقے کافی نہتے چنانچہ آپنے بہی بعد اوسکے بطریک قسطنطنیہ کے قول سے لکہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مصلوب نہین ہوئے بلکہ اونکی

جگہہ کوئی اور مصلوب ہوا پہر اون تین فرقون کے بعد وغیرہ لکہدینا اسپر دلالت کرتا ہے کہ آپکو کسی چوتہے فرقے منکر مصلوبی مسیح کا نام معلوم نہین ہے اسلئے اب مجہے آپ کی حمایت لازم ہوئی کہ وہ دوسیتی فرقہ ہے اور اِن چارون فرقون اور علاوہ اونکے بہی بہتسے فرقونکا ذکر میری کتاب انعام عام مطبوعہ ۱۲۹۰ ہجری مین نظر اقدس سے گزرا ہوگا لیکن بقول آپکے اگر حضرت عیسےٰؑ صلیب پر قتل نہین ہوئے بلکہ زندہ اوتار لئے گئے تہے تو شمعون قرینے کے قتل کا یقین کرنیوالے آپ کے دلایل مجوزہ کے بموجب کیونکر سچے ہوسکتے ہین کیونکہ وہ تو شمعون کی صلیبی موت کا یقین کرتے تہے پس آپ جو ابتک وہی دلائل لکہتے چلے آئے ہین کہ جنسے حضرت عیسےٰؑ کا صلیب پر سے زندہ اوتار لینا ثابت ہو تو اِن دو تین فرقونکو جو اوس مصلوب کے قتل کا یقین کرتے تہے آیا جہوٹہا ثابت کرنیکے لئے آپنے اونکا ذکر کیا ہے یا اون دو تین فرقون کے عقیدہ سے آپنے اپنا ہی جہوٹہا ہونا تسلیم کرلیا ہے بہرحال کچہہ تو ہوگا

قوله یہود کو یہہ دعوے تہا کہ ہمنے یقیناً سنگسار کرکے مصلوب کردیا الخ **ج** یہودیون کو کیا خبط ہوگیا تہا جو سنگسار کرنیکا دعوی کرتے جبکہ وہ رومیون کی رعیت ہوگئے تہے

قوله اب کوئی اور احتمال نہین ہوسکتا مگر یہی کہ وہ قبر مین زندہ رکہے گئے اور زندہ چلے گئے ظن غالب ہے کہ اسی یوسف اور نقیدموس نے اسبات مین کوشش کی ہوگی کیونکہ اِن لوگون پر یہہ بات خوب ظاہر تہی کہ حضرت عیسیٰؑ پر موت طاری نہین ہوئی الخ

ج احتمال اور ظن غالب اور ہوگی ایسے محل مناظرہ مین یہہ دلایل قطعی فقط منشی چراغ علیصاحب کا حصہ ہے اور کسیکو یہہ قوی اور قطعی دلایل کب متیسر ہین اور یہہ بات کہ یوسف اور نقیدموس نے لاش چرانے مین کوشش کی ہوگی اِسکا جواب پادری صاحبونکے ذمہ ہے لیکن مجہے اتنا کہنا ضرور ہے کہ یوسف نے یہہ سمجہہ کر لاش نہ مانگی تہی کہ مصلوب زندہ ہے کیونکہ اوسوقت لاش مانگی جاتی ہے جب ڈاکٹر اور حاکم وقت کو یقین ہولیتا ہے کہ مقتول بہمہ وجوہ مرچکا ہے

قوله اونہون نے اپنی رسم کے موافق حضرت عیسیٰؑ کو نہلایا بہی تہا حالانکہ رومیون یہودیون اور مصریون مین مُردے کو نہلانے کی عام رسم تہی الخ **ج** الکتاب کے مقامات المعروف مطبوعہ مشن پریس مرزاپور ۱۸۶۹ء کے صفحہ ۲۳ مین پادری شیر سنگہ

صاحب فرماتے ہین کہ یروشلم مین قبرگاہ کے گرجے مین داخل ہوتے ہی مجاور ایک بڑا پتہر دیکہاتے ہین جو جعفری سے گہرا ہوا ہے اور روایت کرتے ہین کہ اسی پر عیسےٰؑ کی لاش کا غسل ہوا تہا انتہےٰ اور یوحنا ۱۹ باب ۳۹ مین لکہا ہے خوشبو ملکر یہودی رسم کے موافق کفنایا تہا کیونکہ صلیب دینے کیوقت لباس سب اوتار لیا تہا پس ننگی لاش ہونیکے سبب کفن کی حاجت تہی

قوله وقولهم انا قتلنا المسیح عیسے ابن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه دو طرح سے آدمیون کو مار ڈالنے کا دستور تہا ایک صلیب پر لٹکا رہنے دینی سی۔ اور دوسری قسم دفعتاً جان سے مار ڈالنے کی تہی اور وہ دو طرحسے تہی سنگسار کرنا اور تلوار سے قتل کرنا اسلئے قرآن مجید مین دونون قسمون کی موت سے انکار ہوا ہے کہ نہ تو حضرت عیسیٰؑ کو پتہراو کرکے یا تلوار سے مارا ہے اور نہ صلیب پر چڑہا کر مارا یہہ بات یاد رہنے چاہئے کہ یہود کا ایسا بیان ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ سنگسار کئی گئی چنانچہ یہود کی کتاب مشنا اور تالمود یروشالم اور تالمود بابل سنہدریم کے بیانمین ایسا ہی لکہا ہے (دیکہو انبسط ربنان کا تذکرہ مسیح باب ۲۵ ص ۲۸۴) اور علسائیوا کا بیان ہے کہ وہ صلیب پر مارے گئے اسلئے قرآن مین اِن دونون باتون پر اشارہ ہے ماقتلوه وما صلبوه یعنے نہ قتل بذریعہ سنگساری ہوا اور نہ قتل بذریعہ صلیب ہوا نہ یہہ کہ وہ مطلق صلیب پر چڑہائے ہی نہین گئے الخ

ج قرآن مجید مین نہ پتہراو کرکے مارنے نہ تلوار سے مارنیکا ذکر ہے اور آپ سمجہتے ہین کہ ماصلبوه سے مراد صلیب پر مار ڈالنا تو صلیب پر چڑہانیکا کوئی اور لفظ علاوہ صلبوه کے گڑہ لینا چاہئے اصل مطلب ماقتلوه وما صلبوه کا تو یہی ہے کہ اوسکو قتل نہین کیا بلکہ صلیب پر بہی نہین کہنچا پس قتلوه سے مراد یہہ کہ اوسی صلیب پر قتل نہین کیا اور صلبوه سے مراد یہہ کہ بلکہ صلیب پر کہنچا ہی نہین اور سنگسار کرنیسے قرآن مین کیون انکار ہوتا جبکہ اوسکا وقوع یہودیون مین ممکن نتہا ہان غدر ہوکر ایسا ہوجاتا جیسے ہندوستان مین فساد کرکے لوگ قتل کر ڈالتے ہین تو یہہ اور بات ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کسیکو ایسا گمان تک نہین ہے اور یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ یہہ بات یاد رہنی چاہئی کہ یہود کا ایسا بیان ہے کہ پہلے حضرت عیسےٰؑ سنگسار کئے گئے چنانچہ یہود کی کتاب مشنا اور تالمود یروشالم اور تالمود بابل سنہدریم کے بیان مین ایسا ہی لکہا ہے یہہ بات ربنان نے کہین سے سن سنا کر

لکہدی ہوگی وہ کیا جانے کہ مشنا مین کیا لکہا ہے سنہ ۱۵۰ ع کے قریب یہوداہ نامی نے ساری روایتین ایک کتاب مین جسے مشنا کہتے ہین جمع کین اور اونکی جو تفسیرین لکہے گئین انہین طالمود کہتے ہین بس اگر مشنا مین وہ ذکر ہو بہی تو اون غیر مسلسل زبانی روایتون کا اعتبار کیا ہے کسی یہودی نے اپنی قوم کی شیخی جتانیکو یہوداہ سے کہدیا ہوگا

قولہ اوسوقت موسم اچہا تہا یعنی ابر چہا رہا تہا متی ۲۷ باب ۴۵ مارق ۱۵ باب ۳۳ لوقا ۲۳ باب ۴۴ دہوپ کی تکلیف نہتی الخ **ج** اسکا جواب بہی پادرے صاحبونکے ذمہ ہے ہمارے ذمہ نہین ہے

قولہ حشویہ اور عامہ مفسرین نے اِس جملہ کی تفسیر مین یہہ معنی لگائی ہین کہ حضرت عیسیٰ کی صورت ایک اور شخص پر القا کی گئی یہہ محض ایک سفسطہ ہی اِس سے تو معاملات پر سے اعتبار جاتا رہتا ہے اور نکاح اور طلاق اور ملک پر وثوق نہین رہتا الخ **ج** کیا ہر جگہہ ایکہی قاعدہ ملحوظ رکہنا ضرور ہے مثلاً مولوی چراغ علیصاحب نے مذہب نیچریہ اختیار کیا ہے تو کیا جائز ہے کہ جو شخص اِس نام کا کسی شہر مین ہو اوسی نیچریہ سمجہین یہہ عجیب دلیل آپ کو سوجہی خدا نے اگر ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی صورت القا کی ہو تو کیا ضرور ہے کہ ہر شخص پر یہی گمان اپنا دستور العمل کرین

قولہ کسی اور کا اونکی جگہہ مصلوب ہونا ایک بے ثبوت بات ہے۔ کیونکہ شمعون قرینی بعد مین عرصہ تک زندہ رہا اور عیسائیون کی جماعت مین شامل رہا الخ **ج** یہہ بہی آپ نے کسی کتاب سے ثابت تو کیا ہوتا اور جب یہہ حال تہا تو باسلیدیان وغیرہ فرقون کا ذکر کرنیسے آپکو کیا حاصل ہوا

قولہ بل رفعہ اللہ الیہ خدا کیطرف جانا یا اوٹہا لیا جانا ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم نے فرمایا انی ذاہب الی ربی (صافات ۹۷) اور مہاجرون کے نسبت کہا ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ (نساء ۱۰۱) الخ **ج** واہ رفعہ اللہ الیہ کے واسطے کیا عمدہ نظیرین پیش کی گئین ہین آپکو چاہئی تہا کہ حضرت ابراہیم یا مہاجرین کی حقمین بہی رفعہ اللہ الیہ ثابت کرتے

قولہ یہہ بات تعظیم وتشریف وتفخیم کے طور پر کہی جاتی ہے نہ یہہ کہ وہ درحقیقت آسمان کیطرف کو بادلون مین اوڑتے ہوئی نظر آئی اور کسی آسمان پر جا بیٹہے ان باتون کی

ہمارے ہان کچہ اصل نہین بعد مین حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے جسکی خبر قرآن مجید مین دوسری جگہہ دی گئی ہے اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی (ال عمران ۴۸) جسکی تفسیر مین مفسرین نے بہت کچہ پس وپیش کیا ہے بلکہ اوسکو بالکل اولٹ دیا ہے وہ یون پڑہتے ہین رافعک الی ومتوفیک مگر اصلی قرآن کی تو یہہ عبارت نہین ہی اگر مفسرین نے کوئی قرآن بنایا ہو تو اوس مین ہوگی الخ **ج** کیا تعظیم وتشریف کیواسطے جہوٹہ بولنا بہی جائز ہوا اور وہ بہی نعوذ باللہ خدا اور رسول کو پس ہم اس دعوی پر کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر گئے بیشمار علماء اسلام کو جو بارہ سو برس سی گزرے اور بیشمار علماء نصاریٰ کو جو اٹہارہ سو برس سے گزرے بلا اختلاف گواہ لاتے ہین مگر آپکے قول پر سوا اسکے اور کچہہ دلیل نہین کہ ان باتون کی ہمارے ہان کچہہ اصل نہین اگر رفعہ اللہ الیہ کو آپ مثل انی ذاہب وغیرہ کے جانتے ہین تو اللہ الذی رفع السموات کے کیا معنے قرار دئی جائینگے یہہ آپکا محض واہمہ دور از کار ہے اور متوفیک کے معنے وہی صحیح ہین جو مفسرین قرآن نے لکہے ہین یعنے یہہ کہ ای عیسیٰ بدرستیکہ فراگیرندہ توام از دنیا (تفسیر حسینی) چنانچہ یہی بات اوس آیت سے بہی ثابت ہے کہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یعنی اوسکو مارا نہین یقیناً بلکہ اوسکو خدا نے اپنی طرف اوٹہا لیا یہان سے کچہہ شبہہ باقی نہین رہا ہی کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر تشریف لیگئے مگر مشکل یہہ ہے کہ آپ بسبب ناواقفی علم لغت کے ہر جگہہ متوفیک کے ایکہی معنے سمجہتے ہین اور اُسکا محل اور موقع نہین دیکہتے علاوہ اسکے حضرت عیسیٰ کی وفات کے بابت جو بعضون نے لکہا ہے کہ وہ تین گہنٹے یا چہہ گہنٹے مُردہ رہے وہ اِس دعوی کیواسطے مفید نہین ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر تشریف نہین لے گئے کیونکہ تین گہنٹے وغیرہ کی مدت قایم کرنا اسکی دلیل ہے کہ اِس عرصہ کی بعد وہ زندہ ہو گئے تہے

قولہ یہہ بات کہ وہ کب مرے اور کہان مرے معلوم نہین الخ **ج** پہر حضرت عیسیٰ کا مرنا آپ ثابت کرنے کیا بیٹہے تہے نہ آپکو اون دیہات کی خبر ہے جہان حضرت عیسیٰ کے چہپی رہنے کی آپ غمازی کرتے ہین نہ آپکو اسکی خبر ہے کہ کتنی مدت چہپی رہکر اونہون نے وفات پائی نہ آپکو یہہ معلوم ہے کہ کن لوگون مین چہپے رہے مگر اونکے مرنیکی آپکو اطلاع ہوگئی اور یہہ بہی کہ وہ زندہ آسمان پر نہین گئے جس سے حضرت عیسیٰ کے قریب قیامت آسمان سے آنیکا آپ سے انکار ثابت ہوا اور ثابت ہوا کہ شیطان نے آپکی عقل وایمان

کا بیل تصرف کر لیا ہے

قولہ صحیح بخاری کے ایک روایت مین بضمن قصۂ معراج یہہ مضمون ہے کہ حضرت عیسٰی اور حضرت یحیٰی دوسرے آسمان پر ملے مگر یہہ روایت تو بہت ہی مشتبہہ ہے ہدبہ راوی کے نسائی صاحب صحیح نے تضعیف کی ہے اور ہمام کو کبہی کبہی حدیث بیان کرنے مین وہم ہو جاتا تہا اور خلیفہ راوی کبہی کبہی حدیث مین خطا کرتا تہا اور سعید راوی شدت سے تدلیس کیا کرتا تہا اوسکی عقل مختلط ہو گئی تہی اور ہشام راوی بہی کبہی تدلیس کرتا تہا اور انس راوی نے مالک بن صعصعہ سے جو قصہ معراج روایت کیا ہے عنعنہ ہے اور مالک قدیم زمانہ مین مر گئے شاید انس سے ملاقات ہونے سے پہلے اور نیز مالک نے ارسال کے طور پر وہ روایت بیان کی ہے خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تقریب التہذیب مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۷۱ ہجری مین یہہ باتین ملینگی الخ

ج اوسی تقریب التہذیب مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۷۱ ہجری سے یہہ جواب سُن لیجئے **ہدبہ** ثقۃ عابد تفرد النسائی بتلیینہ جس راوی کی صفت مین دو لفظ مثلاً ثقہ اور عابد لکہے جائین اصطلاح علما مین اوسکے کمال عظمت پر دلیل ہے پس ہدبہ جمہور کی نظر مین ثقہ اور عابد ہو کر فقط نسائی کے قول سے اوسکی تضعیف نہین ہو سکتی **ہمام** راویان بخاری مین تین شخص اس نام کے ہین ایک تو ثقۃ اور دوسرا ثقۃ عابد اور تیسرا ثقۃ ربما وہم اور یہہ وہم اگر کچہہ حارج ہوتا تو ثقۃ اوسکی صفت نہ ٹہراتے اور یہہ بہی کہ کبہی ساری عمر مین کسی بات مین وہم ہونا اوسکی ضعیف اقوال کی دلیل نہین ہے بلکہ اعتبار اکثر کا ہوتا ہے اور آپ نے تعین نہین کیا کہ اس حدیث بخاری مین وہی ہمام ہے یا دوسرا **خلیفہ** بہی بخاری کی راوی تین ہین اونمین بہی ایک صدوق دوسرا ثقۃ تیسرا صدوق ربما اخطا پس اگر یہہ وہی خلیفہ ہے جسے آپ راوی بخاری سمجہے ہین تو باوجود صدوق ہونے کی کبہی کبہی خطا کرنا دلیل ضعف روایت کی نہین ہی اور سعید تو ڈیڑہ سو سے بہی زیادہ ہین اور **ہشام** بہی قریب چالیس ہین اون مین سے کسیکو معین کرو تب دیکہا جائے حضرت **انس**رض بہی صحابی اور حضرت **مالک** بہی صحابی ہین حضرت انس دس برس حضرت رسول اللہ صلعم کے خادم رہے ہین سنہ ۹۲ یا ۹۳ مین وفات پائی سو برس سے زیادہ عمر ہوی تہی پہر آپ کیونکر یہہ لکہہ گئے کہ مالک قدیم زمانہ مین مر گئے شاید انس سے

ملاقات ہونے سے پہلے اگر ملاقات نہوئی ہوتی تو صاحب تقریب التہذیب یہہ نہ لکہتے کہ مالک بن صعصعۃ الانصاری المازنی صحابی وروے عنہ انس حدیث المعراج اور عنعنہ مدلس کا قابل احتجاج نہین ہوتا مگر ثقہ معاصر کا عنعنہ تو ملاقات پر محمول ہوتا ہے اور صحابی سے زیادہ کون ثقہ ہو گا اگر اصول فقہ سے آپ واقف ہوتے تو یہہ غلطی نہ کہاتی اور یہہ جو آپ لکہتے ہین کہ مالک نے ارسال کے طور پر وہ روایت کی ہے وہ طور نہ بیان کیا پس آپکو یہی سمجہہ کر اوس حدیث معراج کا یقین کر لینا تہا کہ وہ حدیث کتاب بخاری مین ہے جسکی صحت پر کسیکو زبان ہلانے کی مجال نہین ہے

پہر صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ایک اور حدیث ہے ابوہریرۃ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد الخ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا قسم اوسکی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ البتہ عنقریب ہے کہ اوتریگا تم مین اے مسلمانو عیسٰی مریم کا بیٹا حاکم عادل ہو کر سو توڑیگا چلیپا کو اور قتل کریگا خوک کو اور گرا دیگا جزیہ کو اور کثرت سے بہہ پڑیگا مال یہانتک کہ کوئی اوسکو قبول نکریگا انتہے اب اس حدیث کے راویون کی بہی بابت اعتبار سے تقریب التہذیب کے حوالہ سے تہذیب الاخلاق مین مشتہر کیجئے تب اوسکا بہی جواب چہاپا جائیگا

فہرست معتقدات فرقہ نیچریہ از جریدہ روزگار شمارہ ۲۲ جلد ۲ مطبوعہ مئی ۱۸۷[illegible]ع

۱- قرآن شریف کو قابل نظر ثانی کہنا اور پہر لکہہ دینا ضروری جاننا -

۲- جن انبیاء علیہم السلام نے استرقاق (یعنے لونڈی غلام بنانا) کو جایز رکہا اونکو مرتکب گناہ خلاف فطرت جاننا - اور خلفائی راشدین اور اصحاب حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تابعین وتبع تابعین اور جمیع اہل اسلام کو اسی گناہ مین مبتلا رہے اور ہین کہنا -

۳- بہشت و دوزخ کا انکار -

۴- وجود آسمان کا انکار -

۵- معجزات وکرامات کو منجملہ عمل قوت مقناطیسی وبرقی جاننا - اور سحر اور معجزات وکرامات کو ایک سمجہنا -

۶- نصاویر کشی کو جایز کہنا -
۷- احادیث صحیحہ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کا انکار -
۸- عورون کو چکلے کی کسبیان کہنا -
۹- اصول فقہ کو ڈہکوسلا جاننا -
۱۰- گلا گہونٹی مرغی کو حلال کہنا -
۱۱- اسقدر شراب جو عقل وہوش کو زایل نکرے حلال جاننا -
۱۲- تتبع نصارے کو لباس اور کہانے مین درست جاننا -
۱۳- پابندی شرع شریف کو شکنجہ کہنا -
۱۴- جہاد رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو جرمن اور فرانس کی لڑائی کہنا -
۱۵- حج کو جانیسے لندن جانے کو افضل سمجھنا -
۱۶- حرمین شریفین جانے کو خوجون کی زیارت تصور کرنا -
۱۷- جوتا پہنکر نماز پڑہنا وہ جوتا جو گلی کوچون اور غلیظ مقامون مین پہنکر پہرین -
۱۸- قرآن شریف مین جابجا جو شیطان کا ذکر آیا ہے اوسکے وجود کا انکار اور اسکو صفات ذمیمہ پر حمل کرنا -
۱۹- مسجد کو اسپتال بنانیکے لئے ڈہانا اور مسجد کو مانند اور مکانون کے تصور کرنا -
۲۰- معجزہ شق القمر کا انکار کرنا -
۲۱- تفسیر بالرائے کرنا -
۲۲- نصارے کے میز پر جو گوشت رہے بلا دریافت کہا لینا -
۲۳- کہڑے ہو کے موتنا -
۲۴- بلا ضرورت اردو تحریر و تقریر مین انگریزی الفاظ کا استعمال کرنا -
۲۵- گاڈفری ہگنس صاحب کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا -

تقریظ از جانب مولوی سید الفت حسین صاحب مدرس عربی دہلی

باسمہ سبحانہ - بے شک امام صاحب کی تحریر در جواب منشے مولوی چراغ علی صاحب بجا و درست ہے - فقیر کے نزدیک ایسے مضامین سید احمد خانی و روشنی طبع مولوی چراغ علیصاحب بعز از امکان چہہ چہار ڈکے طور الٰہی جانی اور مذہب راقم قرار دیا جاتا تو خیر کچہہ کسیقدر گنجایش بہی رکہتا تہا نہ بطور دعوی و اعتقاد - اس صورت مین ایسی تاویلات کا دروازہ کہولنا بڑی بہاری بلا ہے

بندہ الفت -

الحمد للہ کتاب سوم بہ شلاق فی رد تہذیب الاخلاق از تصنیفات جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور نصرۃ المطابع دہلی مین چہپا

اونہون نے سچ جہوٹ جو چاہا ارباب المظلوم علیہما السلام پر تہمت دہر دی البتہ اگر اس آیت سے حکم امتناع متعہ تسلیم کیا جاوے جو اُس زمانہ مین عرب مین مروج تہا تو وہ روایتین جنمین بلا ذکر نسخ صرف حکم امتناع متعہ ہے شاید اس آیت کے قابل ترجیح یا لایق اعتماد متصور رہ سکینگے اور خیال ہو سکتا ہے کہ بعد نزول اس آیت کے آنحضرت صلعم نے متعہ مروجہ کا امتناع کیا الخ

(صفحہ ۱۲۱) قولہ غرض کہ ہماری تحقیق یہہ ہے کہ متعہ کا طریقہ اسلام نے پیدا نہین کیا بلکہ وہ قدیم سے جاری تہا اسلام نے اوسکو منع کیا گو کہ ابتدا زمانہ اسلام مین بہی جاری رہا ہو بہت سے رواج زمانہ جاہلیت کے ایسے تہے جو زمانہ ابتدا اسلام مین رائج تہے بعد کو ممنوع ہوئے متعہ بہی اونہین سے ہے انتہی اور صفحہ ۲۰۷ مین و لیاخذوا حذرہم واسلحتہم الایہ کی تفسیر مین آپ نے لکہا ہے کہ صف جنگ مین مقتدیون کو اگر موقع نماز کا ہو تو صرف ایک رکعت نماز کی فرض ہے اور اگر اسکا بہی موقع نہو تو صرف اشارہ ہی سے بلا لحاظ سمت قبلہ کافی ہے اور اگر اتنی بہی فرصت نہو تو قضا کرنا جایز ہے انتہی اسکے بعد صفحہ ۲۱۰ تک یعنے تا خاتمہ سورہ نسای فقط ترجمہ آیات پر اکتفا کیا گیا ہے اور کچہہ تفسیر نہین لکہی ہے

نقل عبارت اخبار مظہر العجائب مدراس مطبوعہ ۲۱- اکتوبر ۱۸۸۱ء مطابق ۲۶- ذی قعدہ ۱۲۹۸ ہجری نمبر ۳۰ جلد ۳ صفحہ ۱ کالم ۳

در تذکرہ اہل نیچر -

سور خوار

افسوس کہ مدراس مین بعضی نوجوان بدمعاشون مین اسقدر بیدینی پہیلی ہے اور خدا و رسول سے اسقدر رنڈر ہو گئے اور دین اسلام کو اسقدر حقیر سمجہے کہ برملا گوشت خوک انگریزی بازار سے خرید نا شروع کر دیئے - سنا ہے کہ دو تین بدمعاش بندین نوجوانون نے ٹہین کے انگریزی مارکٹ سے گوشت خوک خرید کیا اگرچہ بہت مسلمانون نے انکو ہر چند روکا پر وے کیسیکی نہ سنے غرض چند شوخی زندیق نیچرون نے اسکو ایک علیحدہ مقام پر لیجا کر زہر مار کیا آیندہ ہم اون لوگونکے نام مع تفصیل درج کرینگے - افسوس ہم اہل اسلام پر کہ باین حالت مذہب اسلام کی اسقدر توہین کرنیوالون سے رابطہ

اتحاد و دوستی قایم رکھتے ہین اور ہر مسلمانی کا دعوی کرتے ہین امید کہ سب اہل اسلام
مدراس ایک اتفاق ایسا کرین کہ جس سے یہہ نیچریہ دین اور فرقہ نادقہ خارج قوم اہل اسلام
ہو جاوے تا دوسرون کا ایمان ہاتہہ سے جانے نپاوے فقط ۔

تمت

قطعہ تاریخ من تصنیف برخوردار سید محمد نصیر علی مدعو متخلص بہ قیصر مالک نصرت المطابع دہلی

چو رد نیچری تفسیر شد ختم بسالش عطف شد لازم در آغاز	ز فکر قیصر این تاریخ الست دویم حصہ ز تنقیح البیان است
	۹۳ ۱۲ عدد حرف واو ۱۲ ھ ۹۹

ایضاً

از نتایج طبع جمیل ناظم بیعدیل حافظ انعام اللہ صاحب دہلوی سلمہ اللہ القوی

ہین میری مخدوم میر صاحب اسنا زادونسی یحیی دلی ہی	کہ نام نامی جہانین مشہور مولوی نصرت علی ہے
گیا جو مطبع مین اونکی دیکھا کتاب ہان تک چہپ رہی ہی	کتاب کیا آفتاب کہی کہ سارے مطبع مین روشنی ہے
جو سید احمد علیگڈہی ہین وہ نہون نے تفسیر ایک لکہی ہے	امام فن مناظرہ نی جواب مین اوسکے یہہ لکہی ہے
نئی نئی باتین ہو رہی جاتی ہین دیکھتی ہو خدا بچاوی	ظہور دجال ہو نیوالا ہی ہو منو تیرہ سو مین صدی ہے
قدم جو رکہو سنبہل کی رکہنا کتاب ایسی بغل مین کہنا	کہ جلد اول تو چہپ چکی ہی جو چہپ رہی ہی وہ دوسری ہے
خیال تاریخ کا جو آیا تو ہاتف غیب نے بتایا	کہ سوچتا کیا ہی لکھہ یہہ دیگر جواب تفسیر نیچری ہے
	۱۲ ھ ۹۹

بعد ختم اس حصہ دوم تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن کی جسمین سورہ آل عمران اور نساء کی تفسیر ہی مجہی اعتنا فرمایا
مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری مصنف رسالہ اشاعۃ السنۃ کا بہی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ اونہین کی
کوشش بلیغ اور ہمت بلند سی یہہ جلد تفسیر القرآن میرے پاس پہنچی ورنہ نیچری فرقہ مین یہ کتاب بطور سرقہ چہپائی جاتی ہی کہ مین اونکو ہم کو
سی باوجود کمال جستجو کے مایوس ہو گیا تہا فی الحقیقت صاحب اشاعۃ السنۃ کی غایت حمیت دین صادق خلوص متقین کا یہہ
نشان ہی اگرچہ رد بر رد بیار اکابر ثقات مقدسین حرفا حرفا تفسیر کو ملاحظہ ہو کر تین ہفتہ سی زیادہ مجہی
اس کا جواب لکہنے مین نہین گزری مگر اوسکا چہاپا جانا بسبب نا یافت مصارف انطباع ایک عرصہ تک ملتوی رہا بالآخر امداد خزینہ

کلام الامام امام الکلام

الحمد للہ کہ از تصنیفات جناب امام فن مناظرہ یکتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور صاحب سلمہ

حصہ دوم شلاق

در جواب مضمون مصنفہ منشی چراغ علی صاحب مندرجہ تہذیب الاخلاق

نصرت المطابع دہلی مین چہپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہذیب الاخلاق مطبوعہ یکم ربیع الاول ۱۲۹۳؁ جلد ہفتم نمبر ۳ صفحہ ۲۶ و ۲۷ وغیرہ مین منشی چراغ علی صاحب کا مضمون نمبر ۲۳۵ جسمین سورہ نمل کے تفسیر مشعر حالات حضرت سلیمان علیہ السلام ہے میری نظر سے گزرا جسکی بعینہ نقل معہ جواب کے درج ذیل ہے

قولہ مضمون نمبر ۲۳۵ سلیمان علیہ السلام - علم منطق الطیر - جن - نمل - طیر - ہدہد - عفریت - عرش بلقیس - کشف ساق - علم منطق الطیر (۱) وورث سلیمان داود وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شی ان ہذا لہو الفضل المبین (سورہ نمل) ترجمہ اور سلیمان داود کے وارث ہوئے اور کہنے لگے اے صاحبو ہمکو پرندونکا علم ملا ہے اور ہر چیز مین سے ہمکو عنایت ہوا ہے یہہ بیشک بڑی فضیلت ہے تفسیر منطق الطیر ایک علم ہے جسمین پرندونکی بناوٹ صورت اور عادت کا بیان ہوتا ہے اور یہہ ایک شعبہ ہے حیواۃ الحیوان کے علم کا جسمین ہر قسم کی جاندارونکا ذکر ہوتا ہے منطق الطیر ٹہیک ترجمہ ہے ۔ ارنی تولوجیا کا اور نہیں ورا ورنے تہوس کہتے ہین اور ڑنے والے اور لوجیا کے معنے لغت اور علم جو لوگ اس حقیقی علم منطق الطیر سے ناواقف ہین وہ سمجہتے ہین کہ پرندونمین ایسے مرکب آوازین بولتے ہین جیسے انسان بولتے ہین اور اونکی ایسی ہی باتونکو سلیمان علیہ السلام سمجہ جاتے تہے عبرانی زبان مین ایسی علم منطق الطیر کو دبرہا عوف کہتے ہین دبر کے معنے بات یا بیان اور عوف کے معنے پرند الخ **جواب** یہہ قصہ نمل جو قرآن مجید سے نقل کیا گیا نہ توریت مین مذکور ہے اور نہ انجیل مین پس اپنی قابلیت ظاہر کرنیکو لئے اسکے یونانی اور عبرانی تحقیق کی کیا حاجت تہی اور اگر یہہ ضرور تہا تو سنسکرت

اور لاطینی اور چینی اور تاتاری وغیرہ زبانون نے کیا قصور کیا تہا جو اونکے الفاظ قلم انداز فرمائی گئے علاوہ اسکے اون یونانی اور عبرانی لفظون سے علم منطق الطیر کی صفت کیا آپنے ثابت کی اور جبکہ یہہ کچہہ نہو سکا تو پہر اون لفظونکے لکہنے سے غرض کیا تہی سوا اسکے کہ لوگ آپکو عبرانی یا یونانی دان جانین جسکے آپکو ہوا ہی نہین لگی ہی باوجود اسکے آپ بڑی قابلیت سے فرماتے ہین کہ جو لوگ اس حقیقی علم منطق الطیر سے ناواقف ہین الخ جس سے ثابت ہوا کہ آپ بالکل اس حقیقی علم منطق الطیر سے واقف ہوگئے حالانکہ اپنی زبان مین ہی ہنوز ناطقہ درست نہین ہے چنانچہ علمنا منطق الطیر کا ترجمہ آپنے یہہ کیا ہو کہ ہمکو پرندونکا علم ملا ہے الخ پس نطق کے معنے علم کہنے ہی لینے ہونگے شاہ عبد القادر صاحب اس کا یہہ ترجمہ کرتے ہین ہمکو سکہائی ہے بولی اوڑتے جانور ونکی الخ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے لکہا ہے آموختہ شد مارا گفتار مرغان اور تمام مفسرین نے اسیطرح لکہا ہے مگر آپ فرماتے ہین ہمکو پرندونکا علم ملا ہے الخ پرندونکا علم معلوم نہین کہ کیا ہوتا ہے اور کب آکسفورڈ کالج مین وہ علم حاصل کرنے گئے تہے اب فرمائی کہ یہہ علماء اسلام جنہون نے منطق الطیر کا ترجمہ گفتار مرغان کیا ہے یہہ سب ہی اس لفظ منطق الطیر کے معنے جانتے تہے یا نہین

قولہ کتاب سلاطین مین جو غالباً شاہی روزنامچہ کے حالات سے مولف ہوئی ہے اور اب یہود کے صحیفہ کتوبیم مین داخل اور بیبل مین شامل ہے حکمت سلیمانی کی عموماً اور علم منطق الطیر کے خصوصاً تصدیق اور تصریح پائی جاتی ہے چنانچہ سلاطین کی پہلی کتاب باب ۴ آیت ۳۳ مین یہہ مضمون ہے اور اوسنے درختونکی کیفیت بیانکی سرو کے درخت سے لیکر جو لبنان مین تہا اوس زوفا تک جو دیوار پر اوگتا ہے اور چارپایون اور پرندون اور رینگنے والون اور مچہلیونکا حال بیان کیا الخ **ج** کتاب سلاطین کو جو آپ فرماتے ہین کہ غالباً شاہی روزنامچہ کی حالات سے مولف ہوئی ہے اسنتے اس سے آپکا مقصود یہہ ہے کہ اوس کتاب کو ویسی ہی کتابون کیطرح غیر الہامی ثابت کرین کیونکہ نیچریہ عقیدہ سب الہامی کتابون کے بابت یون ہی ہے اور اگرچہ کتاب سلاطین الہامی نہو مگر آپ نے اوسے بیشتر غیر الہامی ثابت کر لیا لکہا ہوتا تب یہہ دعوی صحیح ہوتا

قولہ جن - وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فہم یوزعون ترجمہ اور جمع کئے سلیمان کے پاس اوسکے لشکر سے جن اور انس اور پرند اور وہ روکے ہوئے تہے

بانگرے تگرے تہے۔ **تفسیر** جن کنعان کے گرد نواح مین ایک قوم قوی ہیکل دیو قامت تند و شدید اور جبار رہتی تہی جو عمالیق کہلاتے تہے اور بنی اسرائیل اونکو اپنی شدید عداوت اور اذیت کیوجہہ سے اور اونکی بت پرستی اور دیوا ور دیویون کی عبادت اور بہوت پریت کے پوجا سے اونکو بہی شد یعنے جن کہا کرتے تہے اور وہی جبار بنی عمالیق حضرت سلیمان کے زیر فرمان کچہہ مقید اور کچہہ ملازم و مصاحب تہے الخ **ج** اسکے بعد آپ نے لفظ شد کی بڑی تحقیق لکہی ہے چنانچہ آپ کے اصل عبارت یہہ ہے کہ پرانے یہودیونمین جن اور شیاطین کے خیالات نہین تہے وہ ان نامون سے مطلق واقف نتہے جب ایرانیون یعنے زردشت کے مذہب والون سے اور یہودیون سے میل جول ہوا تب اونہون نے اونسے ایسے خیالات اور محاورات سیکہہ لئے اگرچہ سلیمان کا زمانہ اس واقعہ سے قبل کا ہے مگر مصریون اور کنعانیون مین اور اور قومون مین جو بنی اسرائیل کے اردگرد تہین شدت سے بت پرستی اور جن پرستی اور شیطان پرستی ہوتی تہی اور بنی اسرائیل نے کسی نہ کسی مناسبت سے اونکے نام رکہہ لئے تہے الخ پس یہہ عجیب تحقیق ہے پیشتر ایرانیون سے یہودیون مین جن و شیطان کے خیالات شایع ہونا ارشاد ہوا اور جب یاد آیا کہ حضرت سلیمان کا زمانہ اس واقعہ سے پیشتر تہا تب مصریون اور کنعانیون کو اسکی جگہہ قایم کیا اور وہ ہی باین طرز کلام کہ بنی اسرائیل نے کسے نہ کسی مناسبت سے اونکے نام رکہہ لئے تہے جس سے ثابت ہوا کہ نہ وہ مناسبت آپکو معلوم ہے اور نہ یہہ تحقیق ہے کہ ایرانیون سے یہودیون نے جن و شیطان کا نام سیکہا تہا یا مصریون اور کنعانیون سے اور یہہ ہی اس سے ثابت ہوا کہ یہودیون نے بت پرستون سے بقول آپکے وہ نام سیکہہ لئے اور خدا نے یہودیون سے یہہ نام سیکہہ لئے ہین کیونکہ قرآن مین یہہ نام موجود ہین خدا کے قدرت ہے اس زمانہ کے فلاسفر اسی عقل کے لوگ ہین ہنوز آپ کو یہہ ہی نہین معلوم کہ لفظ شد بہ تخفیف اور شد بہ تشدید مین کتنا فرق ہے اور یہہ ہی آپکو معلوم نہین ہے کہ ان آیتون مین جو آپ نے نقل کے ہین شد بہ تخفیف ہے یا بہ تشدید چنانچہ توریت مین شد بہ تشدید جہان آیا ہے اوسکے معنے غالب یا زبردست جیسے عربی مین شدید اور شد بہ تخفیف سے مراد

شیطان ہوتی ہے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کتاب ۲ باب ۸ کے جو عبارت آپ نے نقل کی جو بلفظ یہہ ہے مین نے سونا روپا اور بادشاہون ملکون کا خاص خزانہ اپنے لئے جمع کیا بینے گانے والے اور گانیوالیان رکہین اور بنی آدم کے سامان عیش شیطان اور خیات اپنے لئے فراہم کئے انتہے اسکے بعد آپ نے سات ترجمون سے اس لفظ کے معنے لکہے ہین جنمین کہین شیطان اور خیات کا لفظ نہین ہے پس تعجب کہ جب اتنے بڑے عبرانی دان علماء اہل کتاب نے اپنے ترجمون مین شیطان اور خیات نہ لکہا پہر کون یقین کریگا کہ منشی چراغ علیصاحب جنہین شد بہ تشدید مین تمیز نہین ہے اون مترجمین توریت سے زیادہ عبرانی دان ہو گئے اور اب جسقدر ترجمے توریت ہندوستان مین رایج ہین اون سب میں لفظ بیگم و بیگمات موجود ہے کیا یہہ علماء اہلکتاب آپکے برابر بہی عبرانی نجانتے تہے پہر آپکو یہہ منصب کہان سے ملگیا کہ علماء اہلکتاب کے ترجمون کے خلاف اپنی طرف سے کوئی معنے قرار دین علاوہ اسکے شدہ و شدوت کی اصل آپ شد ۱۰۶ زبور ۳۷ و استثنا ۳۲ باب ۱۷ سے ثابت کرتے ہین حالانکہ وہان شد بہ تخفیف ہے جو شدہ و شدوت کی اصل ہو نہین سکتا کیونکہ شدہ و شدوت مین علامت تانیث موجود ہے اور شیطان کو کون مونث کہتا ہے واہ علامہ صاحب قطع نظر اسکے قرآن کی آیت مین جن و انس و طیر کا لفظ ہے پس اگر جن سے مراد قوم عمالیق ہے جو صریح انسان تہے تو انس اب کسے کہنا چاہئے شاید بہیڑیون اور گیدڑون کو کیونکہ جب جن سے مراد قایم ہوئی تو انس سے بہی کوئی مراد قایم نکرنیکی وجہہ کیا ہے اور سلیمان کیون اصلی نام باقی رہا اس سے مراد کوئی جنٹلمین قرار دینا ضرور تہا اور یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ پرانے یہودیون مین جن و شیطان کی خیالات نتہے وہ ان نامون سے مطلق واقف نتہے الخ یہہ ہی صریح جہونٹہہ ہے توریت ہی مین لفظ عزازیل موجود ہے اور دیگر صحف انبیا مین بکثرت لفظ شیطان مرقوم ہے دیکہو کتاب ایوب وغیرہ اب فرمائی کہ وہ پرانے یہودی کونسے تہے جو ان کتابون سے پیشتر تہے

قولہ جن کے معنے چہپے ہوئے کے ہین اور انس جو چیز نظر آوے الخ سبحان اللہ جن کے معنے چہپے ہوئے کیا خوب آپنے فرمائی اور انس کے معنے تو اس سے

ہی زیادہ وضاحت کیا تہہ بیان ہوئے اگر کوئی کتاب لغت آپ تیار کرین تو تمام دنیا مین ہیشیل ہو یس جن الحجم جنس ہا اور نہ ان الخو انسان سمجھنا چاہئے بلکہ جو چیز نظر آوے وہ انسان ہے اگرچہ خر بدم ہی ہوسے ہر کہ پدید شود از وور پندارم تو ئی اور پیشتر آپ لکھہ چکے ہین کہ کنعان کے گرد نواح مین ایک قوم قوی ہیکل و دیو قامت تند و شدید اور جبار رہتے تہے جو عمالیق کہلاتے تہے اور بنی اسرائیل و نکو جن کہا کرتے تہے الخ پس اگر جن کے معنے چھپے ہوئے کے ہین تو یہہ قوم قوی ہیکل دیو قامت کیا چوہی کے بل مین گھسے رہتے تہے جو اونکے معنے چھپے ہوئے آپنے فرمائی

قولہ جو لوگ حضرت سلیمان کے یہان پتہر تراشنے کا کام کرتے تہے اونکو جلیم یعنے پہاڑی کہاہے اور قرآن مین اونکو جن اور شیاطین کہا ہے الخ **ج** قرآن مین جن اور شیاطین پتہر تراشنے والون کا لقب آپنے سمجہا پتہر پڑین ایسی سمجھہ پر تعمیر بیت المقدس جیسے خدمتگزار بہی کہین شیطان ہو سکتے ہین نعوذ باللہ کیا وہ خدا کا مقدس مقام شیطانون کا بنایا ہوا تہا استغفر اللہ پہر کیون خدا اونہین بوجہہ شیطان فرماتا

قولہ چیونٹی کو بہی نمل کہتے ہین اور اس نام کا ایک قبیلہ بہی تہا جب اس قوم یا قبیلے کے ملک مین سلیمان کا لشکر پہونچا تو چونکہ دستور ہے کہ لشکری آدمی اکثر اور رونپر زیادتی اور جبر کرتے ہین اسلئے رئیس قوم نے اپنے اہل قوم کو سمجہا دیا کہ اپنے گہرون مین بیٹھے رہو الخ **ج** یہان ہزارون لشکر انگریزی دہلی و آگرہ وغیرہ مین جمع ہوتے ہین اور کسی اہل شہر کو گہر مین اونکے خوف سے بیٹھہ رہنا لازم نہین ہوتا ہے پہر حضرت سلیمان کے ہمراہی کیا ایسی ظالم تہے کہ اونکے خوف سے لوگون کو گہر مین بیٹھہ رہنے کی تاکید ہوئی وہ سلیمانی لشکر تہا یا ہلاکو خانی

قولہ مسلمان مفسرون مین سے عجائب پسند اور وہمی خیال کے آدمیون نے اس قوم نمل کو چیونٹی سمجہا الخ **ج** اس تفسیر مین منشی صاحب نے قوم عمالیق سے مراد جن اور جن سے مراد چہپا ہوا اور انس سے مراد جو چیز نظر آوے اور نمل سے انسانی ایک قوم اور عفریت سے مراد ایک آدمی کا نام اور طیر سے مراد لشکر اور ہدہد ایک سردار لشکر سلیمانی کا نام جب ایسی مرادین ساری الہامی الفاظ کیلئے جاتین تو قرآن کوئی چیستان ہو گیا خدا کا کلام نرہا اچہی تفسیر آپ لکہنے بیٹہے آپ کو لازم

تہا کہ الفاظ قرآن کے کہین اصلی معنے بہی تو قائم رکہتے جیسے نظیر کے طور پر ہم آپ کو نیچر کے اصلی معنے بتاتے ہین دیکہو اسکول ڈکشنری مطبوعہ کلکتہ اسکول بک سوسائٹی سنہ ١٨٦٤ع صفحہ ٩٨ کالم ٢ مین جسے بچے تک پڑہ سکتے ہین نیچرل کے معنے ظریف - نازک حرامی اور رائل سکول ڈکشنری مطبوعہ لکہنو امریکن میتہوڈسٹ مشن پریس صفحہ ١٨٤ کالم ٢ مین نیچرلی کے معنے ضعیف البنیاد اور واکر ڈکشنری مطبوعہ لندن سنہ ١٨٦٠ع صفحہ ٣٤٣ و وبسٹر ڈکشنری مین نیچرل کے معنے فول ایڈیٹ اب فول کے معنے رائل سکول ڈکشنری مین یہہ ہین احمق نادان مسخرہ اور ایڈیٹ کے معنے احمق بیوقوف الو اب آپ ہی عفریت کسی آدمی کا نام یا قوم عمالیق کا جن ہونا یا ہدہد سردار لشکر سلیمانی کا نام ہونا وغیرہ کسی معتبر لغت سے ثابت کیجے اور جب نیچری فرقہ کی اصل حقیقت یہہ ہے تو اونسے ایسی تفسیر کا لکہا جانا کوئی تعجب کی بات نسمجہیگا

قولہ طیر (٤) و تفقد الطیر فقال مالی لا اری الہدہد ام کان من الغائبین لاعذبنہ عذابا شدیدا ولا اذبحنہ اولیاتینی بسلطان مبین (نمل) ترجمہ اور سلیمان نے لشکر کا جایزہ لیا تو کہا کہ کیا وجہہ کہ ہدہد جو ایک شاید امیر فوج یا مصاحب تہا نظر نہین آتا کیا وہ غیر حاضر ہو گیا اسکے مین سزا کرونگا یا قتل کرونگا اگر وہ کوئی معقول عذر نہ پیش کریگا الخ اسکے بعد حاشیہ مین منشی صاحب لکہتے ہین کہ یہہ باتین اوسیکی نسبت کہی جاتی ہین جو کہ مکلف اور ذی عقل ہو نہ کہ چڑیون کی نسبت الخ **ج** لیکن طیر کے معنے پرند کے بہی ہین اسی منشی صاحب نے کیون اختیار نکیا اور آیت کا ترجمہ آپ نے کیا خوب کیا کہ تفقد الطیر کے معنے لشکر کا جائزہ اور اسیطرح ہر لفظ پر غور کرنا چاہئے اور جب یہہ سب کچہہ بناوٹ کی گئی تو اسکے لئے ہدہد کو سردار لشکر بنانے پڑا کیونکہ کلغی سرداری کی اونکے سر پر ہوتی ہے واہ حضرت کیا بیہودگی کی اوڑائی ہے اگر بگلے کا نام ہوتا تو ضرور اوسے آپ یورپین سولجر قرار دیتے اور اسکا ثبوت کیا ہے کہ امیر فوج سلیمانی کا ہدہد نام تہا اور یہہ جو حاشیہ آپ نے لکہا ہے کہ یہہ باتین اوسکی نسبت کہی جاتی ہین جو کہ مکلف اور ذی عقل ہو الخ پس یہہ قیاس آپنے اپنے حال کے مطابق کیا ہے یا حضرت سلیمان کے حال کے

مطابق یہہ کیا ضرور ہے کہ جو کچھہ آپ کر سکتے ہین اس سے زیادہ حضرت سلیمانؑ کچھہ
نہین کر سکتے تہے پس جبکہ حضرت سلیمانؑ سب جانورونکی بولی سمجھہ سکتے تہے تو
اونکی تادیب کا طرز بہی وہ بوجہہ احسن جانتے تہے لیکن آپ ہدہد کے سزا کو کافی نہ سمجہے اسلئے ناگزیر اوسے جبریل یا امیر فوج کہنے پڑا علاوہ اسکے آیت کی عبارت
تو یہہ ہے وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر الخ یعنے جمع کئی سلیمان کے پاس
اوسکے لشکر جن اور انس اور پرندے تہے پس جبکہ طیر کے معنے لشکر ہوئے تو جنودہ
کہان چہپایا جائیگا اور یہہ واو عطف جو لفظ طیر پر ہے اس سے کیا مراد ہوگی اب
سمجہو کہ آپکی رائے کی بموجب اسکا ترجمہ یہہ ہوا کہ جمع کئے سلیمان کے پاس
اوسکے لشکر جن اور انس اور لشکر الخ پس انس تو علاوہ لشکر کے یہان مذکور ہوئے
ہین اب وہ لشکر سوا انسانونکے اور کس مخلوق کا تہا شاید نیچریون کا ہوگا

قولہ ہدہد ایک آدمی کا نام تہا۔ مفسرین نے لفظ طیر کے مناسبت سے ایک
انسان سردار لشکر یا مصاحب حضرت سلیمان مسمّی بہ ہدہد کو چڑیا بنا دیا الخ عجیب
بات ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس کا لشکر جب طیر قرار پایا تو سردار لشکر کا نام ہی
ہدہد کہا گیا تعجب ہے کہ حضرت سلیمان کا لشکر تہا یا چڑیا خانہ تہا لیکن آپ جو چراغ علی
صاحب ہین پس چراغ سے ہی مراد کوئی مٹی کا سکورہ ہے یا نہین پس یہہ
شمع زبانی اوسمین کہانسے آگئی ؂ لے روشنی طبع تو بر من بلا شدی
اگر ہر لفظ کے ایسیہی اصطلاحی معنے اپنی مرضی کیموافق قرار دینے کا اختیار ہو تو
ہر طفل دبستان ہی آپ سے کہین بڑہ کر تفسیر کر سکتا ہے اسمین آپکا کمال
کیا ہے اسکے بعد منشی صاحب نے صحیح بخاری کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ ایک عفریت جن مین سے میری نماز مین آیا الخ اسکے بعد آپ
فرماتے ہین کہ عفریت ایک آدمی کا نام تہا قبیلہ جن یعنے بنی عمالیق مین سے اور
بخاری کی اوس حدیث کی بابت فرماتے ہین کہ اول تو یہہ ایک خبر واحد ہے
جو مفید علم ویقین نہین ہوتی دوسرے راویونے ٹہیک وہ الفاظ جو جناب پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تہے یاد نہین رکہے تیسرے یہہ کہ یہہ روایت
معنعن ہے یعنی شعبہ اور محمد اور ابی ہریرہ اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے

عنعن کرکے روایت ہوئی ہے جو اتصال پر یقیناً محمول نہین ہوسکتے احتمال ہے کہ ان سب
راویون کے درمیان ایک ایک دو دو واسطہ چہوٹ گیا ہو چوتہے یہہ کہ حضرت ابوہریرہؓ
سے اکثر غلط روایتین مشہور ہوگئی ہین اور خود اونکے زمانہ مین ہی اونکی روایت پر
لوگ طمانیت نہین کرتے تہے الخ ج بخاری جیسے اتنے بڑے محدث نے اس حدیث
کی بے اعتباری اوس قرب زمانہ رسالت مین نہین پہچانی تہی مگر آپنے تیرہ سو برسون
کے بعد اس حدیث کی تنقیح کرلی اور وجہ کیا عمدہ بیان ہوئی کہ عفریت ایک آدمی
کا نام تہا قبیلہ جن یعنے بنی عمالیق مین سے الخ بنی عمالیق کا حضرت رسول اللہ صلعم کے
عہد سے سیکڑون برس پیشتر نام ونشان تک باقی نرہا تہا پہر اوس قوم کا ایک آدمی
عفریت کہان سے آگیا واہ رے عقل اور تمام دنیا مین کسی آدمی کا عفریت نام سنا ہوگا
آیا کوئی بہی اپنی اولاد کا عفریت نام رکہتا ہے اور اگر ایسا ہے تو تمام نیچریہ فرقہ اور اونکے
اباواجداد مین سے کسیکا تو عفریت نام بتائی اسکے سوا معنعن حدیثون مین وہ
علامت کونسی ہے جس سے اتصال ثابت نہین ہوتا اور راویون کا سلسلہ اس حدیث
مین آپ ہی نے یہہ لکہا ہے شعبہ اور محمد اور ابی ہریرہ اور جناب پیغمبر صلعم سے عن عن
کرکے روایت ہوئی ہے اور بخاری کی عبارت آپ نے یہہ نقل کی حدثنا اسحاق بن
ابراہیم حدثنا روح ومحمد بن جعفر عن شعبۃ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اب فرمائی کہ حضرت ابی ہریرہؓ اور جناب پیغمبر صلعم کے درمیان کتنے واسطے چہوٹ
گئے ہین واہ جناب علم حدیث مین ہی آپ کو کمال ہے اور جبکہ آپ ادنی ثبوت ہی
اسکا نہین لاسکتے کہ درمیان مین ایک یا دو واسطہ چہوٹ گیا ہے تو اس حدیث
کے بے اعتباری کا دعوی کیا ضرور تہا اور حضرت ابوہریرہؓ کی غلط بیانی تیرہ سو
برسون کے بعد آپ کو کہان سے معلوم ہوگئی جبکہ اوس قرب زمانہ مین بخاری کو
معلوم نتہی کیا بخاری سے زیادہ آپ راویون کی حال سے واقف ہوگئے اور جبکہ
بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے خاطر جمعی کیساتہہ حدیثین نقل کی ہین تو آپ کی بدگمانی
حضرت ابی ہریرہ کو بے اعتبار نہین کرسکتے ہے غرض اسیطرح آپ کے چارون
دلیلین محض ناواقفی علم حدیث پر صریح دال ہین

اسکے بعد دوسرا مضمون تہذیب الاخلاق مطبوعہ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۳ ہجری تمہ مضمون

٢٣٥ صفحہ ٣٤ - ٣٨ لکہاہے

قولہ قرآن مجید مین تین جگہہ فرمایاہے کہ ہواکو سلیمان علیہ السلام کی تابع یعنی مسخر
کردیاتہا ولسلیمان الریح غدوہا شہر ورواحہا شہر (سبارکوع ٢) ولسلیمان الریح
عاصفۃ تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیہا (انبیا رکوع ٦) فسخرنا لہ الریح تجری
بامرہ رخاء حیث اصاب (ص رکوع ٣) سورہ ابراہیم مین ہے وسخر لکم الفلک لتجری
فی البحر بامرہ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار
ترجمہ اور کام مین دی تہاری کشتی کہ چلے دریا مین اوسکے حکم سے اور کام مین
دین تہارے ندیان اور کام مین دئی تہاری سورج اور چاند ایک دستور پر اور
کام مین دئی تہاری رات اور دن — ان آیتون سے صاف کہلجاتاہے کہ قرآن
مین تسخیر کا مضمون کس محاورہ پر آتاتہا یہہ عوام الناس کے تسخیر نہین ہے جو پریون
کو تسخیر کرتے ہین اور منتر پڑہتے ہین بلکہ جملہ اہل عالم کا ان چیزون سے قدرتی
طور پر متمتع ہونا ان چیزونکا اونکے مسخر ہوجاناہے الخ **ج** جسطرح بیشتر آپ نی
شدہ وشدوت کے اصل شد قرار دی تہی اسیطرح یہان سخر کی اصل بہی آپ نے
سخرہ کیون نہ قرار دی تاکہ آپ کا تسخر کلام الہی سے ظاہر ہوجاتا مگر اسکے معنے مسخرہ
کی ہی ہین جو انگریزی لغت مین اہل نجر کو کہتے ہین اسلئے یہان آپ تامل کرجانا ہے
مناسب سمجہے بہرحال سورہ ابراہیم مین جو عموماً ارشاد ہوا سلیمانی تسخیر سے اوسے
کچہہ نسبت نہین ہے کیونکہ حضرت سلیمانؑ کی تام کی خصوصیت اسی پر دال ہے کہ وہ
منزلت خاص اونہین کیواسطے تہی ورنہ اگر جملہ اہل عالم کا متمتع ہونا اس سے مراد ہوتے
تو مخصوص حضرت سلیمانؑ کا نام اون آیتون مین ہونیکی کیا وجہہ ہے اور کب جائز ہے
کہ جو احسان تمام مخلوق کے ساتہہ کیاجاے وہ فقط حضرت سلیمانؑ کیطرف منسوب
ہو علاوہ اسکے سورہ سبا کے اوس آیت کا ترجمہ تو یہہ ہے اور سلیمان کے آگی
ہوا صبح کی منزل اوسکے ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینا انتہے
اب فرمائی کہ جملہ اہل عالم سواگر یہان مراد ہوتی تو سوا حضرت سلیمانؑ کی ور کسکے صبح
کی منزل اوسکے ایک مہینے کی راہ ہوتی ہے آپ نے اسی آیہ سورہ سبا کے
مطلب پر کیون غور نکیا اور سورہ ابراہیم کی اوس آیت کو یہان کیون شامل کیا۔

قولہ مفسرین تو یہہ کہتے ہین کہ حضرت سلیمانؑ ایک اوڑن کہٹولی پر سوار ہوکر معہ
سازوسامان وحشم وخدم ادہر سے اودہر اور اودہر سے ادہر یعنے ممالک شام وایران
ویمن وفلسطین یا دمشق سے اسطخر اور فارس اور وہان سے کابل کی سیر کرتے تہے
مگر مفسرین کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کہینگے تو ایک نو کہی بات کہینگے جسکا کچہہ پتا ٹہکانا
نہو وہ اپنے خیال کے بلند پروازیون سے وہم کے گہوڑے دوڑاتے ہین سے
میر توسن کو صبا باندہتے ہین ÷ شعرا اپنی ہوا باندہتے ہین وہ کبہی تاریخانہ تحقیقات پر توجہ
نہین ہوتی وہ جو شام کی کسی لڑائی مین ایک بار شتر یہود کے قصہ کہانیون کا ملگیا
تہا وہی انکا مایہ ابساط ہے حالانکہ حضرت سلیمانؑ کی تاریخی کتابین جو یہود کے
مجموعہ اربع عسریم کے صیغہ کتوبیم مین مدون ہین اگر اونپر رجوع کرتے تو اونہین
ان آیات کی تفسیر مین باد ہوائی قصہ کہانی لکہنے کی ضرورت نہ پڑتی الخ **ج** اسکے
بعد اوڑن کہٹولے کے بیامین آپ لکہتے ہین کہ غبارہ کا احتمال ہوسکتاہے مگر
اسکا کوئی تاریخی ثبوت نہین ہے الخ مطلب یہہ کہ اگر حضرت سلیمانؑ کی کوئی
عجیب حکمت تہی جیسا ہوا پر سیر کرنا تو جتنا اہل یورپ کرسکتے ہین اس سے
زیادہ ممکن نہین مگر آپ کی نظر مین فی الحقیقت حضرت سلیمانؑ مین اتنی ہی عقل
نہتی جتنی انگریزونکو ہے کیونکہ اگرچہ غبارہ کا احتمال ہوسکتاہے مگر اسکا کوئی
ثبوت نہین ہے اسوجہہ سے حضرت سلیمانؑ کی عقل یقیناً انگریزونکی عقل کے
برابر نہتی لیکن جب ریل گاڑی اور غبارہ نہتا اگر کوئی شخص خصوصاً مسلمان ایسی
ایجادونکا دعوی کرتا تو آپ اوسکے عقل پر بڑے قہقہے مارتے لیکن جب یہہ
سب کچہہ اپنی آنکہون سے دیکہنے لگے تو اب سارا جہان آپ کی عقل پر قہقہے
مارتاہے پس یہہ سب تو آنکہونکی سامنے موجود ہے اسوجہہ سے آپ اوسے جہٹلا
نہین سکتے ہین لیکن حضرت سلیمانؑ اور اونکا تخت اب موجود نہین ہے جسے آپکو
یقین دلانیکی لئے ہم اسوقت دکہلادین کیونکہ آپ جو بڑے عالی فہم اور تجربہ کار ہین
جبتک اپنی آنکہہ سے ندیکہہ لین کسی فرشتہ کی بات کا ہی یقین نہین کرسکتے آپ فرماتی
ہین کہ وہ جو شام کی کسی لڑائی مین ایک بار شتر یہود کی قصہ کہانیونکا ملگیا تہا وہی
انکا مایہ ابساط ہے الخ لیکن تعجب کہ مسلمانونکو یہود کی قصہ کہانیونکا بار شتر ملگیا اور

توریت اونہون نے کبھی نہین دیکھی تھی حالانکہ مدینہ ہی مین ازروی توریت حضرت رسول اللہ صلعم سے یہود مباحثہ کرتے تھے پھر یہہ کہ اوس زمانہ کے یہود اپنے باپ دادونکا اصلی حال نہین جانتے تھے اور آپ اس زمانہ مین اونسے زیادہ یہود کے خاندان کے حالات جانتے ہین واہ اب فرمائی کہ آپ اپنے خیال کے بلند پروازیون سے وہم کے گھوڑے دوڑا رہے ہین یا مفسرین اسلام

قولہ کتاب سلاطین اور اخبار الایام کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان نے بنی اسرائیل مین اول اول جہازرانی شروع کی اونکے دو بڑے بیڑے بحر روم اور بحر ہند مین آسمان سے باتین کرتے ہوئے ہوا کی رخ پر چلتے تھے اور چونکہ اوس زمانہ مین دخانی جہاز نہتے اور بادی جہاز بغیر تسخیر ہوا کام نہین دیتے اون کی رفتار ایسی تھی کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اسقدر مسافت طے کرجاتے تھے جو اوس زمانہ مین ایک مہینے کے سفر مین طی ہو سکتے تھے الخ

ج سورہ سبا کی آیت مین ہے اور سلیمان کی آگے ہوا صبح کی منزل اوسکی ایک مہینا الخ حالانکہ حضرت سلیمانؑ کبھی اون جہازون پر نہین ہوتی تھی اس سے ثابت ہے کہ وہان جہازونکا ذکر نہین ہے علاوہ اسکے یکماہہ راہ دریا وہ نہین ہوتی ہے جو خشکی کی یکماہہ راہ ہے کیونکہ دریا کے ایک منزل وہی ہے جو جہاز کا یکروزہ سفر ہے تیسرے یہہ کہ یہہ کہان سے ثابت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے جہاز صبح سے شام تک یکماہہ راہ طی کرتے تھے بلکہ یہہ ثابت ہے کہ وہ اسقدر تیز رفتار نتھے کیونکہ تین۳ برس کے بعد واپس آتے تھے (دیکھو اول سلاطین ۹ باب) پس اگر وہ تیز رفتار ہوتے تو تیسرے مہینے واپس آیا کرتے چوتھے یہہ کہ یہہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا نیا کارخانہ جہازرانی ایسا نایاب ہو کہ صبح سے شام تک جہاز یکماہہ راہ طی کرین حالانکہ اس زمانہ مین باوجود مشاقی ہزارون برس کے ایسی تیز رو جہاز نہین ہوتے ہین پھر اگر وہ معجزانہ طور پر واقع ہوتا تھا تو معجزات انبیاء سے آپکو انکار ہے پھر اس تیز روی جہازات کے اور وجہہ کیا قرار دی جائیگی اسکے علاوہ وہ جہاز تنہا حضرت سلیمانؑ کی نتھی بلکہ حیرام بادشاہ کے جہاز بہی سلیمان کے جہازون کے ساتھہ جاتے تھے چنانچہ لغت کتاب مقدس صفحہ ۱۹۵ مین لکھا ہے کہ دونون

بادشاہون کے جہاز برابر اوفیر کو جاتے تھے اور دونون ملک کے لوگ ایک ساتھہ اونمین کام کرتے تھے (سلاطین ۹ باب ۱۰-۱۴ اور ۲۶-۲۸ و ۱۰ باب ۱۱ و ۲۲ و ۲ تواریخ ۸ باب ۱۸ و ۹ باب ۱۰) انتہٰے پس اب اس تیزروی مین جہازات سلیمانی کو خصوصیت کیا باقی رہی کیونکہ دونون بادشاہونکی جہازات ایک ساتھہ جاتی اور ایک ساتھہ آتے تھے اس سے بہی ثابت ہوا کہ قرآن مین تیزروی جہاز کا وہ ذکر نہین ہے پانچوین یہہ کہ جب ہوا موافق ہو تو ہر جہاز کو تیز رو کر دیتی ہے اگرچہ وہ جہاز کسی بدترین مخلوق کا ہی ہو اور خدا کے کلام مین ایسی انعام اوسکے نام پر نہین لکہے جاتے مگر حضرت سلیمانؑ کیساتھہ تو اس انعام کو خصوصیت بخشی لئی ہے جس سے ثابت ہوا کہ ان معمولی باتونکے سوا جیسے جہاز کیلئے ہوا موافق ہونا وغیرہ کوئی دوسری بخشش الٰہی تھی جو حضرت سلیمانؑ کیواسطے مخصوص تھی اور اسی وجہہ سے کلام الٰہی مین اسکا ذکر ہوا ہے

قولہ کاریگران - ومن الشیاطین من یغوصون لہ ویعملون عملاً دون ذالک وکنا لہم حٰفظین (انبیاء) والشیاطین کل بناء وغواص - واخرین مقرنین فی الاصفاد (ص ۳ ع) ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ ومن یزغ منہم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر - یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات اعملوا ال داود شکراً وقلیل من عبادی الشکور (سبا ع ۱)

انمین کوئی اصطلاحی جن و پری اور خیالی شیاطین و دیو مراد نہین اور نہ وہ ہوائی جنات ہین جنکو تشکل باشکال مختلفہ کا اختیار ہے اور نہ وہ شیاطین ہین جنکو شیطان پرستون نے معبود باطل اور شفیع مان رکہا ہے بلکہ یہان جن اور شیطان ان کاریگرون اور اوستادکارونکو کہا ہے جنکو حیرام ۲ نے حضرت سلیمان کے درخواست پر بیت المقدس کے تیاری اور بنائی کیلئے بہیجدیا تہا اور نیز ان ملاحون اور جہازی کام دینے والونکو کہا ہے جنکو اسی حیرام ۲ بادشاہ صور نے حضرت سلیمان کے جہازونپر کام کرنیکو بہیجدیا تہا اور نیز ان غیر قومونکے آدمیونکو کہا ہے جو بنی اسرائیل کے قوم سے نتھے اور غیر قوم کہلاتے تھے الخ

ج کاریگرون اور ملاحون اور غیر قوم کے آدمیونکو جن اور شیطان کا خطاب دینے کا کوئی

ثبوت تو آپ نے بیان نہ کیا کیونکہ جو لوگ حضرت سلیمانؑ کیخدمت کیلیئے بہیجے گئے
کیا وہ شیطان ہو سکتے ہین لیکن اگر ایسی تاویل کی قرآن مین گنجایش ہے تو نیچری
فرقے کو شیطان نہ کہنے کا کیا سبب ہے کیونکہ اسکا تو ثبوت بہی موجود ہے کہ حضرت سلیمانؑ
کے حالات مین یہہ لوگ تغیر کیا چاہتے اور جنات اور شیطان کا انکار کرتے ہین
اور یہہ اپنی شیطنت چہپانے کے عمدہ تدبیر ہے یعنے جب شیطان کا وجود باقی
نرہے تو کسی نیچری کو اوس سے نسبت دینا بمعنے ہو جائیگا اسکے سوا اگر غیر اسرائیلی
ہونیکی سبب وہ شیطان کہلائی تو اسکے وہی سبب ہونگے یا حضرت سلیمانؑ نے
اونہین کبہی شیطان کہا تہا یا قرآن مین الہامی محاورہ یون ہی واقع ہوا پس
حضرت سلیمانؑ نے کبہی اونہین شیطان نہین فرمایا چنانچہ مجموعہ توریت مین کہین
اسکا ذکر تک نہین ہے اور جبکہ حضرت سلیمانؑ کیوقت مین وہ شیطان نہ کہلائی
تو قرآن مین اونہین شیطان لقب دینے کی کیا وجہہ علاوہ اسکے قرآن مین بکثرت
کفار کا ذکر ہے لیکن جبکہ اونمین سے کسیکا بہی لقب شیطان نہین ہوا تو حضرت
سلیمانؑ کے خدمت گزارونکا لقب کیونکر شیطان ہو سکتا ہے یعنے جبکہ حضرت
رسول اللہ صلعم کے دشمن شیطان نہ کہلائے تو کب ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ
کے دوست شیطان کہلائین لیکن اصل حال یہہ ہے کہ شیاطین ہی اس خدمت
تعمیر وغیرہ کیلیئے مسخر کئے گئے تہے نہ یہہ کہ وہ انسان ہی جو یہہ خدمت کرتی تہے
شیطان ہو گئے

قولہ پہر جب سلیمان علیہ السلام نے عصیون جبیر کے مقام پر جہاز بنوایا تو حیرام ۲
بادشاہ صور نے بہت سے ملاح جو فن جہاز رانی کو خوب جانتے تہے بہیجدیے
(اسلاطین ۹ باب ۲۷ و ۲ اخبار ۸ باب ۱۸) اور حورام نے اپنے نوکرون کے
ہات سے جہازون اور ملاحون کو جو سمندر کے حال سے آگاہ تہے اوسکے پاس
بہیجا انہین کو قرآن مجید مین غواص کہا ہے الخ **ج** یہہ حیرام دوسرا یعنے حیرام ۲
جو آپ لکہا کرتے ہین ایہی اتنا تو آپ کو معلوم نہین ہے کہ یہہ دوسرا حیرام
کون شخص تہا پہلے توریت کو کسی سے پڑہا ہوتا تب اتنی قابلیت صرف کرتے
کیا سو پچاس حیرام بادشاہ صور تہے وہ تو ایکہی حیرام تہا جو حضرت داؤد اور حضرت

سلیمان کے عہد سلطنت مین بادشاہ صور تہا اور اوسیکو حورام بہی کہتے ہین
اور دوسرا حیرام یا حورام ایک کاریگر کا نام ہے جو حضرت سلیمان کے تعمیرات
وغیرہ کا مہتمم تہا (لغت کتاب مقدس مطبوعہ ۱۸۷۵ء صفحہ ۱۹۵) مگر آپ فرماتے
ہین کہ حورام نے اپنے نوکرونکے ہات سے جہازون اور ملاحون کو جو سمندر کے
حال سے آگاہ تہے اوس پاس بہیجا الخ کیا خوب آپ اسے بہی کوئی بادشاہ یا
صاحب اقتدار سمجہے اور اپنی طرف سے یہہ جہوٹہہ اسپر اور زیادہ کیا کہ حورام
نے اپنے نوکرونکے ہات سے جہازون اور ملاحونکو جو سمندر کے حال سے
آگاہ تہے اوس پاس بہیجا الخ حالانکہ وہ حورام تو خود حضرت سلیمانؑ کا نوکر تہا
پہر آپ فرماتے ہین کہ انہین کو قرآن مین غواص لکہا ہے الخ اب پہلے اوس
آیت کا ترجمہ سن لو اور تابع کئے شیطان سارے عمارت کرنیوالے اور غوطہ
لگانیوالے انتہے پس یہہ بات نہین ہے کہ عمارت بنانیوالے جو انسان تہے
وہ شیطان ہو گئے بلکہ مطلب یہہ ہے کہ شیاطین ہی اس خدمت کے لئے
مسخر کئی گئے اور اونمین غواص بہی تہے جیسے کہ اور خدمتین بہی وہ بجالاتے تہے

قولہ عرب کے محاورہ مین اوس شخص کو جو اوستاد فن یا بڑا کاریگر اور تیز
و چالاک اور عارف اور حاذق ہو جن اور شیطان کہتے ہین اس محاورہ
کے تصدیق شیخ ابو ذکریا یحییٰ ابن علی الخطیب التبریزی کی شرح حماسہ سے
ہوتی ہے الخ **ج** کیا یہہ فارسی مرد محاورہ عرب کے ثبوت کیواسطے کافی دلیل
ہو گیا اور تمام مفسرین عرب و عجم و ہند جنہون نے جن و شیاطین کا ذکر کیا ہے
عرب کا محاورہ نجانتے تہے دوسرے یہہ کہ قدیم عرب جو بت پرست تہے اگر وہ
کسی کامل فن کو جن وغیرہ کہتے ہی تو الہامی محاورہ کیواسطے وہ دلیل نہین ہے
کیونکہ وہ لوگ بسبب عقیدہ بت پرستی کسی کامل کو تعریف کے محل پر انبیاء علیہم
السلام سے نسبت نہین دے سکتے تہے لیکن قرآن مجید مین جن و شیاطین کا
ذکر بت پرستونکے محاورہ مین واقع نہین ہوا ہے کیا قرآن اون بت پرستون
نے تصنیف کیا ہے جو اپنے محاورات اوسمین استعمال کرتے یہہ نظیر حماسہ کیا
خوب آپ کو سوجہی یہان اوسکا کیا محل تہا

قولہ صور یا جبل لبنان کے رہنے والے بہی بنی اسرائیل کی مذہبی مخالف تہی صور
کا ملک حضرت داؤد کا فتح کیا ہوا ملک تہا اور گو بادشاہ صور اور سلیمان سے
مصالحت تہی مگر قومی اختلاف صرف دو آدمیونکے اتفاق سے رفع نہین ہوسکتا
ہے الخ ج مطلب یہہ کہ مخالفت کیوجہہ سے وہ شیطان کہلائے لیکن کیا قوم
نے ملکر کتب الہامی بہی جنمین شیطان کا بار بار ذکر ہے بنا لی ہونگی اور حضرت
سلیمانؑ منہہ دیکہا کئے ہونگے سبحان اللہ ایسی عقل کے لوگ آج دنیا مین کامیاب
نظر آتے ہین یہہ خدا کیقدرت ہے۔ اسکے بعد تتمہ نمبر ۲۳۵ جو حضرت سلیمانؑ کی
بیان حالاتمین ہے تہذیب الاخلاق مطبوعہ یکم رجب ۱۲۹۳ ہجری جلد ہفتم نمبر ۷
صفحہ ۸۲ سے ۸۴ تک مین منشی چراغ علیصاحب نے لکہا ہے جو اس آیت کے
تفسیر ہے فلما قضینا علیہ الموت ما دلہم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ
فلما خر تبینت الجن ان لو کانو یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المہین (سبا ۱۴)
اور اسکا ترجمہ آپ نے یہہ لکہا ہے جب سلیمان مر گئے تو انکا مرنا جنونکو نہ جتایا
مگر گہن کے کیڑے نے جو انکا عصا کہا تا رہا پہر جب گرے تو معلوم ہوا کہ اگر جن غیب
کی خبر رکہتے ہوتے تو ذلت کے تکلیف مین نہ پڑتے انتہے اسکے بعد آپ نے
اپنی تفسیر شروع کی ہے جو درج ذیل ہے
قولہ تفسیرین تو اس سچے واقع کو بہی افسانہ و داستان کے ڈہنگ پر لیگئی ہین
وہ کہتے ہین کہ حضرت سلیمان کے آگے روز ایک بوٹی حاضر ہو کر باتین کرتی
تہی ایک روز خرنوب نامی ایک بوٹی آئی حضرت سلیمان نے اوسکا مصرف
پوچہا اوسنے کہا کہ مین اس بیت المقدس کے خراب کرنیکو آئی ہون حضرت
سلیمان سمجہہ گئے کہ اب میری موت آگئی تو جنونکو عمارت کا نقشہ بتا کر آپ شیشہ
کے مکانمین در بند کر بندگی مین مشغول ہوئے بعد وفات کے برس دن تک جن
بناتے رہے اور سلیمان اوسی عصا پر مردہ کہڑے رہے اور دستور تہا کہ ہیکل یا عبادت
خانہ مین کوئی جنی اگر حضرت سلیمان کے آگے کو گزر جاتا تہا تو وہ جل جاتا تہا ایکروز
جو آپکے آگے کو جن گئے تو وہ نہ جلے اور گہن کے کیڑے سے عصا گرا اور سلیمان
کے گرنیسے موت معلوم ہوگئی جنات نے دیمک کا بڑا شکریہ ادا کیا اور اوسی کی

احسانمندیمین اوسکو ابتک گیلے مٹی پہونچاتے ہین الخ اسکے بعد منشی صاحب
فرماتے ہین کہ اصل بات اتنی ہے کہ حضرت سلیمان کی لاش دستور کیموافق
مومیائی بنائی گئی تہی اون کنعانیون وغیرہ گنوارونکو اونکے موت جب معلوم
ہوئی جبکہ عصا مین دیمک لگ جانیسے لاش گر پڑی اسکے تفصیل یہہ ہے کہ
اہل مصر مین بہت قدیم الایام سے یہہ دستور تہا کہ مردے کے لاش مین
خوشبوئیان بہر کے اوسکو بجلسہ قایم رکہتے تہے الخ ج آپ خود فرماتے ہین
کہ مصر مین بہت قدیم الایام سے یہہ دستور تہا الخ لیکن باوجود اسکے خدا نے
کسی مصری لاش کا اسطرحپر قرآن مین ذکر نفرمایا جسطرح کہ حضرت سلیمانؑ کا
حال مذکور ہوا ہی اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی لاش مصری دستور کے
بموجب مومیائی کی ہوئی نہتی دوسرے یہہ کہ سب قومونمین دستور ہے کہ تجہیز
وتکفین کی باب مین سوا اپنی شرعی رسوم کے کسی غیر قوم کی رسم کو ہرگز اختیار نہین
کرتے ہین خصوصاً اہل یہود روزمرہ کی امور مین بہی ہرگز کسی غیر سی مشابہت نہین
چاہتے تہے چہ جائے آنکہ تجہیز وتکفین اموات مین خصوصاً اپنی ہی بزرگان قوم
کی تجہیز وتکفین مین کیا یہودی شریعت جو تمام ملکی اور مذہبی واخلاقی تعلیمات کا
مجموعہ تہی تجہیز وتکفین اموات کا طریق نہین بتا سکتے تہے جو یہودیونکو اس امر مین
مصری دستور اختیار کرنا ناگزیر ہوا یہہ تو کچہہ بہی منشی چراغ علیصاحب سے بات
بنائی نگئی تیسرے یہہ کہ وہ کون سی لاش مصریون مین مومیائی لگا کر رکہتے
تہے جسے سب لوگ مردہ نہین جانتے تہے پہر حضرت سلیمانؑ کی لاش کو زندہ
جاننے کا کیا سبب ہوا چوتہے یہہ کہ حضرت داود علیہ السلام بہ نسبت حضرت
سلیمان علیہ السلام کے یہودیون کی نظر مین زیادہ معزز اور مقبول تہے پہر کیا
سبب تہا جو حضرت داؤد کی لاش مومیائی لگا کر نہ رکہی گئی اور حضرت سلیمانؑ
کی لاش مومیائی لگا کر رکہی گئی کیونکہ بہ سبب ملکی مصلحتون کے خصوصاً وبعہد کے
کی تنازعات کے باعث قیام انتظام کیواسطے حضرت داؤد علیہ السلام کی موت
چہپانیکی زیادہ ضرورت تہی (دیکہو دوم صموئیل ۱۵ باب و اول سلاطین ۱ باب
وغیرہ) پانچوین یہہ کہ چالیس دن مین مصری لاش پر مومیائی لگانیکا کام

پورا ہوتا تہا پس اگر مومیائی لگانیکی سبب حضرت سلیمانؑ کی لاش مردہ نہ ہچانی گئی تو چالیس دن تک حضرت سلیمانؑ کی موت چہپانیکی کیا تدبیر کی گئی تہی واہ چراغ علی صاحب خوب ہیوقوفونکو دہوکا دینے کیلئے آپنے یہہ قابلیت دیکہائی اور اسے دعوی لیاقت کی وجہہ سے آپ فرماتے ہین کہ اون کنعانیون وغیرہ گنوارونکو الخ یعنے اپنے نزدیک آپ اونکو گنوار جانتے ہین سبحان اللہ کیا سمائی ہے ایسے نامور اور بادشاہی صنایع باہنر گنوار ہتے اور آپ باوجود ایسے بگڑی ہوئی عقل کی اپنی نظر مین تہذیب یافتہ ہین

قولہ بنی اسرائیل مین حنوط کرنیکے رسم — مصریون مین رہنے سہنے کیوجہہ سے یہی رسم بنی اسرائیل نے بہی اختیار کی ہتی کہ بزرگ ور امیر آدمیونکی لاش کو حنوط کرتی تہی سب سے پہلے خود حضرت اسرائیل ہے کہ لاش کی حنوط کی گئی — پہر حضرت یوسف کی بہی حنوط کی گئی الخ ج اسکے بعد آپ فرماتے ہین کہ اصل عبرانی مین خوشبو بہرنے کیلئے لفظ حنط ہے الخ لیکن اس اصل عبرانی سے آپ نے یہہ کب ثابت کیا کہ حنط سے مراد لاش پر مومیائی لگانا ہے اور جب یہہ اس سے کچہہ ثابت نہوا تو اصل عبرانی معلومات ظاہر کرنیکی آپ نے کیون تکلیف فرمائی کیا اب سب مسلمانون مین ہر لاش پر حنوط یعنے کافور نہین لگاتی ہین پہر یہہ سب لاشین بہی حضرت سلیمانؑ کے لاش کیطرح زندہ کیون نہین معلوم ہوتے ہین علاوہ اسکے مصریون مین حنوط کا دستور کب رایج تہا کیا مومیائی لاش پر لگانے اور حنوط کو آپ ایکہی بات سمجہے ہین پہلے کسی سے اسکے تحقیق کر لی ہوتی تب یہہ مضمون لکہتے مگر آپ تو جلدی کر گئے تاکہ فلاسفر مشہور ہونےمین توقف نہو جائے علاوہ اسکے حضرت اسرائیلؑ اور حضرت یوسفؑ کے نظیر اس محل پر آپکو لکہنے مناسب نتہی کیونکہ یہودی شریعت اونکے سیکڑون برسون کی بعد نازل ہوئی ہے باوجود اسکے حضرت اسرائیلؑ کی لاش پر مومیائی کبہی نہین ملی گئی تہی کیا دو چار مہینون تک اندلون ہی بضرورت خاص لاشین نہین رکہی جاتی ہین اسمین مصری دستور کی کیا خصوصیت ہے اور حضرت یوسفؑ کی لاش بہی مومیائی لگا کر نہین رکہی گئی تہی بلکہ جسطرح مسلمانون مین ایک مدت تک کسی ضرورت کے سبب لاش کو رکہہ چہوڑتے

ہین اسیطرح حضرت یوسف کے لاش بہی صندوق مین رکہی گئی ہتی (دیکہو پیدایش آخر باب آخر آیت) اسیوجہہ سے حضرت یوسفؑ کی ہڈیان کنعان مین لائی گئی تہین (خروج ۱۳ باب ۱۹) نہ یہہ کہ مسلم لاش

قولہ سلیمان کے آخر زمانہ سلطنت مین کئی ایک بغاوتین ہو چلی تہین چنانچہ ہدہد اور ریزن اور یوربعام کی مفسدے اور بغاوتین کتب تواریخ مین لکہے ہوئے ہین الخ ج سبحان اللہ ایک ادومی شاہزادہ ہدد کو جسی ہدد بہی کہتے تہے (دیکہو اول سلاطین ۱۱ باب ۱۴) آپنے ہدہد کا خطاب دیا ہے معانی کی تبدیل سے ترقی کر کے اب لفظون مین بہی تبدیل ہونے لگی ایسا ہی کوئی ریزن بہی آپ نے ڈہونڈہ لیا ہوگا اور یوربعام جسے یروبعام آپنے لکہا ہے وہ حضرت سلیمانؑ کا غلام تہا جو حسب عادت غلامان حضرت سلیمانؑ کے پاس سے بہاگ گیا تہا لیکن انکے واسطے اگر حضرت سلیمان کی خبر وفات تہیانی گئی ہوتی تو اونکی غیب دانی کا کسکو احتمال تہا پہر انکا ذکر یکہنی کا یہان کیا محل تہا

قولہ سلیمان نے جنّات کو علم غیب کا دعویٰ ہونا قرآن کے ان الفاظ سے تو نہین نکلتا اسلئے اسکی تفسیر مین مفسرون نے اختلاف کیا ہے تبینت الجن کے یہہ معنے قرین قیاس ہین کہ اور ونکو معلوم ہو گیا کہ اگر جن علم غیب جانتے ہوتے ایسا ہو گا بنی اسرائیل کو ایسا خیال ہو گا کہ یہہ لوگ جو کاریگر اور استاد کار اور صناع ہین اِن سے حضرت سلیمان کی لاش کی حنوط کئی جانیکی حکمت چہپی رہی اگر یہہ علم غیب جانتے ہوتے تو اونکی مرنے پر سرکش ہو جاتے اور یہہ بہی کچہہ بعید نہین کہ صور وصیدا کی آدمیون یا بعضے کنعانی قبیلون نے جنکو جن کہا ہے فن تنجیم یعنے اختر شناسی کا اظہار کیا ہو کیونکہ یہہ علم نجوم کلدانیون کے قوم کا نکالا ہوا ہے اور اسی خالدیہ یعنے ملک شام مین ملک صور و صیدا و فلسطین داخل ہے اور صور و صیدا کی آدمیونکو جہازرانی کیلئے بہی اختر شناسی کی بڑی ضرورت تہی الخ ج یہہ ساری شیخ چلی کی سی باتین بکتے ہوئے جب یاد آیا کہ تبینت الجن جو قرآن مین ہے اسے کہان چہپائینگے تب دوسکے یہہ تاویلات کرنی پڑی کہ اسکی تفسیر مین مفسرونکا اختلاف ہے لیکن یہہ بہی صریح جہوٹہہ ہے

٩ عبارت بعینہ تہذیب الاخلاق [illegible]

کسی مفسر کو اسکے معنی مین اختلاف نہین ہی سب نے اس آیت کا یہی ترجمہ کیاہی کہ پہر جب تقدیر کی
ہمنے اوسپر موت نہ جتایا اونکو اوسکا مرنا مگر کیڑی گہن کے کہاتا رہا اوسکا عصا پہر جب
وہ گر پڑا تو معلوم کیا جنون نے کہ اگر خبر رکہتے ہوتے غیب کی نہ رہتے ذلت کی تکلیف مین الخ
اسکے سوا ابہی جن لوگونکو گنوار کا خطاب ملا تہا وہی لوگ یہان کاریگر اور اوستاد کار
اور صناع اور اختر شناس ہوگئے واہ منشی صاحب خوب تفسیر آپ نے لکہی ہے آپ فرماتے
ہین کہ ملک شام مین ملک صور وصیدا و فلسطین داخل ہے لیکن یہہ بہی تو ہو سکتا ہی کہ ہی
ایشیا مین شام اور صور وصیدا اور چین اور ہندوستان بہی داخل ہے پس آپکو مناسب تہا
کہ جس زمانہ کا تذکرہ آپ لکہہ رہے ہین اس بیان مین اوسی زمانہ کی حدود وممالک کو بہی ملحوظ
رکہتے کوئی مضمون تصنیف کرنیکا طرز یہہ ہمیشہ یاد رکہنا چاہیے تاکہ آپکی قابلیت پر لوگ قہقہہ
نمارین حضرت سلیمانؑ کے عہد مین ملک شام کو صور وصیدا و فلسطین سے کیا علاقہ تہا وہ
ملک ایک جدا گانہ سلطنت تہی جو ہمیشہ یہودی سلطنت سے لڑائی کرتے رہے اسکے سوا
تمام جہان مین دستور ہے کہ ہر شخص اپنے ہی ہنر اور پیشہ مین ترقی کرنا چاہتا ہے اسوجہ سے کوئی سپاہی
فقیہ نہین بنتا اور کوئی فقیہ نجاری نہین کرتا پہلا سنگ تراشان عمارت سلیمانی کو علم نجوم
مین مشہور ہونیسے کیا کام تہا اور نجومی سنگ تراشی کی خدمت کب اپنی ذمہ لیتی آپ منشی ہوکر کب
جنگل مین لکڑیان کاٹنے گئے تہے اور کوئی سنگ تراش کب منشی گری کی لیاقت ظاہر کرسکتا ہے اور
حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کنعانی قبیلون کو سرکش ہونیکی کیا وجہ تہی کیا وہ بیگار مین
پکڑے ہوئے تہے بلکہ وہ تو چاہتے تہے کہ جسقدر مدت تعمیر کو طوالت ہو بہتر ہے کیونکہ وہ انکی گزر اوقات کا باعث
تہی مگر جن وشیاطین وغیرہ کیلئے تو وہ محض بیگار تہی اسلیئے اونکا سرکش ہوجانا قرین قیاس تہا
پہر آپ فرماتے ہین کہ صور وصیدا کی آدمیونکو جہاز رانی کیلئے بہی اختر شناسی کی بڑی ضرورت
تہی الخ آپکے ان عاقلانہ باتون پر کیا ہی ہنسی آتی ہے آیت مین تو ان لوگونکا ذکر ہے جو حضرت سلیمانؑ
کی پیش نظر مصروف خدمت تہی اور جہاز ران لوگونسے حضرت سلیمانؑ کی وفات پوشیدہ رکہنی کی
کیا ضرورت تہی کیونکہ وہ تو خود تین سال کے بعد واپس آتے تہے قطع نظر اسکے جہاز ران لوگونکی اختر شناسی
کہین علم غیب جاننے کیواسطے ہوتی ہے غرض یہہ کہ جن وشیاطین تو حضرت سلیمانؑ کو عصا کے سہارے الستادہ
دیکہکر مصروف خدمت تہے اور جہاز ران کیا جہاز پر سے حضرت سلیمانؑ کو دیکہہ سکتے تہے اس سے ظاہر ہے
کہ جہاز رانون اور کنعانی قبیلون وغیرہ کا مطلق یہان ذکر نہین ہے سوا جن وشیاطین کے کہ اونکی طرف علم غیب کا بعض لوگ

کلام الامام امام الکلام

الحمد للہ کہ از تصنیفات جناب امام فن مناظرہ مالک الکتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور رسالہ

تریاق

درجواب بعض مضامین جناب سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی مرقومہ تہذیب الاخلاق

در مطبع نصرت المطابع دہلی چہپا

ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کا شکر جو مُردوں کو زندگی بخشتا اور بے علموں کو تردید فلاسفہ کی ہمت عطا کرتا ہے اوسکے بعد درود اوس نبی اُمّی پر جسنے علمای ربانیون اور بڑے بڑے قسیسین کو لاجواب کر دیا و علی آلہ و صحابہ اجمعین اما بعد عبدہ محمد ابو المنصور ابن جناب سید محمد علی صاحب مغفور ابن جناب کرامت مآب سید فاروق علی صاحب قدس سرہ خدمت ارباب دانش و دین مین ملتمس ہے کہ اندنون مجموعہ تہذیب الاخلاق من ابتدای ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان سنہ ۱۳۰۹ نبوی مطابق سنہ ۱۲۹۶ ہجری سنہ ۱۸۷۹ع جسکے بانی انریبل سید احمد خانصاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی مین میری نظر سے گزرا پس مناسب معلوم ہوا کہ اوسکے جواب مین اپنی ذرا سی عقل کو مین بھی آزماؤن اور دیکھون کہ اہل علم و دانش اُسے اور اس جواب کو ملاحظہ کر کے کیا داد دیتے ہین اور نام اس رسالہ کا تریاق رکھا خدا اسے قبول فرمائی پس جس مضمون کا اسوقت مین نے جواب شروع کیا ہے وہ خانصاحب بہادر کا تصنیف کیا ہوا اس جلد تہذیب الاخلاق مین صفحہ ۵۳ سے صفحہ ۵۹ تک مندرج ہے اور اوسکی پیشانی پر یہہ عبارت ہے مذہب انسان کا امر طبعی ہے انتہے یہہ صریح غلط ہے دنیا مین کوئی بھی مذہب خواہ جھوٹہا خواہ سچا امر طبعی نہین ہے کیونکہ اوسکا بانی ایک ہوتا ہے اور باقیون کو اوسکی پیروی اگرچہ کرنی پڑتی ہے پس وہ ہر انسان کا امر طبعی نہوا قولہ انسان ہو یا حیوان جب آنین کوئی ایسی چیز دیکھی جاتی ہے جو سب مین ہو تو کہتے ہین کہ وہ اوسمین امر طبعی ہے سانپ کا لہراتا ہوا بچھو کا ڈنک مارتا ہوا چلنا تمام سانپون اور تمام بچھوؤن مین دیکھا جاتا ہے اور اسلیئے کہتے ہین کہ یہہ انکا امر طبعی ہے الخ ج چونکہ مذہب کے بیان مین یہہ مضمون لکھا گیا جو کہ بذریعہ کتب مذہبی کے

انسان کے لئے مخصوص ہے نہ یہہ کہ حیوان کے لئے جو نہ کوئی کتاب اپنے پاس رکھتے اور نہ عذاب و ثواب کے مستحق ہین فقط لہرانا یا ڈنک مارنا کوئی مذہب نہین ہے پہلے خانصاحب بہادر کو مذہب کی حقیقت کسی سے دریافت کرنا چاہیے تہا مذہب اُسی کو کہتے ہین جسے انسان کسی دوسرے کی پیروی مین اختیار کرے اور جب چاہے اوسے ترک کر کے دوسرے مذہب مین آجائے چنانچہ سب جھوٹے اور سچے مذہبون مین ایسا ہی ہوتا ہے خود خانصاحب بہادر اور اونکے پیروون نے اپنی زندگی مین کتنے ہی مذہبی رنگ بدلے ہین اور اسی تہذیب الاخلاق کے صفحہ ۴ وا مین مضمون تحقیقات مذہب لکھا ہے کہ مثلاً برہمن عیسائی ہو جائے تو اُسکے معنے یہہ ہین کہ برہمن نے اپنے مجموعہ مسایل کتب ویدی کو ترک کر کے عیسائیونکی مجموعہ مسایل کتب الہی کو اختیار کیا ہے یہہ تبدیل مذہب بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی ہندوستانی اپنی ہندوستانی زبان کو چہوڑ کر انگریزی زبان سیکہنا اختیار کرے انتہی مطلب یہہ کہ مذہب بدلنا ایسا ہے جیسے غیر زبان کا سیکہنا مگر سانپ اپنا لہرانا اور بچہو ڈنک مارنا ترک نہین کر سکتا ہے پہر اوسی مذہب سے کیا مشابہت ہے ۔

قولہ خدا تعالی نے انہی فطرت انسانی کے مطابق انکو تلقین کیا الخ ج اسی تہذیب الاخلاق کے صفحہ اول مین لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اعلے صاحب تفسیر ابن عباس نے فطرت اللہ کا ترجمہ دین خدا کیا ہے پس جو ہمارے خدا کا مذہب ہے وہی ہمارا مذہب ہے انتہے اس صورت مین فطرت انسانی کے معنے دین انسان ہوا پس خانصاحب بہادر کا مطلب یہہ ہے کہ خدا نے اسیکے مطابق انسان کو تلقین کیا مگر کیون تلقین کیا تحصیل حاصل سے کیا فائدہ کیونکہ وہ تو خود انسان کا دین تہا اسکے سوا خدا نے حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ منع کئے ہوئے درخت کے پہل نکہانا (پیدایش ۳ باب ۳) پس کس انسانی فطرت کے مطابق تہا قولہ یہہ بہی ایک لازمی امر ہے کہ اوس اعلی قوت کے قرار دینے مین اختلاف واقع ہو کوئی تو الہی موجودات اور مخلوقات مین سے کیکو وہ اعلی قوت سمجھے اور کوئی کسی خیالی وجود کو جسکا نقشہ خود اوس نے اپنے خیال مین بنایا ہو وہ اعلی قوت قرار دیلی وے کوئی اوس نامعلوم بیچون و بیچگون قوت کو جسکو تمام کائنات کی علۃ العلل سمجھتا ہے معبود قرار دیتا ہے یہی خیال رفتہ رفتہ مذہب بنجاتا ہے الخ ج پیشتر آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی انہی فطرت انسانی کے مطابق انسان کو تلقین کیا ہے انتہے پس باوجود اس اختلاف عقاید انسانی کے خدا تعالی نے کس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو تلقین کیا ہے آیا الہی موجودات اور مخلوقات مین سے کیکو وہ اعلی قوت سمجھنے والیکے اعتقاد کے مطابق یا اوسکے جسنے کسی خیالی وجود کو جسکا نقشہ خود اوسنے اپنے خیال مین بنایا ہو وہ اعلی قوت قرار دی کیونکہ

خدا تعالی اُسنے فطرت انسانی کیمطابق انسان کو تلقین کیا ہے تو ضرور ہوا کہ جس انسان نے اوس اعلی قوت یعنی حقتعالے کو جیسا سمجہہ لیا ہے خواہ نباتات خواہ جانور خواہ دیوی دیوتا جیسا کہ آپ یہان فرماتے ہین اوسیکے مطابق خدا تعالی نے انسان کو تلقین کیا ہے یعنے خدا پرستی اور بُت پرستی سب فطرت انسانی اور تلقین آلہی کے بموجب ہوئی قطع نظر اسکے جبکہ اختلاف لازمی ہے کیونکہ کوئی بت پرست اور کوئی خدا پرست ہوا اور فطرت انسانی کے یہہ سب صفات آپ بیان کرتے ہین جسکے مطابق خدا نے انسان کو تلقین کیا ہے تو ثابت ہوا کہ خدا پرستی ہی فطرت انسانی کی ایک صفت ہے پہر خدا نے تلقین کیا گیا اور اس تلقین کی حاجت کیا تہی کیونکہ یہہ تو خود فطرت انسانی کے خلاف نہین ہے اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ کوئی اُس لامعلوم بیچون و بیچگون قوت کو جسکو تمام کائنات کے علۃ العلل سمجہتا ہے معبود قرار دیتا ہے انتہے پس باوجودیکہ خدا تعالی نے فطرت انسانی کے مطابق انسان کو تلقین کیا ہے تب بہی وہ لامعلوم بنا رہا پہر تلقین کیا ہوئی اور نہ فقط باوجود تلقین بلکہ باوجود فطرت انسانی بہی جسکے مطابق خدا تعالی نے انسان کو تلقین کیا ہے وہ لامعلوم رہا نہ تلقین کام آئی اور نہ فطرت انسانی مگر تعلیم سید احمد خانی اور اونکی سب تعلیم کہانی پہر آپ فرماتے ہین کہ یہی خیال رفتہ رفتہ مذہب بنجاتا ہے انتہی جس سے ثابت ہوا کہ وحی اور الہام کی کچہہ بنیاد نہین ہی انسان کا محض خیال رفتہ رفتہ مذہب بنجاتا ہے اور پیشتر آپ فرما چکے ہین کہ خدا تعالی نے ہی فطرت انسانی کیمطابق انسان کو تلقین کیا ہے اب اس بلاغت کلام خانصاحب بہادر کی ذرا داد دینی چاہئے کہ اگر ایک فقرہ کو تسلیم کرین تو دوسرا غلط ہوا جاتا ہے مجہے اس فقرے کے خطاؤن سے پیچہا چہوڑانا مشکل ہو گیا ہے ساری مضمون کا جواب کیونکر لکہا جائیگا مگر آیندہ نہایت اختصار پر نظر رکہونگا۔

قولہ یہہ بہی انسان کا ایک طبعی امر ہے کہ صرف خیالی چیز سے نہ محبت ہوتی ہے نہ اوسکی طرف توجہ ہوتی ہے گو کہ کچہہ دیر آنکہہ بند کرکے اُس خیالی شئے کا تصور باندہی مگر جب آنکہہ کہلی تو معلوم ہوا کہ کچہہ نہ تہا پوری توجہ جب ہی ہوتی ہے جبکہ اُس خیالی شئے کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اوسکے سامنے موجود ہو اور وہ اوسکو آنکہہ سے دیکہہ سکتا ہو یا ہاتہہ سے چہو سکتا ہو یہی امر درحقیقت بت پرستی کی جڑ ہے اوسی بنا پر انسانون نے اُن خیالی قوتون کی مورتین اوس نقشہ کی مطابق جو انکی خیال نے کہینچا تہا یا اوس طریقہ پر جس سے اونکا خیال ظاہر ہوتا تہا بنالین کسیکو بڑی سر کا کسیکو بہت سے ہاتہون کا کسیکے سیکڑون سر۔ مگر یہہ خیال انسان کیلئے ایک ایسا امر طبعی ہے کہ وہ لوگ بہی جو اوس لامعلوم

و بیچون و بیچگون قوت کے پوجنے والے تہے جنہون نے اوسکو علۃ العلل جمیع کائنات کا خیال کرکے پوجنا شروع کیا تہا اور جسکا نام یہوواہ اور اللہ رکہا تہا وہ بہی کسی مادی شئے کے قایم کرنیسے بچ نہ سکے نہ حضرت ابراہیم اُس سے بچے جنکا نصب کیا ہوا پتہر ابتک مسلمانون کے مذہب مین یمین الرحمن کہلاتا ہے اور نہ حضرت اسحاق و یعقوب بچے جو بن گہڑے پتہر کہڑا کرکے اُسپر تیل ڈالتے تہے نہ حضرت موسی اور نہ داؤد و سلیمان بچ سکے جنہون نے بارہ پتہر بارہ قومون کی کہڑے کرکے خدا کی عبادت کیلئے اونپر تیل ڈالا اور خیمہ عبادت و تابوت سکینہ اور بیت المقدس بنایا الخ ج انخلاصہ اس سب عبارت کا سمجہہ لینا چاہئے کہ بت پرست جو کسی صورت و مورت کو سامنے رکہکر عبادت کرتے ہین تو انبیاء علیہم السلام مین بہی یہہ بت پرستی رائج تہی نعوذ باللہ اس عبارت مین پہلی خطا یہہ ہے کہ کہ سیکڑون سر یہہ صریح غلط ہے بت پرستون مین کوئی دیوتا سیکڑون سر کا نہین ہے بجز دس سرون کے دوسری خطا یہہ ہے کہ یہوواہ اور اللہ خدا پرستون نے نام نہین رکہا بلکہ خدا نے اپنے منہہ سے فرمایا کہ مین یہوواہ ہون (دیکہو خروج ۳ باب ۱۴) اور پیشتر اوس سے کہ حضرت موسی علیہ السلام پیدا ہوے وہ اللہ کہلاتا تہا (دیکہو پیدایش ۱ باب ۱) تیسری خطا یہہ ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت پرستی ثابت کرتے ہین حالانکہ یہود اور عیسائی اور مسلمان ایک بہی ایسا دنیا مین نہین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرف ایسا گمان تک کرتا ہو پس جمہور خدا پرستون کے خلاف ایک خانصاحب بہادر کا قول رذل سمجہا جائیگا یا نہین اور وہ پتہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نصب کیا ہوا کسی زمانہ مین معبود نہین قرار پایا اور نہ کسی نے کبہی اسکیطرف سجدہ کیا ہے اور نہ کسی وحی اور الہام مین اوسکی معبودیت کا اشارہ ہوا اور نہ خانصاحب بہادر کے اس واہی الزام سے مسلمان اس پتہر کی عظمت کو ترک کرسکتے ہین کیونکہ قرآن کی عظمت اُس پتہر سے بہی مسلمانون کی نظر مین زیادہ ہے پس خانصاحب بہادر کیطرح اگر کوئی کہے کہ مسلمان اس کتاب کی پرستش کرتے ہین اور یہہ بُت پرستی ہے تو کوئی مسلمان اس الزام سے قرآن کی عظمت کو ترک نہین کرسکتا ہے اگرچہ اوسے معبود بہی نہین جانتا ہے مثلاً ہر شخص اپنے باپ کی یا سلطان وقت کی عزت کرتا ہے پس اگر کوئی مخالف کہے کہ یہہ بت پرستی ہے تو اس الزام سے کوئی اپنے باپ یا سلطان وقت کو خواہ اوس سے کچہہ نفع ہوتا ہو یا نہوتا ہو ترک نہ کردیگا چوتہی خطا یہہ ہے جو آپ فرماتے ہین کہ (اس بت پرستی سے) نہ حضرت اسحاق و یعقوب بچے جو بن گہڑے پتہر کہڑا کرکے اوسپر تیل ڈالتے تہے الخ پس خانصاحب بہادر کو لازم تہا کہ پیشتر ان واقعات سے صحیح و حقیقت

تہذیب الاخلاق مین ایسا ہی لکہا ہے ۱۲

حاصل کرتے تب اپنے مضمون میں لکھتے حضرت اسحاق علیہ السلام نے کوئی بن گھڑا پتھر کبھی نہیں
کھڑا کیا تھا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بطور یادگار ایسا کیا تھا نہ یہہ کہ عبادت کیواسطے کیونکہ
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُس پتھر کو جسے وہ سر کی نیچے رکھہ کر سوئے تھے ایک نہایت متبرک
خواب دیکھنے کے سبب صبح کو اٹھکر کھڑا کر دیا اور تیل ڈالنے کا سبب یہہ تھا کہ پتھروں کی افراط
کے سبب ایک پتھر پر تیل نہ ڈالتے تو یاد نہ رہتا کہ کس مقام پر خدا کا جلال دیکھا تھا پس وہ پتھر
معبود نہیں قرار پایا اور اُس جگہہ میں مذبح بنانا بت پرستی نہتی (توریت میں دیکھیہ) جسطرح اب
مسجدیں جا بجا بنائی جاتی ہیں اسے کوئی بُت پرستی نہیں کہتا ہے حالانکہ مذبح مسجد ہی
نہیں ہے **پانچویں خطا** یہہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ نہ حضرت موسی اور نہ داؤد و سلیمان
بچ سکے جنہوں نے بارہ پتھر بارہ قوموں کے کھڑے کر کے خدا کی عبادت کیلیئے اونپر تیل ڈالا الخ
نہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کبھی بارہ پتھر بارہ قوموں کے لئے کھڑے کئے تھے اور نہ حضرت داؤد
اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے یہہ صریح جھوٹہہ ہے اور قوم تو ایکہی بنی اسرائیل تھی بارہ قومیں
کہاں سے آگئیں مگر اونمیں بارہ خاندان البتہ تھے پھر یہہ ہے کہ حضرت یشوع علیہ السلام نے جو بارہ پتھر دریا
یردن سے اُٹھوائے تھے اُس یادگار میں کہ خدا نے ایک زمانہ میں بنی اسرائیل کیواسطے دریا کو دو حصہ
کر دیا تھا اونپر تیل کبھی ڈالا نہیں گیا مگر ایک جگہہ نصب کر کے تاکہ یہہ یادگار منتشر ہو کر گم ہو جائے
اونپر چونا پھروا دیا تھا حضرت یشوع علیہ السلام کی کتاب میں دیکھلو چونکہ یہہ حضرت یشوع علیہ السلام کا
معجزہ تھا اور یہہ بارہ پتھر اوس معجزہ کے یادگار تھے جنکا آپنے ذکر کیا ہے پس اسی تہذیب الاخلاق
کے پچاسویں صفحے کی سطر ۲۶ میں جو لکھا ہے کہ معجزات حقیقت میں ایک بہتان تھی کا سانگ تھا
انتہے یہہ قول سراسر خبط ہو گیا یا نہیں دوسرے یہہ کہ آپ پیشتر فرما چکے ہیں کہ خدا تعالی اپنے ہی فطرت
انسانی کی مطابق ان انکو تلقین کیا ہے اور قرآن مجید میں جا بجا اپنے عجائبات قدرت کو
بتلا کر دکھلا کر سمجھا کر اپنے وجود پر استدلال کیا ہے انتہی چونکہ قرآن خود حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ
والسلام کا معجزہ تھا جسے آپ ہی اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے تلقین کیا اور فرمایا ہے پھر یہہ بہتان تھی کا
سانگ تھا یا خدا کا کلام پھر اسی تہذیب الاخلاق کے صفحہ ۴۳ سطر ۱۸ و ۱۹ میں لکھا ہے کہ بہت سے مسلمان
بانی اسلام کے معجزات بیان کرتے ہیں مگر قرآن شریف کے پڑہنے سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ بانی
اسلام کو معجزات سے نفرت تھی اُسنے صاف صاف کہدیا کہ میں تم میں سے ایک خدا کا بندہ ہوں
انتہے لیکن قطع نظر اور معجزات کے نزول قرآن جسے آپ ہی فرماتے ہیں کہ خدا تعالی نے تلقین کیا

اگر پیغمبر کا معجزہ نہیں ہے تو خانصاحب بہادر پر کوئی قرآن کیوں نہ نازل ہوا پھر اگر قرآن بہی ایک معجزہ
ہے تو حضرت بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزوں سے انکار عقل و ایمان سے انکار ثابت ہوا
یا نہیں پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑہنے سے یہہ معلوم ہوتا ہے الخ کیسا خوب
اسی لیاقت پر قرآن شریف پڑہنے کا دعوی ہے غرض یہہ کہ حضرت یشوع علیہ السلام کا وہ بارہ
پتھروںکو نصب کر کے اونپر چونا پھروانا اُس یادگار کی حفاظت کیواسطے تھا نہ یہہ کہ خدا کی عبادت
کیواسطے اور نہ کبھی وہ خدا پرستونکا عبادتخانہ بنایا گیا۔

قولہ آنحضرت صلعم نے بہی اگرچہ کہول کہول کر بتا دیا کہ جو کچھہ ہے اوسی بے نشان کا نشان ہے مگر
کوئی خاص سمت اور خاص گہر اوس بے نشان کیلیئے نہیں ہے تاہم اوس رسم کو موقوف نہیں کیا جسکے
سبب ہم مسلمانوں میں بیت الحرام قایم ہے الخ **ج** یعنے آنحضرت صلعم نے اگرچہ بتا دیا کہ یہہ
جو کچھہ ہے جیسے بیت الحرام یعنے کعبہ اوسی بے نشان کا نشان ہے مگر کوئی خاص سمت اور خاص گہر
اوس بے نشان کیلیئے نہیں ہے تاہم اوس رسم بُت پرستی کو کہ کعبہ قایم رکہنا جس سے مراد ہے موقوف نہیں کیا
یعنے کعبہ کو ڈہا نہیں دیا اور بت پرستی کو قایم رکہا اور چونکہ آنحضرت صلعم خود بہی اُسی کعبہ کیطرف
سجدہ کرتے تھے پس نعوذ باللہ بزعم خانصاحب بہادر آنحضرت صلعم خود ہی رسم بت پرستی میں شریک
تھے دوسرے یہہ کہ آنحضرت صلعم نے اگرچہ کہول کہول کر بتا دیا کہ کوئی خاص سمت اور خاص گہر اوس
بے نشان کے لئے نہیں ہے تاہم اوس رسم کو موقوف نہیں کیا الخ بلکہ خود ہی اسی رسم کو ادا کرتے
رہے مطلب یہ کہ آنحضرت صلعم کا قول کچھہ اور تہا اور فعل کچھہ اور کہتے کچھہ تھے اور کرتے کچھہ اور مطلب
خانصاحب بہادر کا اوس سے یہہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلعم علاوہ بُت پرستی کے محض دنیا دار ہی تھے اور
نتیجہ اس سے یہہ نکلا کہ آنحضرت صلعم ایک دانشمند زمانہ ساز تھے نہ یہہ کہ خدا کی پیغمبر کیونکہ یہہ زمانہ سازی
پیغمبر کی شان کے سراسر خلاف ہے پس یہہ بہی خانصاحب بہادر کا صریح جھوٹہہ ہے اور اصل یہہ ہے
کہ خدا نے یہہ کبھی نہیں فرمایا کہ کوئی خاص سمت اُس بے نشان کیلیئے نہیں ہے بلکہ یہہ فرمایا کہ ہر سمت میں
خدا ہے (دیکھو سورہ بقر ع ۱۴) اور اسکی وجہہ یہہ ہوئی کہ آنحضرت صلعم کی لشکر میں سے ایک جماعت نے
رات کے وقت بسبب ابر اور تاریکی کے سمت قبلہ میں اختلاف کیا تھا اور ہر ایک نے اپنی اپنی قیاس کے
بموجب ایک ایک طرف محراب نماز قرار دی جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ سب کی محراب غیر سمت قبلہ
سے پہری ہوئی تہی جب مدینہ میں پہنچے تو سب نے اوس نماز کی اعادت قضا کیواسطے آنحضرت
صلعم سے اجازت چاہی اوسوقت یہہ آیت نازل ہوئی کہ بعد غور و تامل درباب تعین سمت قبلہ

اب عادت نماز کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ہر طرف خدا ہے پس یہہ خاص اوسی ضرورت کے سبب فرمایا گیا تہا دوسرے یہہ کہ جب کعبہ کو آنحضرت صلعم نے قبلہ قرار دیا تو مخالفین نے لوگون کے دلونمین یہہ وسوسہ ڈالا کہ جو مسلمان بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے تہے اور پیشتر اس سے کہ کعبہ کو قبلہ قرار دین وفات پا چکے ہیں اونکی نماز ضایع ہوئی پس حقتعالی نے فرمایا کہ خدا اون مسلمانونکی نماز کو جسطرف کہ اونہون نے رخ کیا ہو ضایع نکریگا اور اونکے ایمان کو جو بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے تہے تباہ نکریگا پس یہان سے یہہ کہ ثابت ہوا کہ کعبہ کیطرف نماز نپڑہنا چاہئے یا کعبہ کو منہدم اور مسمار کر دینا چاہئے استغفر اللہ خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ ہم مسلمانونمین الخ جس سے معلوم ہوا کہ خانصاحب بہادر بہی اپنی نظر مین مسلمان ہین مگر اس بدیہی دعوی کے سوا اور کوئی بہی علامت اسلام خانصاحب بہادر مین پائی نہین جاتی

قولہ یہی فرق خدا پرستی اور بت پرستی مین تمیز کرتا ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام نے جو کچہہ کیا جو بن گہڑا پتہر کہڑا کیا خواہ گہر بنایا وہ صرف خدائے واحد ذوالجلال ہی کے نام پر بنایا جسکو وہ یہوہ اور اللہ کہتے تہے اور اورون نے جو کچہہ کیا وہ غیر خدا کی لئے کیا۔ اور اسلئے بت پرست کہلاتے ہین اور انبیاء کے پیرو خدا پرست اور کالا پتہر یا سیاہ لباس کا گہر اونکے خدا پرستی مین کچہہ نقص نہین لاتا اگر زمانہ مہلت دیتا تو شاید یہہ بہی نرہتا کیونکہ جو اصول قرار دی تہے وہ لاتعین کیطرف رجوع تہے الخ ج مطلب خانصاحب بہادر کا یہہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے پیرو باوجود بن گہڑا پتہر کہڑا کرنے اور بیت الحرم بنانیکے خدا پرست ہین اور وہ کالا پتہر یا سیاہ لباس کا گہر اونکی خدا پرستی مین کچہہ نقص نہین لاتا حالانکہ یہہ اسباب صریح بت پرستی کے ہین پہر فرماتے ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کو زمانہ مہلت دیتا تو شاید یہہ بہی نرہتا نہ کالا پتہر نہ سیاہ لباس کا گہر سب نیست و نابود کر دیا جاتا کیونکہ جو اصول (آنحضرت صلعم نے) قرار دیے تہے وہ لاتعین کیطرف رجوع تہی انتہی لیکن اگر قرآن مجید مین کعبہ کی عظمت مذکور ہوئی ہو تو اسی اصول کے خلاف قرار دینا خانصاحب بہادر کے ذمہ ہے اور کعبہ کو ڈہا دینا بہی خانصاحب بہادر کہین قرآن یا حدیث سے جائز ثابت کرین یہہ بنارس کے مسجد نہو جسے خانصاحب بہادر مسمار کروا چکے ہین۔

قولہ یہہ بہی انسان کا امر طبعی ہے کہ تمام دنیا کے ان لوگونمین اصول پرستش و عبادت ایک ہون گو کہ وہ عبادت مختلف طریقونمین کیجاتی ہو۔ یعنے اوسکی سامہنے عاجزی کرنا۔ یہانتک کہ خود اپنی جان کو اوسپر قربان کرنا اپنی جان کے بدلے جانور کی قربانی سے اوسکو راضی رکہنا یہہ سب امور انسان

کے امور طبعی ہین۔ پس ہر قوم مین اور ہر قسم معبود کی عبادت کے یہی اصول رہے ہین اور آجتک یہی اصول قائم ہین۔ یہی طریقہ جبکہ خدا کے سوا غیر کے ساتہہ کیا جاتا ہے وہ کفر و شرک و بت پرستی قرار پاتا ہے اور جب خاص خدا کے ساتہہ کیا جاتا ہے گو کہ ایک بن گہڑا پتہر ہی کہڑا کرکے یا اینٹ مٹی کا گہر بنا کر کیا جاتا ہو وہ خدا پرستی کا طریقہ ہوتا ہے الخ ج مطلب یہہ ہے کہ اگرچہ یہہ بہی درحقیقت بت پرستی ہے مگر جبکہ خاص خدا کی ساتہہ یہہ طریقہ کیا جاتا ہو تو اوسے خدا پرستی جانتے ہین حالانکہ صریح بت پرستی کرتے ہین اور جواب یہہ ہے کہ خدا نے جسطرح انسانکی زبان اور انسانی محاورہ مین کتب سماوی کو نازل فرمایا نہ یہ کہ فرشتون کی زبان اور محاورہ مین اسیطرح خدا نے دستور عبادت بہی انسان کے مناسب حال مقرر فرمایا مگر وہ تعظیم و عزت جو حقتعالی کے لئے مخصوص ہے جب بتونکے واسطے مستعمل ہوئی تو یہی بت پرستی قرار پائی مگر خانصاحب بہادر جو بن گہڑا پتہر کہڑا کرنے یا اینٹ مٹی کا گہر یعنے کعبہ بنانیکو بت پرستی قرار دیتے ہین تو پیشتر اوس بن گہڑے پتہر اور اینٹ مٹی کے گہر کو اسلامی اصول کے بموجب جہوڑنا تک نا چاہئے اور مسلمانون کا خدا کے آگے عاجزی کرنا یا اوسے راضی رکہنے کیواسطے فکرمند رہنا اگر اصول بت پرستی کے مطابق ہے تو خانصاحب بہادر شاید لاٹہی لیکر اپنے خدا کو راضی کرتے ہونگے کیونکہ جو تدبیرین خدا کو راضی رکہنے کی ہین وہ یہی ہین یعنے عاجزی کرنا وغیرہ اور اسکے سوا جو کچہہ ہے وہ لاٹہی سونٹے کے سوا اور کچہہ نہین

قولہ انسانونکے گروہون مین ایسے شخص کا بہی جسکو پیغمبر یا ہادی یا رسول یا اوتار یا ریفارمر یا مصلح کہتے ہین پیدا ہونا انسانی طبیعت کا لازمہ ہے الخ ج پیشتر پیغمبر اور اوتار کا تفاوت حال دریافت کرنا ضرور تہا پیغمبر محض انسان اور خدا کے بندے ہوتے ہین اور اوتار اوسے کہتے ہین کہ خدا کسی جسم مین حلول کرے جیسے راما اوتار اور کرشنا اوتار وغیرہ کہ وہ بعقیدہ اہل ہنود خدا تہے نہ یہ کہ مخلوق اور پیغمبر اور مصلح کا سلسلہ آپنے ایکہی منصب قرار دیا کہ اسی تہذیب الاخلاق کے صفحہ ۲۵ وغیرہ مین خانصاحب بہادر کو مصلح دین لکہا ہے یعنے پیغمبر اور پہر اوسی صفحہ مین لکہا ہے کہ جسقدر بانیان مذہب ہوئے انکو پہلے کسی مذہب کو ماننا پڑا آنحضرت عیسے نے فرمایا کہ مین شریعت موسوی کو کامل کرنیکے لئے آیا ہون آنحضرت صلعم نے حضرت ابراہیم کے مذہب کو اپنا اسلام ٹہرایا۔ اہل اسلام کو خدا کا شکر سمجہنا چاہئے کہ اونکے مذہب کو غلطیون سے صاف کرنیکے لئے سید صاحب (یعنے خانصاحب بہادر) کو اونہین پیدا کر دیا الخ یعنے حضرت عیسے علیہ السلام اور آنحضرت صلعم کی طرح خانصاحب بہادر کو مسلمان اپنی خوش قسمتی سے بانی مذہب تسلیم کرین حالانکہ حضرت عیسے کا کلام اور آنحضرت صلعم کا قرآن تو وحی اور الہام سمجہا جاتا ہے مگر خانصاحب بہادر کے ملفوظات شریف تو زٹل سے زیادہ وقعت نہین رکہتے ہین اگرچہ چندے تجربہ کار علم دین ہین بیگانہ انہین مصلح یعنے پیغمبر بلکہ اوتار جانتے ہون اسطرح پر کہ حضرت

قولہ انسانون پر جب ہم نظر ڈالتے ہین تو اونمین مختلف عقل اور مختلف دماغ کے لوگ پاتے ہین اور ایکدوسرے سے قوی و ضعیف و اعلیٰ و ادنیٰ مین درجہ بدرجہ تفاوت رکھتے ہین کسی کی طبیعت اون مسائل اور اصول کے قایم کرنیمین زیادہ مناسبت رکھتی ہے جنکو ہمنے مذہب قرار دیا الخ مطلب یہ کہ جتنے بانیان مذہب یعنے انبیاء علیہم السلام گزرے ہین اونکی طبیعت ہی مذہبی مسائل اور اصول کے قایم کرنیمین زیادہ مناسب تہی نہ یہ کہ خدا کی طرف سے انہین پیغمبری ملی ہو اور اسیطرح خانصاحب بہادر بہی کر سکتے ہین۔

قولہ بانی اسلام نے بہی جو درحقیقت سب سے بڑا انسان کے نیچر کا واعظ تہا یہی ہمکو بتایا ہے کہ تمام انسانوں کے گروہون مین پیشوا ہوئے ہین جہان کہ اوسنے فرمایا وان من امۃ الا خلا فیہا نذیرا اور دوسری جگہ فرمایا کہ لکل قوم ہاد الخ بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام تو جانتے بہی نہ تہے کہ نیچر کیا بلا ہے اور یہ لفظ کبہی انکی زبان پر جاری ہوا اور لکل قوم ہاد سے یہ مراد نہین ہے کہ سب ہی دیوتا پیغمبر تہے جنہونے قوم کو بت پرستی اور ہر طرحکی برائی سکہلائی مگر مطلب یہ کہ جو پیغمبر کتاب آسمانی لیکر ایک ملک مین ظاہر ہوئے وہ تمام ملکون کیواسطے ہیتے مثلاً حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کے عرب مین ظاہر ہونیسے کیا تمام ہندوستان اور چین وغیرہ مین مسلمان نہین ہین یہ نئی شریعت خانصاحب بہادر نے جاری کی کہ ہر ملک مین پیغمبر کا ہونا ضرور ہے اب چند روز مین ہر ملک مین ایک جداگانہ خدا ہونیکی بہی فرمایش کیجاے گی پس ہندوستان کے مسلمانون کا ایمان حضرت پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیکار ہے اور ہندوستان مین کسی پیغمبر کے مبعوث ہونیکا متوقع ہونا چاہیے یعنے خانصاحب بہادر کی پیغمبری پر ایمان لانا چاہیے یہی اس ساری تمہید مقاصد خانصاحب بہادر سے صاف ظاہر ہے۔

قولہ پس یہ خیال کرنا کہ صرف دنیا کے ایک ذرا سے ٹکڑے مین جو دنیا کیساتہہ ایسی نسبت رکہتا ہے جیسے کہ عدد کو ساتہہ صفر پیغمبر آئے تہے اور صرف فلسطین اور جزیرہ عرب ہی کو انہونے خدا کی روشنی سے منور کیا تہا اور خدانے صرف ایک مٹہی بہر آدمیون بنی اسرائیل کو اور چند عرب کی قومونکو جنہین بنی آدم بہشت مین جانیکے لیے بنایا تہا اور باقی تمام دنیا کو دوزخ مین جانیکے لئے ایک ایسا بیہودہ خیال ہے جسکو نیچر اور بانی اسلام خدا اور قرآن سب غلط اور جہوٹا بتاتے ہین الخ اب اور زیادہ خانصاحب بہادر کا مقصد اصلی ظاہر ہوگیا کہ فقط عرب مین ایک پیغمبر کا ہونا تمام دنیا کی ہدایت کیلئے کافی نہین ہے ہندوستان مین بہی ایک پیغمبر کا ہونا ضرور ہے پس آج تک جنہ فرمایا لوگ خانصاحب بہادر کو پیغمبر قرار دینگے چنانچہ اس مضمون کے آخر مین خانصاحب بہادر نے اور بہی زیادہ صاف فرمادیا ہے چنانچہ (قولہ) پس جو لوگ پیغمبرون کی راہ پر ہین وہ ضرور نجات پائینگے خواہ وہ پیغمبر چین کا ہو یا جاپان کا عرب کا ہو یا فلسطین کا ہندوستان کا ہو یا فارستان کا الخ اور یہ جو خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ فقط فلسطین یا عرب مین پیغمبرون کو مبعوث ہونیکا ایسا بیہودہ خیال ہے جسے نیچر اور بانی اسلام اور خدا اور قرآن سب غلط اور جہوٹا بتاتے ہین سو آپ یہان نیچر کیا تہہ بانی اسلام اور خدا اور قرآن کو ناحق آپنے تکلیف دی قرآن مین تو صاف خدانے فرمادیا ہے کہ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (سورہ سباء) پہر یہ کہ یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (برات) اور نہ فقط یہی بلکہ فلسطین مین بہی حضرت عیسے علیہ السلام نے بہی اپنے حواریونکو ہدایت کی تہی کہ یروشلم اور ساری یہودیہ اور سامریہ مین بلکہ زمین کی حد تک میرے گواہ ہوگے (اعمال اباب) پہر یہ کہ بادشاہت کی خوشخبری کی منادی تمام دنیا مین ہوگی (متی ۲۴ باب) لیکن یہان آپ یہ جواب دینگے کہ پیغمبرون کی راے بہی کبہی خطا پر ہوتی ہے چنانچہ اسی تہذیب الاخلاق کے صفحہ ۲۴ سطر ۱۱ مین محققین مذہب اسلام کو ملامت کیگئی ہے کہ اونکے ذہن مین یہ بات ہی نہ تہی کہ جو سچی باتین حضرت عیسے اور موسے کو نہین سوجہین اور بدہ اور زرتشت کو سوجہین تو اونکا ماننا بہی ہمپر فرض ہے اور پہر اسی تہذیب الاخلاق کے صفحہ ۵۴ سطر ۶ و ۷ مین لکہا ہے کہ ایک نوع اون مذہبون کی ہے جنکی بنا کتب سماوی پر ہے اور وہ اہل کتاب کہلاتے ہین دوسری نوع اون مذہبون کی جنکے پاس کوئی الہامی کتاب نہین ہم نوع اول کے تعظیم و تکریم کرتے ہین گو اونکی کتابونمین کیسے ہی جہوٹے مسائل ہون آہ پس جب پیغمبرونکی تعلیم مین اسقدر جہوٹے مسائل ثابت کئے جاتے ہین تو ایسے فقرونکا جواب بجز اسکے نہین ہو سکتا کہ مصنف کو نہ مسلمانون کے مذہب سے آگاہی ہے اور نہ بدہ اور زرتشت کے مذہب سے ورنہ وہ ایسا بڑا بول نہ بولتے کہ تمام اون سچی باتون کو جو حضرت عیسے اور حضرت موسے علیہما السلام کو نہین سوجہی تہین بدہ اور زرتشت کی تعلیم سے ثابت کرنا اور توریت و انجیل و قرآن کے جہوٹے مسائل کا شمار لکہنا اور بغیر اسکے ایسا دعوی صریح نہ ہو

قولہ اون ہادیون اور پیشواؤن کے حالپر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ سبکا دین واحد تہا اور اسلئے ہم کہہ سکتے ہین کہ سچے دین کا وعظ کرنا گویا اونکا امر طبعی تہا۔ اُس جوتی سروپ نرنکار وحدہ لاشریک لہ پر (انکا) یقین پایا جاتا ہے الخ قطع نظر اسکے کہ سبکا دین واحد ہونا ممکن نہین ہے ورنہ شروع سے انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونیکی حاجت نہ ہوتی یہ جوتی سروپ نرنکار کیساتہہ وحدہ لاشریک لہ کا جملہ کیا خوب آپنے ملایا ہے جوتی سروپ کے معنی نورانی صورت اور نرنکار کے معنی اوسکی کوئی صورت نہین ہے پس وحدہ لاشریک لہ کیساتہہ گندہ بیروزہ باخشکہ کا لطف ظاہر کر گیا۔

قولہ مصریون کے سب سے بڑے مندر پر یہ فقرہ کندہ تہا اور کیا عجب ہے کہ اونکی کسی مقدس کتاب مین بہی ہو کہ مین وہ ہون جو ہمیشہ سے تہا اور اب بہی ہون اور ہمیشہ رہونگا الخ خانصاحب بہادر کے نقص معلومات کی کہانتک شکایت کی جاے جناب من تعجب یہ ہوتا ہے کہ عبرانیمین خدا کا اسم ذات ہے یہی معنی ہین۔ (عبرانی لغت مین دیکہ لو) پس مصریون کی کتابونمین وہ کہان سے آگیا البتہ جب یہود مصر مین گئے اسوقت

مصریون نے اون سے یہ سیکہہ لیا ہوگا پہر آپ جو فرماتے ہین کہ یہ فقرہ اسوقت بہی اس قابل ہے کہ مسلمانون کی مسجدون کے دروازے پر کندہ کیا جائے - الخ پس باوجود توریت مین یہ لفظ موجود ہونے کے مسلمان اوس سے کب ناواقف تہے جو مصریون کے مندر پر دیکہکر آپکی طرح مسلمانون کی رال ٹپک پڑتی

قولہ بانی اسلام نے بہی ہمکو یہی ہدایت کی ہے کہ تمام ہادیان دین کا دین ایک ہی تہا صرف شریعت جو انسان کے حالات کی تبدیل سے تبدیل ہوتی ہتی جدا جدا تہی چنانچہ سورہ شورے مین فرمایا -

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک ما وصینا بہ ابراہیم وموسی وعیسے ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ الخ ج اسمضمون مین آپ تمام دنیا کے مذاہب پرستون اور خدا پرستون کا ایک ہی اصول ثابت کرنا چاہتے ہین ایسے محل پر یہ آیت قرآنی آپکو خوب سوجہی مصلح دین ایسی لیاقت کا ہونا چاہئے آپکو لازم تہا کہ اس آیت سے زرتشت اور بدہ اور برہما وشن مہیش کے پیرؤون کا اتفاق ان انبیا علیہم السلام کے اصول سے ثابت کرتے اور جبکہ اس آیت مین کسی بت پرست مذہب کا مطلق ذکر نہین ہے تو ان انبیا علیہم السلام کے اتحاد عقاید بیان کی ان ضرورت کیا تہی کیا وہ خدا جسنے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو وحی بہیجی اور تہا اور جسنے باقی پیغمبرون پر وحی بہیجی اور ہے استغفر اللہ -

قولہ پس جو لوگ کہ پیغمبرون کی راہ پر ہین وہ ضرور نجات پائینگے خواہ وہ پیغمبر چین کا ہو یا ماچین کا عرب کا ہو یا فلسطین کا امریکہ کا ہو یا افریقیہ کا ہندوستان کا ہو یا فارستان کا ہندو لوگون کا ہو یا حبشیون کا قرآن مجید مین خدا نے فرمایا ہے ان اللہ لا یغفر من یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء لمن یشاء کا فرمانا صرف سیاق قرآنی ہے جس سے خدا کی عظمت اور قدرت کا ہر بات مین اظہار مقصود ہے ورنہ اگر اوس سے مضمون مخالف مراد لیا جاوے تو وعدہ مغفرت مشتبہ ہوجاتا ہے - راقم سید احمد ؛

ج اس آیت مین وعدہ مغفرت اون لوگون سے ہے جنہون نے شرک نہین کیا اور خدا کی عبادت موافق ہدایات قرآن وحدیث کے بجالاتے ہین نہ اون کے لئے جو فقط منہ سے خدا ے واحد اور نہ خدا کی کتاب نہ خدا کے پیغمبر سے کچہ کام رکہتے ہین وہ اس وعدہ کے مستحق نہین ہین بحکم آنکہ ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین (البقرع ۲) کیونکہ جو سچا توحید پرست ہوگا وہ اوس کتاب کو بہی جسمین توحید پرستون کے لئے یہ وعدہ مرقوم ہے اور اوس پیغمبر کو جسکے وسیلہ قرآن سے یہ وعدہ اوسنے معلوم کیا ہے ضرور مانے گا لیکن جو خدا کی کتاب اور خدا کے پیغمبر کو نہ مانے

وہ اوس وعدہ کو بہی نہ مانینگا اگرچہ توحید پرستی کا دعوی کرے کیونکہ خداے واحد کو ماننے کی علامت یہی ہے کہ اوسکے سب احکام پر جو کتاب اللہ مین درج ہین عمل کرے اور اوس کتاب کے پہونچانیوالے یعنے پیغمبر کو سچا اور برحق جانے بمقتضای آیہ کریمہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء ع ۱۱) اسکا ترجمہ آپ ہی نے یہ لکہا ہے کہ جس شخص نے اطاعت کی رسول کی تو بیشک اوسنے اطاعت کی اللہ کی انتہی پہر یہ کہ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ (النساء ع ۹) پہر یہ کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء ع ۹) پہر یہ کہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہار الخ (النساء ع ۲) پہر یہ کہ یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا (النساء) ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض الکتاب ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ہم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مہینا (النساء ع ۲۱) یعنے لوگ اللہ اور اوسکے رسولون کے ساتہہ کفر کرتے ہین اللہ اور اوسکے رسولون مین تفرقہ ڈالتے ہین اور وہ بیچ کی راہ کہ خدا کو ماننا اور رسول کو نہ ماننا نکالنا چاہتے ہین وہ بیشک کافر ہین اور خدا نے کافرون کیلئے خواری کا عذاب تیار کر رکہا ہے انتہے - ؛ -

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب تریاق از نتایج طبع جناب محمد شرف الدین صاحب مدظلہ متخلص بہ اوج ؛

گشت منصور عدلل ہمہ یکتائی تو — زیب ملبوس امامت شدہ رعنائی تو
کرد صد سند زر لفت وشجر پامال — برہنہ پائی تو بادیہ فرسائی تو
پشت گرمی پئے اسلام ز رحمت گشیت — قاقمی گشت جہان از نمدآرائی تو
ناکسان را ہمہ تلخیت ز شیرین سخنت — طوطی آئینہ شکن شدز شکرخائی تو
چارسو غلغلۂ مدح وثنایت انداخت — فقر تو ضعف تو مسکینی وتنہائی تو
نزد ہر کافر ومسلم چہ مسلم شرفت — نور محراب امامت ز جبین سائی تو

اے امام اوج چنین سال عروج تو نوشت
دیدہا دید ز تریاق مسیحائے تو ؛
۱۲ ۹۶

مضمون مصنفۂ جناب امام فن مناظرہ اہلکتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور

پادری صاحبان کے اخبار کوکب ہند لکھنؤ مطبوعہ ۲۱ ۔ مئی ۱۸۷۹ء نمبر ۲۰ جلد ۱ صفحہ ۲ باہتمام پادری کریون صاحب
و نور افشان لدیانہ باہتمام پادری کیلیسو صاحب مطبوعہ یکم مئی ۱۸۷۹ء نمبر ۱۸ جلد ۷ صفحہ ۱۳۷ و ۱۳۸ وغیرہ
مین ایک مضمون جناب سید احمد خان صاحب بہادر کے اخبار علیگڈہ گزٹ سے معہ اپنی رائے فطانت پیرای کے
مشتہر کیا گیا ہے جسکی سرخی جلی حرفون مین یہ ہے **زوال اسلام** اوس مضمون کے بعض فقرات
بجنسہٖ عبارت کے ساتھہ ہم ذیل مین نقل کرتے ہین وھو ہذا ۔

اخبار علیگڈہ گزٹ مطبوعہ ۲۵ ۔ اپریل مین ایک مضمون مصر اور مسلمانون کی حالت کے بارہ مین درج
ہے اوس مضمون مین چند فقرات قابل غور ہین اور ہماری دانست مین اُسکی استبار اڈیٹر نے بڑے زور
کے ساتھہ مسلمانونکو توجہ دلانے کیلئے تحریر کئے ہین چنانچہ اخبار مذکور کے اڈیٹر صاحب لکھتے ہین کہ جہان
جہان اب اسلامی سلطنتین کسیقدر باقی ہین چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہی ہین او جہان جہان
مسلمان ہین وہان حکومت عمدہ طور سے مسلمان کرنا نہین جانتے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ
جسجگہ مسلمان بطور رعیت کے رہتے ہین اونکو وفاداری کے ساتھہ اپنے بادشاہ کو سایۂ عاطفت مین رعیت
ہوکر رہنا بھی نہین آتا ہے غرضکہ نہ مسلمان رعایا ہوکر آرام سے رہتے ہین اور نہ حاکم ہوکر حکومت
کرنا جانتے ہین اور اسی سبب سے بربادی ادبار انپر آرہا ہے ۔ صاحب اخبار مذکور کا
اصل مطلب یہ ہے کہ ملک مصر مین جو اسلامی سلطنت ہے وہ بھی زندہ درگور ہے اور یون ہی
برائے نام ہے اگر مصر کی چندے یہی حالت رہی تو شاید ایکدن مصر مین اسلامی سلطنت بھی نہوگی اور ملک
مصر باوجودیکہ قرضدار ہوکر بچا رہا ہے وہ صرف انگلنڈ اور فرانس کے طفیل بچ رہا ہے ورنہ
اوسمین خود اسقدر طاقت نہین ہے کہ مصر خود بخود قایم رہی ہان یہ سب کچھ سچ ہے اوسمین
ذرا بھی فرق نہین ہے بیشک مسلمان اگر بادشاہ یا ذی اختیار حاکم ہوجاتے ہین تو رعیت کو
چین و آرام سے زندگی بسر کرنے نہین دیتے اور جہانتک ہوسکتا ہے رعیت کے حق حقوق
پر اپنا ہی دست تطاول مارتے رہتے ہین آخر کو سلطنت ہی کو نیست و نابود یا قریب ہلاکت کے
پہونچا دیتے ہین ۔ ہمارے ناظرین اخبار سلطان روم اور اوسکے ذی اختیار حکام کی کارروائیون کو
بخوبی دم قلعیت کھینچتے ہونگے اسمعاملہ مین ہم اڈیٹر اخبار علیگڈہ گزٹ سے اتفاق رکھتے ہین اب ہم ناظرین کو
صرف یہ دکھلاتے ہین کہ مسلمان بادشاہت کرنا کیون نہین جانتے اور رعیت ہوکر آرام سے کیون بسر نہین
کرتے یہ سبکو معلوم ہے کہ انسان جیسی تعلیم پائیگا ویسی ہی کام کریگا چنانچہ قرآن انسان کو

جلمیت کی تعلیم نہین دیتا بلکہ قرآن کی تعلیم مغروری و خودپسندی و شہوت پرستی پر مبنی ہے پس مسلمانونکا اسمین کچھ قصور نہین
ہے الخ پہر اوسی اخبار نور افشان کے صفحہ ۱۳۹ مین لکھا ہے کہ محمد نے آپ توریت کے الہامی ہونیکو قبول کرنیکے بعد بڑی
گستاخی سے اوسکی ساری تعلیمون اور پیشین گوئیون کا انکار کرکے اپنے تئین بے الہام آدمی ٹھہرایا ہے بلکہ دنیا کی
آخر تک انکے دلکو قرآن کی بار استی کی بابت پوری اور پکی دلیل یہی ہے ۔ ہمارے محمدی بھائیون نے اپنے باپ
دادون کے عادت کے موافق کچھ بھی دریافت و آزمایش نکرکے اسلام کو نہ محض خدا کی نعمت بلکہ سارے جہان کی تمام مذہبون سے
اسکو سچا مذہب مانکر غرور کی راہ سے اپنے تئین بزرگ خیال کر رکھا ہے ۔ اسحالت مین اونکو اسبات سے واقف
ہونا افسوس کا مقام ہوگا کہ وہ مذہب جسے اونہون نے اور اونکے بزرگون نے ایسا عمدہ مان لیا ہے روے زمین پر
جتنی بلائین نازل ہوئی ہین اونمین سے سخت ترین بلا یہی ہے الخ **جواب** ابتو یہ ادعا نہین آتا کہ
اس سے زیادہ رسوائی اور ذلت اسلام کی کوئی اور تدبیر باقی رہی ہو نعوذ باللہ یہ صدی بھی اس ملت قیام عالم مین
کی گزری ہے خیر شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن ۔ اور فی الحقیقت اگر اوسطرح جسطرح کہ جناب خانصاحب بہادر اور
پادری صاحب نے خیال کیا ہے زوال اسلام ثابت ہو تو بھی ان سب ذلتون اور رسوائیون سے جو ہندوستان مین اسلام اور اہل اسلام
کو نصیب ہین زوال اسلام بہتر ہے کچھ شک نہین ہے ہزارون تحریرین ایسی ہی نخوت و غرور کی اہل ہند کی نظر سے گزری ہونگی
کہ جنمین سے یہ بھی بطور نمونہ ایک مضمون ہے اسمضمون کو بیشتر بانی فرقۂ نیچریہ یعنے جناب سید احمد خان بہادر نے لکھا اور دو
صاحبون نے پسند کرکے اسکی تائید کی اور بیشتر بھی بار بار ایسا ہی ہوچکا ہے خدا دونونکا انجام ایکسا کریگا کیونکہ
وہ دونون آپسمین اتفاق رکھتے ہین اسمضمون مین تمام مسلمانون کی سخت نالایقی ا ورنہ فقط یہی بلکہ سب مسلمان بادشاہون کی
سخت نالایقی اور سپر ہی وہنا نکر کے خدا اور رسول اور دین اسلام کی سخت مذمت مذکور ہے چنانچہ مسلمانونکی نالایقی
کے بابت یہ فقرہ پڑہنا چاہیے کہ جسجگہ مسلمان بطور رعیت کے رہتے ہین اونکو وفاداری کے ساتھہ اپنے بادشاہ کے
سایۂ عاطفت مین رعیت ہوکر رہنا بھی نہین آتا ہے الخ یعنے مسلمان اگر کہین حاکم ہین تو ظالم ہین اور اگر رعیت ہین
تو باغی ہین جناب خانصاحب بہادر کا مطلب یہ ہے کہ سب مسلمانون کو باغی مشہور کرکے فقط آپ ہی خیرخواہ گورنمنٹ
انگریزی ثابت ہون کیونکہ جبتک اورونکو باغی نہ ظاہر کرین خود کیونکر خیرخواہ ثابت ہون تاکہ سیکڑون روپیہ کی
تنخواہ جو گورنمنٹ سے وصول ہوتی ہے اوسمین کبھی حرج نہ آئے لیکن فی الحقیقت انکی خیرخواہی کا کچھ بھی اعتبار نہین
ہے اگر فقر و فاقہ مین مبتلا ہوکر یہ عماید ایسی خیرخواہی گورنمنٹ کی کرتے تب بکا احتمال جاتا رہتا مگر تعجب ہے کہ باوجود
اس لاثانی جوش خیرخواہی کے جناب خانصاحب یا پادری صاحب کسی پلٹن مین بھرتی ہوکر جنگ افغانستان مین کبھی نہین بھیجے
ہوئے یا تئین بنا رہے ہین اب مین کہتا ہون کہ ایسی نالایق تحریرین کو یہ چالاک لوگ جاکر در رعایا گورنمنٹ انگریزی کو جو
بدل کرتے ہین گورنمنٹ کیلئے تو انکی نیکخواہی ہے یا بدخواہی یہ سمجھتے ہین کہ حکام ملک انکی ایسی تحریرون سے

بہت خوش ہو جاتے ہونگے لیکن ایکا وہمہ وار انکا رہا ہان بعض کم حوصلہ انگریز شاید ایسی باتونسے خوش ہوتے ہونگے لیکن خوب یقین ہے کہ حکام بلند حوصلہ اور عالی ظرف ایسی فتنہ انگیز تحریرون سے جو انکی کروڑون رعایا کو اپنی فرمانروا سے غیر مانوس کرے ہرگز راضی نہ ہوتے ہونگے اب ایک بات اور غور کرنیکے قابل ہے کہ اگر جناب خان صاحب بہادر خود کو مسلمان جانتے ہیں تو ہمیں بھی وفاداری کے ساتھ اپنی بادشاہ کے سایۂ عاطفت میں رعیت ہو کر رہنا آتا ہے یا نہین اور اگر وہ اس الزام سے مستثنے ہین تو جناب خان صاحب بہادر خود اقرار کرتے ہیں ... کہ وہ مسلمان نہین ہین وہ مسلمان بادشاہونکی نالایقی کی بابت یہ فقرہ پڑھا جاتا ہے کہ جہان جہان مسلمان ہین وہان حکومت عمدہ طور سے مسلمان کرنا نہین جانتے الخ اگرچہ اقوام کوہستانی اہل نیپال و بھوٹان وغیرہ تک حکومت عمدہ طور سے کر رہی ہین کیونکہ تمام ملک آباد اور رعایا شاد نظر آتی ہے مگر مسلمان حکومت عمدہ طور سے کرنا نہین جانتے ناظرین اس صداقت کلام خان صاحب بہادر پر ذرا انصاف تو کرتے جائین اور حیدر آباد مین تو تمام نیچریہ فرقہ کے لوگ جمع ہو رہے ہین کیا وہان بھی مسلمان حکومت عمدہ طور سے کرنا نہین جانتے واقعی اہل حیدر آباد اسی ملامت کے لایق ہین اگر وہ آپ ہی کسی لایق ہوتے تو نیچریہ فرقہ کے لوگونکو کیون ہزارون روپیہ ماہوار دیکر اپنی انتظام ملک مین شریک کرتے غضب تو یہ ہے کہ باوجود اس ہزارون روپیہ ماہوار کے کہ سرکار حیدر آباد سے یہ اہلکار پاتے ہین بانی فرقہ نیچریہ کی طرف سے یہ خطاب ہے کہ جہان جہان اسلامی سلطنتین کسیقدر باقی ہین چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہی ہین اور جہان جہان مسلمان ہین وہان حکومت عمدہ طور سے کرنا نہین جانتے الخ - یہ خطاب سرکار حیدر آباد تک محدود نہین ہو جاتا ہے بلکہ سرکار رامپور وغیرہ بھی اس سے مستثنے نہین ہین پس باوجود اس سخت ملامت کے اگر اب بھی اہل حیدر آباد نیچریہ فرقہ کے لوگون کو اپنی ریاست مین رہنے دین تو فی الحقیقت انکی حق مین جناب خان صاحب بہادر کا یہ قول سچ ہو جائیگا کہ جہان جہان اب اسلامی سلطنتین کسیقدر باقی ہین چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہی ہین اور جہان جہان مسلمان ہین وہان حکومت عمدہ طور سے کرنا نہین جانتے ہین لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہ فقط سلاطین اسلام کیواسطے تجویز کیا گیا ہے بلکہ اون مسلمانون کی طرف بھی اسکا اشارہ ظاہر ہو گیا جو مسلمان کسی غیر ریاست مین وزارت و امارت وغیرہ سے ممتاز ہین کیونکہ جب مسلمان عمدہ طور سے حکومت کرنا نہین جانتے تو ہر جگہہ خواہ اسلام خواہ غیر اسلامی ریاست مین وہ اس الزام ظلم و ابتری انتظام سے بری نہین ہو سکتے ہین اور غیر اسلامی ریاست مین تو علاوہ ابتری انتظام کے مسلمانون پر یہہ دوسرا الزام بھی عاید کیا گیا ہے کہ اونکو وفاداری کے ساتھہ اپنے بادشاہ کے سایہ عاطفت مین رعیت ہو کے رہنا بھی نہین آتا ہے الخ یعنے ہمیشہ بغاوت پر بھی آمادہ رہتے ہین اب اس فقرہ کو پڑھکر غیر ریاست والے اپنی مسلمان رعایا و اہلکارون کو نکالدینا واجب جانینگے یا نہین - فقط ÷ ÷ ÷

(از مہر درخشان دہلی مطبوعہ یکم جون سنہ ۱۸۷۹ع)

تمت

تریاق حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ÷

تہذیب الاخلاق من ابتدای جمادی الاول لغایت ماہ رمضان سنہ ۱۲۹۶ ہجری صفحہ ۱۳۱ سے ۱۳۳ تک آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی کا ایک مضمون مندرج ہے جسکی سرخی یہ ہے کرامت اور معجزہ پس جو کچھ مین درج ذیل کرتا ہون یہ اوسی مضمون کا جواب ہے -

قولہ ہم اس امر کا ذکر نہین کرتے جسکا وقوع اتفاقیہ نیچر کے قواعد کے موافق کسی دوسرے امر کی مقارنت سے ہو جاتا ہے اور جسکو ہم کرامت اور معجزہ تصور کرتے ہین بلکہ اسکا ذکر کرنا چاہتی ہین جسکو لوگ کرامت اور معجزہ کہتے ہین الخ

ج مطلب یہ کہ آپ کی نظر مین کرامت و معجزہ ایک وقوع اتفاقیہ ہے جو کسی کی طرف منسوب نہین ہوتا اور جسکا سبب اور وسیلہ کوئی انسان نہین ہوتا ہے جیسے زلزلہ کا آنا اور طوفان یا اہل یورپ کی اقبالمندی وغیرہ مگر اور لوگ جسے معجزہ و کرامت کہتے ہین جو انبیاء علیہم السلام سے وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئی اوسی کا آپ ذکر کرنا چاہتی ہیں -

قولہ انسان کی دین اور دنیا اور تمدن و معاشرت بلکہ زندگی کیحالت کو کرامت اور معجزہ پر یقین یا اعتقاد رکھنے سے زیادہ خراب کرنیوالی کوئی چیز نہین ہے الخ **ج** معجزہ یا کرامت سے دین کا خراب ہو جانا یہ عجیب بات ہے حالانکہ محض ترقی دین کیواسطے معجزہ موجود دکھلائے جاتے ہین چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے سیکڑون معجزے اسیکام کیواسطے ظاہر ہوئی حضرت عیسے علیہ السلام نے اپنے بارہ حواریون کو جب دعوت اسلام کرنیکو بھیجا تو اونکی صداقت اور عظمت لوگون پر ظاہر ہونے کیلئے معجزہ کی قوت انہین عطا کی گئی تھی (اعمال ۱ باب ۸ لوقا ۲۲ باب ۴۸ و ۴۹ مرقس ۱۶ باب ۱۷) کیا انگلستان مین اعلی درجہ کی لیاقت رکھنے والی جنہین آپ بھی فرماتے ہین کہ اونکی کامون سے معجزہ و کرامت بھی متحیر ہے (دیکھو یہی تہذیب الاخلاق صفحہ ۱۳۳ سطر ۱۴) اپنے کمال یقین سے حضرت عیسے علیہ السلام اور حضرت حواریون کے معجزون کا اقرار نہین کرتے ہیں اور نہ فقط وہی لوگ بلکہ مسلمان بھی جو عیسائی عقاید سے سروکار نہین رکھتے کیا حضرت عیسے علیہ السلام کے معجزون کا کو یقینی تصور نہیں کرتے اور کیا حضرت موسے علیہ السلام کا فرعون کو غرق کرنا بھی اتفاق

تقویت ایمان کے واسطے نہ تہا جبکہ فرمایا کہ تم خدا کی قدرت دیکھو گے (خروج ۱۴ باب ۱۳) اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نار حجاز اور ترکوں کے ہاتھ سے اختتام سلطنت عباسیہ کی خبر دنیا جو دو ڈھائی سو برسوں کی بعد کتب احادیث میں لکھی گئی اور لکھے جانے کی چار سو برسوں کی بعد یہ واقعات ظاہر ہوئے مسلمانوں کا ایمان قوی کرنیکے واسطے نہ تہا یہ دین کا فائدہ تو معجزات کے وسیلے سے جہاں ظاہر ہے اور دنیا کے فائدہ کا یہ حال ہے کہ چالیس برسوں تک پچاس لاکھ اسرائیلیوں کا آسمانی خوراک سے پرورش کرنا کیا حضرت موسےٰ علیہ السلام کا معجزہ نہ تہا جس سے تمام جہان کے یہودی اور عیسائی اور مسلمان کبھی بہول کر بھی انکار نہیں کرتے ہیں اور سب الہامی کتابوں میں اسکا ذکر موجود ہے اب میں نے تو ثبوت معجزہ میں ایک جہان کو گواہ گزرانا مگر آپ اپنے دعوے نفی معجزہ میں اپنے ہی محلہ کا کوئی گواہ لا سکے اور جب نہو سکے تو سمجھ جائیے کہ یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ جسطرح آپ باوجود دعوی بانی مذہب ہونیکے کوئی معجزہ یا کرامت نہیں دکہا سکتے اسیطرح انبیاء علیہم السلام بھی معجزہ نہیں دکہا سکتے تہے استغفر اللہ جب قولی اور فعلی معجزات انبیاء علیہم السلام سے مخلوق کی دنیا و دین کے فوائد ثابت ہو گئے تو تمدن اور معاشرت اور زندگی کی حالت بھی اس سے بے علاقہ نہیں ہے۔

قولہ کرامت اور معجزہ پر اعتقاد رکھنے والا بعض ایسی انسانوں پر جو مثل دیگر انسانوں کی ہیں کراماتی ہونے کا یقین کرتا ہے اور اون کا بیجا خوف اوسکی طبیعت پر غالب ہوتا ہے اور اونکی بدی اور بداخلاقی کو نظر انداز کرتا ہے اور اونکی پُر فریب و مکر آمیز باتوں کی دہوکہ میں آتا ہے اور دین و دنیا سکو برباد کرتا ہے الخ **ج** کرامت اور معجزہ پر اعتقاد رکہنا اس پر منحصر نہیں ہے کہ ہر مکار اور مردم فریب انکو سچا کراماتی سمجھے جہوٹے کراماتیوں کے سبب سے سچے کراماتیوں پر یہ ظلم نکرنا چاہئے کہ اون سے بھی کوئی معجزہ یا کرامت ظہور میں نہ آیا تہا جہوٹے کراماتی تو تمہارے درمیان میں موجود ہیں اونہیں ہر طرح سے جانچ پڑتال کر سکتے ہو پھر اگر وہ سچے نہ نکلیں تو اونکا ادب کرنا کسی پر واجب نہیں کیا گیا ہے اور از روے تجربہ یہ ثابت ہے کہ دنیا میں جہوٹے کراماتی بہت ہوتے ہیں اور صادق کم مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ کرامت اور معجزہ کا وجود ہی نہیں ہے اگر اسکا وجود تک نہیں ہے تو یہ لفظ یعنے کرامت اور معجزہ کسکیواسطے موضوع ہوا کیونکہ دنیا میں جس شے کی اصل نہیں ہے اوسکے واسطے کوئی لغت بھی نہیں ہے افسوس اون مکاروں پر جو اپنے جہوٹے کرامتوں سے صادقوں کی کرامت سے بھی لوگوں کو بداعتقاد کرتے ہیں اگر وہ پیدا نہوتے تو اون کے حق میں بہتر تہا جیسا لکھا ہے کہ تمہارے سبب سے خدا کے نام کی تحقیر ہوتی ہے۔ الا انہم ہم المفسدون ولاکن لا یشعرون تاہم کسی ذی عقل کو نہ چاہئے کہ

ان مکاروں کے سبب انبیاء اور اولیاء کی بھی معجزوں اور کرامتوں کو بے اصل سمجھے اور یہ بھی عقل کے خلاف ہے کہ ہر مکار اور مردم فریب انسان کے قیاسات اور شعبدوں کو کرامت سمجھے سب سے مقدم خدا و رسول کے منکروں کو عاجز کرنیکے واسطے کرامت ظاہر کرنے کا عمدہ محل ہے اور اوسکے بعد کسی مخلوق کی حاجت روائی کیواسطے کرامت ظاہر کرنا لازم ہوتا ہے ان دو باتوں کے سوا جو اپنی عظمت ظاہر کرنے یا فضول کاموں میں کرامت دکہایا کرتے ہیں وہ صریح جہوٹے کراماتی ہیں جو اپنے وبال میں اپنے پیرؤں کو بھی مبتلا کرتے ہیں۔

قولہ ہٹ مذہب اسلام میں جو سب سے زیادہ خوبی ہے وہ یہی ہے کہ اوسنے اپنے سچائی کے ثبوت میں کسی معجزے یا کرامت کا حیلہ و بہانہ نہیں کیا گو کہ بعد اوسکے پیرؤں نے اپنی غلطی اور کم فہمی سے اوسکے ساتھ کرامت اور معجزہ کا ایسا لا انتہا سلسلہ باندہ دیا اور ایسی باتیں اوسکی نسبت بیان کیں جنکو خود مذہب اسلام نہ جانتا تہا الخ **ج** ہٹ مذہب اسلام میں جو سب سے زیادہ خوبی ہے وہ یہی ہے کہ اوسنے اپنی سچائی کے ثبوت میں نہایت کثرت کے ساتھ معجزوں کا دعوی کیا جبکہ فرمایا کہ انا البشر مثلکم یوحی الی (آخر کہف) اور مثل اسکے بیشمار آیتیں قرآن مجید میں ہیں جنمیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا ذکر ہے جیسے یہ کہ بیشک وحی کی گئی ہے تیری طرف (سورہ یونس وغیرہ) اور معجزہ شق القمر اور آیات مباہلہ اور وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال) اور جسجگہ قرآن یا انجیل میں معجزہ سے تامل کرنا مذکور ہے تو اس سے یہ اشارہ ہے کہ جب قرآن شریف خود معجزہ موجود ہے تو اسے منکر و ابہتین کوئی دوسرا معجزہ دیکھنا کیا ضرور ہے لیکن جب وہ اسپر قانع نہوئے تو معجزہ دکہانا ناگزیر ہوا کیونکہ وہ قرآن شریف کو الہامی نجانتے تہے لیکن جو شخص کہ قرآن شریف کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی سند جانتا ہو وہ کیونکر اوسکے معجزہ ہونے سے انکار کر سکتا ہے کیونکہ اگر قرآن شریف معجزہ نہیں ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی ثابت نہ ہوگی اور اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ہٹ مذہب اسلام سچا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ وما محمد الا رسول - اور لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق الخ اور یہ کہ محمد الرسول اللہ الخ (سورہ فتح) تو قرآن شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوا یا نہیں اور چونکہ ہٹ مذہب اسلام کو آپ بھی سچا بتاتے ہیں جسکی بنیاد قرآن شریف اور رسالت حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو اس ہٹ مذہب اسلام کی سچائی معجزے سے ثابت ہوئی یا نہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

درباب خلافت عباسیہ و نار حجاز جو پیشتر عرض کرچکا ہون علاوہ ان معجزون کے ہین -

قولہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خود اسلام کے پیروؤن مین بہت سے فرقے پیدا ہوئے اور سکی ابتدا یہی ہوئی کہ ایک شخص اُس فرقہ کا سرگروہ پیدا ہوا اور صاحب کرامت اور صاحب معجزہ ہونے کا دعوی کیا اور جو لوگ معجزہ اور کرامت پر اعتقاد رکھنے والے تھے وہ اوسکے معتقد اور پیرو ہوگئے اور ہیئت اسلام کو چھوڑ دیا اور اپنے دین و مذہب کو برباد کیا الخ ج اسکے بعد خانصاحب بہادر نے ابن مقنع اور قرامطہ کا اور فرقہ روشنیہ اور حسینیہ کا مختصر حال لکھا ہے مگر انکا اور انسے زیادہ اور گمراہ فرقون کا تحفہ اثنا عشریہ اور غنیۃ الطالبین وغیرہ کتابون مین مذکور ہے اور کسی مسلمان کو اونکی گمراہی مین کلام نہین ہے مگر اونکی دغابازی سے صادقون کی کرامت کا ابطال نہین ہو سکتا ہے دنیا مین نیک و بد سب طرح کے لوگ ہین پس بدون کی نظیر پیش کرکے نیکونکی تکذیب کرنا چاہئے روشنیہ اور حسینیہ فرقے پر کیا منحصر ہے کیا نیچریہ فرقہ بہی اس زمانہ مین موجود نہین ہے مگر اس سے اسلام پر کیا حرف آسکتا ہے -

قولہ اسی زمانہ مین ہماری سوسائٹی کا حال دیکہو کسقدر لوگ فقیرون اور مشائخون کے پیچھے کرامت کے اعتقاد کے سبب خراب ہین حماقت سے دعائین منگواتے پہرتے ہین مرے ہوئے بزرگون کی قبرون پر اونکے صاحب کرامت ہونیکی اعتقاد سے چلّے باندھتے ہین منتین مانتے ہین چلے رون کو لیجاتے ہین چوکہٹ پر ڈال دیتے ہین درخت سے باندہ دیتے ہین کیا کیا کچہ ذلت و خواری ہے جو نہین بہگتتے الخ ج اسکا جواب میرے پاس نہین ہے مگر اسیقدر کہ کسی بزرگ سے دعا منگوانا حماقت نہین ہے کیا آپ نے حکام رس ہوکر بہتون کی حاجت روائی نہین کی اسیطرح مقبولان بارگاہ الہی سے دعا منگوانا اپنی پست حالی کو ظاہر کرنا ہے -

قولہ شریفون کے بچون کے گلون مین جوانون کے بازؤن پر اسی اعتقاد کے سبب تعویذون کے ڈہیر دکہائی دیتے ہین امراض کیلیئے مرادین حاصل ہونیکے لئے عمل پڑہے جاتے ہین ہمارے شہر مین ایک بڑے خاندانی بزرگ تہے اپنی بواسیر کی بیماری پر اپنے پیر سے دم ڈلوانے جاتے تہے ہمارے ایک دوست ہین جو نماز کے بعد کچہ پڑہتے ہین اور اپنی پہونک اپنی ہی مٹہی مین بند کرلیتے ہین اور آگے پیچھے چھوڑ دیتے ہین - الخ -

قولہ اسی قماش کے وہ لوگ ہین جو سحر پر یقین رکہتے ہین صرف اتنا فرق جانتے ہین کہ عمل پاک اور سحر ناپاک ہے مگر دونون کا نتیجہ واحد ہے ہندوستانی عدالتون مین سحر کے مقدمات دائر ہوتے ہین

یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ فلان شخص مدعا علیہ نے سحر سے میرے بیٹے کو بیٹی بنا دیا ہے اچہے اچہے معتبر آدمی گواہی دیتے ہین کہ ہمنے اسے حاضر ہذا کو جو اب بیٹی ہے بیٹا دیکہا تہا الخ ج وہ صریح خبطی ہین جسطرح وہ معجزہ اور کرامت کے اعتقاد مین حد گزر گئے اسیطرح آپ معجزہ اور کرامت کے انکار مین حد سے گزر گئے وہ ہر شیطان کو ولی سمجہے اور آپ انبیاء علیہم السلام کو بہی صاحب معجزہ نہ سمجہے آپکا اور اونکا دونونکا حال یہود و نصاری سے مشابہ ہے کہ وہ حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا سمجہے اور یہ حضرت عیسے علیہ السلام کو پیغمبر بہی نہ سمجہے پس خوشا حال اون لوگونکا جو ہر حال مین افراط و تفریط سے بچے ہوئے ہین -

قولہ تمام جاہل و وحشی نا تربیت یافتہ ملک و قوم مین معجزے و کرامات کے خیال ہوتے ہین الخ ج مگر اس قاعدہ کے بموجب سب سے زیادہ جاہل اور وحشی اور نا تربیت یافتہ انگلستان کے لوگ ہین جو شروع اسلام کے پیشتر سے اب تک سب انبیاء سلف اور حضرات حواریون تک کے معجزون کا یقین رکہتے ہین اور بڑے شد و مد سے یہ دعوے کرتے ہین کہ بانی اسلام سے اگر کسی معجزہ کا ہونا ثابت ہوتا تو او نہین بہی ہم پیغمبر برحق تسلیم کرتے سیکڑون کتابین اسی بیان مین علماء نصاری کی تصنیف موجود اور مشتہر ہین -

قولہ فرنگستان بہی جبتک جہالت کی تاریکی مین ڈوبا ہوا تہا اوسوقت وہان بہی ہزارون آدمی صاحب کرامات و صاحب معجزات ہوتے تہے مگر اب اُنکا نام و نشان بہی نہین پایا جاتا بلکہ اب ہزارون آدمی ایسے پیدا ہوگئے جنکے کامون سے معجزہ و کرامت بہی متحیر ہے الخ ج اہل فرنگستان اگرچہ اپنی قوم کی جہوٹی کراماتون کو نہین مانتے ہین مگر اس سے مطلق معجزہ و کرامت کا ابطال کیونکر ہوا کیونکہ انمین جو سب سے بڑی ذی علم تو اب تک بہی سب انبیاء علیہم السلام کے معجزون کو مانتے ہین اصل حال یہ ہے کہ وحی والہام کی قلت کے سبب انبیاء علیہم السلام کو معجزہ دکہانے کی زیادہ ضرورت ہوتی تہی مگر اب وحی والہام کی کثرت ہوگئی ہے اور معجزے اور کرامت کی اوسقدر ضرورت نہین ہی لیکن مقاصد وحی کو تقویت دینے کی غرض سے اگر اب بہی کوئی ولی اللہ کرامت دکہائے تو نا جائز نہین ہے کیونکہ خدا کی دی ہوئی قوت کو خدا کے کام یعنے دین کے ترقی کیواسطے صرف کرنا سب سے زیادہ مقدم ہے اور یہ کہ اب اون مین یعنے اہل فرنگستان مین ہزارون آدمی ایسے پیدا ہوگئے جنکی کامون سے معجزہ و کرامت بہی متحیر ہے انتہے - مجہے اہل فرنگستان کے ایسے کامونکی اب تک اطلاع نہین ہے اگر خانصاحب بہادر اوسکی کوئی فہرست لکہتے تو اوسپر غور کیا جاتا -

قوله قرآن مجید مین بہت سے معجزون کا ذکر ہے مگر وہ کیا ہین انسان کا پیدا کرنا مینہہ کا برسانا نج ج یہ باتین معجزات مین داخل ہنین ہین معجزہ اوسے کہتے ہین جو مخلوق کی ذریعہ سے ظاہر ہو اور قرآن شریف مین ان باتون کے سوا اون معجزون کا بہی ذکر موجود ہے جو پیشتر مین لکہہ چکا ہون جیسے شق القمر وغیرہ اور یہ کہ رسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ الخ (آل عمران ع ۵) کیا یہ سب بہی قرآن شریف مین ہی ہنین ہین پہر اونسے خانصاحب بہادر نے کیون چشم پوشی کی اور نومن ببعض ونکفر ببعض کے زمرہ مین شامل ہوئے نعوذ باللہ جو ساری شریعت کو مانتا اور ایک بات کو ٹالتا ہے تو وہ ساری باتون کا گنہگار ہوا (یعقوب ۲ باب ۱۰ فقط

الحمد للہ کہ یہ حصہ دویم تریاق درجواب تہذیب الاخلاق از
تصنیفات جناب امام فن مناظرہ اہلکتاب سید
ناصر الدین محمد ابو المنصور کتاب تنقیح البیان
کیواسطے ۲۸ شئہ ۱ء مین المطبع
نصرۃ المطابع دہلی دوسری بار
چہاپا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لیس البران تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الآخر والملٰئکۃ والکتاب والنبین ترجمہ نیکی یہہ ہی نہین ہی کہ منہہ کرو اپنی مشرق کیطرف یا مغرب کیطرف لیکن نیکی وہ ہی جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچہلے دن پر اور فرشتون پر اور کتاب اور نبیون پر مطلب یہہ کہ یہی کافی نہین ہے کہ پورب کیطرف منہہ کرکے نماز پڑہ لی جیسے کہ اہل مغرب جنکا قبلہ مشرق کیطرف ہے یا پچہم کیطرف منہہ کرکے نماز پڑہ لے جیسے کہ اہل مشرق جنکا قبلہ مغرب کیطرف ہے بلکہ نیکی یہہ ہے کہ جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت پر اور فرشتون پر اور کتابون پر اور نبیون پر یعنے ایمان کے لئے استنے باتون پر یقین کرنا ضرور ہے لیکن نیچری تفسیر مین جسکا نام تفسیر القرآن ہے اسی آیت کی تفسیر مین لکہا ہے کہ کعبہ کیطرف منہ کرنا خوف واندیشہ سے خالی نہین انتہے اب قطع نظر اسکے کہ اس آیت مین توجہ سمت قبلہ کا مطلق ذکر نہین محض اسلام والایمان کی تکمیل کا طریق بتایا گیا ہے مفسر تفسیر نیچری کی نفرت ارکان اسلام سے ظاہر ہوتی ہے کہ کعبہ کیطرف رخ کرنا تک اونہین گوارا نہین ہے اب اسکے بعد جو صفات ایمان اس آیت مین بتائے گئے ہین یعنے من امن باللہ والیوم الآخر والملٰئکۃ والکتاب والنبین تیس انہین سے پہلے بات یعنے من امن باللہ کی بابت نیچری عقیدہ یہہ ہے کہ خدا کی ذات محض ایک خیالی شے ہے چنانچہ تفسیر القرآن مطبوعہ سنہ ۱۲۹۷ ہجری وسنہ ۱۸۸۰ء صفحہ ۲۹ مین پیغمبر پر نزول وحی کی کیفیت وہ اسطرح لکہتے ہین کہ خود اونہیکے دل سے فوارہ کی مانند وحی اوٹہتی ہے اور خود اوسی پر نازل ہوتی ہے اوسیکا عکس اوسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اوسکو کوئی نہین بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود کہتا ہے وما ینطق عن الہوے ان ہو الا وحی یوحے انتہے

پہر اوسی صفحہ مین وہ لکہتے ہین کہ ہزارون شخص ہین جنہون نے مجنونون کے حالت دیکہی ہوگی وہ بغیر بولنے والیکے اپنی کانون سے آوازین سنتے ہین تنہا ہوتے ہین مگر اپنی آنکہون سے اپنے پاس کسیکو کہڑا ہوا باتین کرتا ہوا دیکہتے ہین وہ سب اونہین کے خیالات ہین جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اوسمین مستغرق ہین اور باتین سنتے ہین اور باتین کرتے ہین — ان دونون مین اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچہلا

پیغمبر الخ — مطلب یہہ کہ مجنون اور پیغمبر مین فقط نام کا فرق ہے اور حالت دونون کی ایکہی ہے جس سے ثابت ہوا کہ کوئی خدا وحی بھیجنے والا نہین ہے پیغمبرون نے اپنے دل سے یہہ باتین بنائی ہین چونکہ خدا پرست فرقون مین خدا کی ذات کا اقرار محض پیغمبرونکی تعلیمات سے ہے اور جبکہ اونکی تعلیمات بلکہ اونکی پیغمبری بہی جو بوسیلہ وحی ربانی قرار پائی ہے محض اونہین کی بنائی ہوئی باتین ہین تو خدا کی ذات محض ایک خیالی شی اور رسالت کا دعوی کرنیوالون کی صریح بناوٹ قرار پائی۔

اب یوم الاخر کے بابت نیچری عقیدہ یہہ ہے کہ بہشت اور دوزخ کا ذکر پیغمبرون نے لوگونکو اپنا عقیدتمند بنانیکی لئے کیا ورنہ کوئی دوزخ یا بہشت کہین موجود نہین ہے اور نہ ہوگی اور جبکہ خدا کی ذات خود موجود نہین ہے اور نہ اسکا کچہہ ثبوت ہے تو آخرۃ اور اوسکے چیزونکا کیا اعتبار ہے چنانچہ صفحہ ۴۰ تفسیر القرآن مین وہ لکہتے ہین کہ کوڑ مغز ملّا یا شہوت پرست زاہد یہہ سمجہتا ہے کہ درحقیقت بہشت مین نہایت خوبصورت ان گنت حورین ملینگی شرابین پئینگی میوی کہاینگی الخ یعنے بہشت کی خوبیونکا یقین کرنیوالی کوڑ مغز ملّا یا شہوت پرست زاہد ہوتے ہین۔

اور والملئکہ کی بابت نیچری عقیدہ یہہ ہے تفسیر القرآن کے صفحہ ۱۵۳ مین لکہا ہے کہ فرشتون کی دشمنی بیان کرنیکی بعد جبرئیل اور میکائیل کا بالتخصیص نام لینا گویا یہود کے خیالات کا اعادہ ہے اور وہ نام مقصود بالذات نہین ہین کیونکہ اگر یہودیونکا یہہ خیال نہوتا تو غالبًا وہ نام نہ لئے جاتے پس دونون کے نام قرآن مجید مین آنیسے یہہ بات ثابت نہین ہوتی کہ درحقیقت اس نام کے دو فرشتے معہ تشخصہما علیحدہ علیحدہ ایسیہی مخلوق ہین جیسے کہ زید و عمر والخ اور تفسیر القرآن کے صفحہ ۱۴۰ مین لکہا ہے کہ جبرئیل اور میکائیل یہودیون نے فرشتون کے لئے نام مقرر کئی تہے اور اونکی ہان سات فرشتے نہایت مشہور فرشتے ہین مگر اسکا ثبوت نہین ہے کہ کسی نبی نے اونکو بتایا تہا کہ یہہ فرشتون کے نام ہین بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحف انبیا مین کوئی صفت صفات باری مین سے کسی خاص لفظ کے ساتہہ تعبیر کی گئی تہی اور پہر رفتہ رفتہ وہ لفظ فرشتہ کا نام متصور ہونے لگا قرآن مجید مین اونکا استعمال اوسی طرح پر ہوا ہے جسطرح کہ یہودی خیال کرتے تہے مگر ہمارے ان اگلے علمارنے بہی یہودیون کی تقلید سے اونکو فرشتون کے نام قرار دئی ہین الخ

والکتاب اسکے بابت نیچریونکا یہہ عقیدہ ہے تفسیر القرآن کے صفحہ ۲۶۲ مین آپ فرماتے ہین کہ موسی نے تو یہہ حکم دیا ہے کہ جب کوئی طلاق دینی چاہے تو طلاق نامہ لکہدے۔ بلاشبہہ یہہ شریعت ایک ناپسندیدہ شریعت ہے الخ واضح ہو کہ یہہ حکم طلاق توریت مین مندرج ہے جسکے بموجب حضرت موسیؑ نے حکم طلاق اپنی امت کو سنایا تہا اور توریت کے معنے شریعت پس اس کتاب الہی کے بابت نیچری پیغمبر کا یہہ خطاب ہے کہ بلاشبہہ یہہ شریعت ایک ناپسندیدہ شریعت ہے اور چونکہ سب الہامی کتابون مین توریت کو یہہ خاص امتیاز ہے کہ خدا نے اسے اپنی دست قدرت سے لکہہ دیا تہا جو لوحون پر تہا تفسیر القرآن کے صفحہ ۳۳ مین ان لوحون کی بابت لکہا ہے کہ حضرت موسے نے پہاڑ مین بیٹہہ کر پتہر کی تختیون پر کہود لیا تہا الخ یعنے یہہ حضرت موسیؑ کی جعلسازی ظاہر کی گئی

پہر تفسیر القرآن کے صفحہ ۲۳۰ مین لکہا ہے کہ جب انسان کے دلمین یہہ خیال پیدا ہوا کہ دیوتا یا خدا انسان کی جسمانی تکلیف سے راضی ہوتا ہے تو اوسوقت روزہ نے مذہبی امر ہونیکا درجہ پایا ہوگا۔ عرب کے لوگ یہودیون اور عیسائیون کو دیکہتے تہے کہ خدا کی خوش کرنیکے خیال سے اور اپنے پیغمبر کی پیروی کی نظر سے روزہ رکہتے ہین آنحضرت صلعم بہی اوس رسم کو جاری رکہنے کی ایک عمدہ اور آسان اور غیر مخالف فطرت انسانی کے طریقہ مین اجازت دی الخ مطلب یہہ کہ روزہ داری فعل بت پرستونکا ہے جو کہ دیوتاؤن کو راضی رکہنے کیواسطے وہ کرتے تہے۔ یہودیون اور عیسائیون نے بہی اسیطرح خدا کو خوش کرنے کیواسطے اور اپنی پیغمبر کی پیروی مین روزہ داری کے جب عرب کے لوگون نے کہ مہاجر و انصار انسے مراد ہین یہود و نصارے کو روزہ رکہتے دیکہا اسطرح پر کہ وہ خدا کو خوش کرنے کے خیال سے اور اپنے پیغمبر کی پیروی مین روزہ رکہتے ہین اور چونکہ آنحضرت صلعم کو بہی دعوی پیغمبری کا تہا پس خدا کی ذات کا یقین دلانے کیلئے جسکا نام حضرت نے اپنے پیرو ونکو بتایا تہا اور اپنی پیغمبری کا معتقد بنانیکے لئے اپنی امت کو بہی روزہ رکہنے کا مصلحتًا حکم دیا تاکہ حضرت صلعم کو بہی لوگ حضرت موسیٰؑ کیطرح پیغمبر جانین کیونکہ انبیاء سلف کی رسم کو جاری رکہنا اپنی پیغمبری ثابت کرنیکے لئے عمدہ تدبیر تہی اور چونکہ خدا کو خوش کرنیکے لئے اگلی امتین روزہ رکہتی تہین پس مسلمان بہی جب خدا کو خوش کرنیکی غرض سے روزہ رکہینگے تو ذات الہی کے

ہونیکا یقین آپہی اونکی دلین پیدا ہوگا کیونکہ اگر خدا کی ہونیکا امت کو یقین نہو تو وحی والہام اور پیغمبری اور رسالت سب باطل ہو جای اسلئے مصلحتاً یہہ سب کچہہ کیا گیا اور درحقیقت نہ خدا ہی اور نہ قرآن اور اوسکے احکام جیسے کہ یا ایہا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم وغیرہ یہہ سب النانکی بنای ہوئی باتین ہین جوکہ حسب مصلحت وقت لوگونکو سکہلا گئین وانبین حضرت انبیاء علیہم السلام کی بابت نیچریون کا یہہ عقیدہ ہی کہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدای ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ کی صفحہ ۷۵ مین لکہا ہی کہ بس یہہ خیال کرنا کہ صرف دنیا کی ایک ذرا سی ٹکڑے مین جو دنیا کی ساتہہ ایسی نسبت رکہتا ہی جیسے عدد کی ساتہہ صفر پیغمبر آئی تہی اور صرف فلسطین اور جزیرہ عرب ہی کو اونہون نی خدای روشنی سی منور کیا تہا اور خدا نی صرف ایک مٹہی بہر آدمیون بنی اسرائیل کو اور چند عرب کی قومونکو جنمین نبی آئی بہشت مین جانیکی لئی بنایا تہا اور باقی تمام دنیا کو دوزخ مین جانیکی لئی ایک ایسا بیہودہ خیال ہی جسکو نیچر اور بانی اسلام خدا اور قرآن سب غلط اور جہوٹہا بتاتی ہین الخ اسکے بعد سید محمد خان صاحب اپنی پیغمبری پر لوگونکو ایمان لانیکی اسطرح ترغیب فرماتی ہین کہ پس جو لوگ پیغمبرونکی راہ پر ہین وہ ضرور نجات پاینگی خواہ وہ پیغمبر چین کا ہو یا چین کا عرب کا ہو یا فلسطین کا ہندوستان کا ہو یا فارستان کا الخ اور اوسی تہذیب الاخلاق کی صفحہ ۲۴ سطر ۱۱ مین محققین مذہب اسلام کو ملامت کی گئی ہی کہ اونکی ذہن مین یہہ بات ہی نہی کہ جو سچی باتین حضرت عیسیٰ اور موسیٰ کو نہین سوجہین اور بدہ اور زرتشت کو سوجہین تو اونکا ماننا ہی ہمپر فرض ہی انتہی پہر اوسی تہذیب الاخلاق کی صفحہ ۵۴ سطر ۶ و ۷ مین لکہا ہی کہ ایک نوع اون مذہبون کے ہے جنکی بنیاد کتب سماوی پر ہے اور وہ اہل کتاب کہلاتے ہین دوسرے نوع اون مذہبون کی جنکے پاس کوئی الہامی کتاب نہین ہم نوع اول کی تعظیم وتکریم کرتے ہین گو اونکی کتابون مین کیسی ہی جہوٹہی مسائل ہون انتہی نعوذ باللہ پیغمبرون کی تعلیمات اور الہامی کتابون مین جہوٹہے مسائل ثابت کئی جاتے ہین اور اسی تہذیب الاخلاق کے پچاسوین صفحہ سطر ۲۶ مین لکہاہے کہ معجزات حقیقت مین ایک بہان متی کا سوانگ تہا انتہی۔

یہہ انبیاء علیہم السلام کے معجزون کی فضیحتی ہے نعوذ باللہ۔

تمت

در نصرت المطابع دہلی طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبین اسکے تفسیر مین بانی فرقہ نیچر نے لکہاہے کہ اختیار کرنا سمت قبلہ کا گو وہ کیسی ہی خدا پرستی پر مبنی ہو خوف واندیشہ سی خالی نہین ہوتا الخ یعنے اسمین ایمان جاتا رہتاہے یا یہہ کہ ایمان جاتے رہنے کا خطرہ اسمین ہے حالانکہ نہایت عام شناخت مسلمانکی یہہ ہے کہ کہاے ہمارا ذبیحہ اور نماز پڑہے ہمارے قبلہ کیطرف اور جسمین اتنی ہی علامت اسلام کی نہو اوسے مسلمان سمجہنے کی پہر کوئی وجہہ نہین ہے کیونکہ جبکہ قبلہ کیطرف رخ کرنا تک گوارا نہو وہ خدا کی اور احکام کو کب خیال مین لاتا ہوگا یا یہہ کہ جو شخص خدا کے گہر کیطرف رخ کرنا تک گوارا نکرے وہ پیغمبر کے امتیو نمین سے ہونا کب گوارا کر سکتاہے یعنے جو خدا کا فرمان بردار نہو وہ پیغمبر کا فرمانبردار کب ہوگا یہی وجہہ ہے جو بانی فرقہ نیچریہ نے کہا کہ عرب کے پیغمبر پر ایمان لانا تمام جہان کے لوگون کیواسطے کافی نہین ہے ہندوستانکے پیغمبر پر بہی ایمان لانا چاہئی جیسا کہ مین ہفتہ گذشتہ مین تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدائی ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۶ ہجری کے اوس مضمونکی آخر عبارت کو بیان کرچکا ہون جو صفحہ ۵۳ سے ۵۹ تک ہے اور اسیوجہہ سے اوس مضمون تہذیب الاخلاق کے آخر مین یہہ بہی اونہون نے لکہدیا تہا کہ اگر زمانہ مہلت دیتا تو حجر اسود اور کعبہ نابود کر دیا جاتا پس جب کعبہ ہی کا باقی رکہنا بت پرستی ہے تو کعبہ کیطرف نماز کرنا وہ کب جایز رکہہ سکتے ہتے اور یہہ بات بانی نیچر کو ضرور ہی تہی کہ کعبہ کیطرف سے اپنے منہہ کو پہیرے کیونکہ باوجود دعوے پیغمبری اگر وہ کعبہ کیطرف منہہ کرتے تو امت محمدیہ مین اونکا شمار ہونا ناگزیر ہوتا اور یہہ بات ایسی اولوالعزم شخص سی جو آپکو سب پیغمبرون سے افضل جانتا ہو کب ہو سکتی ہے کہ کسی پیغمبر کا امتی بنے اور اوسی تہذیب الاخلاق اور تفسیر القرآن مین سب پیغمبرونکو بت پرست بزعم خود ثابت کر کے اپنی پیغمبری کا دعوی کرنا صریح دلیل افضلیت ہے (تنقیح البیان صفحہ ۱۵۷) پس جبکہ ظاہر تر علامت اسلام کی یہی ہے کہ کعبہ کیطرف نماز مین رخ کیا جائے تو جو شخص آپہی پیغمبر ہونیکا بلکہ سب پیغمبرونسے افضل ہونیکا دعوی رکہتا ہو وہ دوسرے پیغمبر کا امتی کب بن سکتاہے مسیلمہ کذاب نے بہی جب پیغمبری کا دعوی کیا تو اپنی امت کو یہی تعلیم دی

کہ مخصوص کعبہ کیطرف منہہ کرنا بیجا ہے بلکہ جسطرف منہہ کرو ادہر خدا ہے چنانچہ شریعت سیلہ مین
مخصوص کعبہ کیطرف رخ کرنا شرک اور کفر ہے (تنقیح البیان صفحہ ۱۷۴) اور ایک شخص
نے جسکا نام روشن بایزید تہا جب دعوی پیغمبر بیکا کیا تو اپنے پیرونکو تاکید کی کہ ریاضت بہت
کرو اور مخصوص کعبہ کیطرف نماز مین منہہ کرنا ضرور نہین ہے کیونکہ سب طرف خدا ہے (تنقیح
البیان صفحہ ۱۶۴) یہی عقیدہ نیچریونکا ہے ہے کہ اپنے واسطے وہ مخصوص کعبہ کیطرف ہمیشہ منہہ
کرنا ضرور نہین جانتے جیسے کعبہ کیطرف منہہ کرنا ویسا ہی کعبہ کیطرف پشت کرنا سب اونکی
نظر مین برابر ہے مثلاً جب مسجد مین سبکے ساتہہ نماز مین ہون تو کعبہ کیطرف نماز پڑہ لیتے
ہین اور جب گہر مین یا اپنے ہم مذہبونکی جماعت مین ہون تو کعبہ کیطرف پشت کرکے
نماز پڑہنا افضل سمجھتے ہین کیونکہ تفسیر القران کے صفحہ ۱۰۶ امین پیغمبر نیچر نے صاف لکہا ہے
کہ یہہ سمجہنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانی اسلام کے
ہدایت کے خلاف الخ یہانتک تو تعین سمت قبلہ کا بیان تہا اب اسکے بعد دوسرے جملے
پر اس آیت کے غور کرنا چاہئے ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکة والکتاب
والنبین یعنے جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت پر اور فرشتونپر اور کتابون پر اور نبیونپر یہہ پانچون
صفتین بہی نیچری شریعت مین بالکل منسوخ ہین جیسا کہ ہفتہ گذشتہ مین بیان کرچکا ہون
گویا پنج عیب شرعی اس فرقہ مین کامل طور پر ہین کیونکہ جب اللہ کو ایک خیالی شی (تنقیح
البیان آخر صفحہ ۲۳) اور دوزخ اور بہشت کو بے اصل محض اور خدا کے فرشتون کو
ایک فرضی نام اور سب پیغمبرونکو بت پرست قرار دیا تو اس سے زیادہ اب اور کیا علامت
کفر کی ہوگی تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدای ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان
۱۲۹۶ ہجری صفحہ ۵۵ مین لکہا ہے کہ یہہ بہی انسان کا ایک طبعی امر ہے کہ صرف خیالی
چیز سے نہ اوسکو محبت ہوتی ہے نہ اوسکی طرف توجہ ہوتی ہے نہ دل رجوع ہوتا ہے گو کہ کچہہ
دیر آنکہہ بند کرکے اوس خیالی شئے کا تصور باندہے مگر جب آنکہہ کہلی تو معلوم ہوا کہ کچہہ تہا پوری
توجہہ جب ہی ہوتی ہے جبکہ اوس خیالی شی کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اوسکے سامنے موجود
ہو اور وہ اوسکو آنکہہ سے دیکہہ سکتا ہو ہات سے چہو سکتا ہو یہہ امر درحقیقت بت پرستی
کی جڑ ہے ــ مگر یہہ خیال انسان کے لئے ایسا امر طبعی ہے کہ وہ لوگ بہی جو اوس لامعلوم
اور بیچون وبیچگون قوت کے پوجنے والے تہے جنہون نے اوسکو علة العلل جمیع کائنات

کا خیال کرکے پوجنا شروع کیا تہا اور جسکا نام یہوواہ اور اللہ رکہا تہا وہ بہی کسی مادی شی کے
نشان قایم کرنیسے بچ نہ سکے نہ حضرت ابراہیم اوس سے بچے جنکا نصب کیا ہوا پتہر ابتک
مسلمانونکے مذہب مین یمین الرحمن کہلاتا ہے اور نہ حضرت اسحاق ویعقوب بچے جو بن گہڑا
پتہر کہڑا کرکے اوسپر تیل ڈالتے تہے نہ حضرت موسیٰ اور داؤد اور سلیمان بچ سکے جنہون
نے بارہ پتہر بارہ قومون کے کہڑے کرکے خدا کی عبادت کیلئے اونپر تیل ڈالا اور
خیمہ عبادت اور تابوت سکینہ اور بیت المقدس بنایا آنحضرت صلعم نے بہی اگرچہ کہول کہول
کر بتا دیا کہ یہہ جو کچہہ ہے اوسی بی نشان کا نشان ہی مگر کوئی خاص سمت اور خاص گہر اوس
بے نشان کیلئے نہین ہے تاہم اوس رسم کو موقوف نہین کیا جسکے سبب ہم مسلمانون مین
بیت الحرام قایم ہے الخ یعنے آنحضرت صلعم خود بہی اوسی بت پرستی مین مبتلا رہے اور
آجتک سب مسلمانون کو بہی اوسی بت پرستی مین مبتلا رکہا کیونکہ اوس رسم کو موقوف
نہین کیا جسکے سبب ہم مسلمانونمین بیت الحرام قایم ہے
پہر صفحہ ۵۶ مین لکہا ہے کہ بت پرست اپنی مورتون کو خدا کی نشانی نہین کہتے بلکہ دیوتاؤن
اور دیبیون کی نشانیان بتاتے ہین اور غیر خدا کے پرستش کرتے ہین اور اسیلئے بت پرست
کہلاتے ہین اور انبیا کی پیرو خدا پرست اور (تعجب کہ) کالا پتہر یا سیاہ لباس کا گہر
اونکی خدا پرستی مین کچہہ نقص نہین لاتا اگر زمانہ مہلت دیتا تو شاید یہہ بہی نرہتا کیونکہ
جو اصول قرار دئے تہے وہ لاتعین کیطرف راجع تہے الخ مطلب یہہ کہ آنحضرت صلعم کو
زمانہ نے مہلت ندی یعنے زندگی نے وفا نہ کی اسلئے کالا پتہر یعنے حجر اسود اور
کعبہ ڈہایا نگیا اور وہ خود بہی اسی بت پرستی مین مبتلا رہے کیونکہ جو اصول اونہون نے قرار دئے
تہے وہ لاتعین کیطرف راجع تہی مگر حجر اسود اور کعبہ باقی رہنے سے اون اصول خدا پرستی
پر پورا عمل درآمد ہنوسکا اور مسلمانونمین بت پرستی قایم رہی اور نہ فقط اسیقدر بلکہ انبیا علیہم
السلام کی بت پرستی مورت پوجنے والون سے بہی بدتر ظاہر ہوی کیونکہ بت پرست اپنی مورتونکو
دیوتاؤن اور دیبیون کی نشانی بتاتے ہین نہ یہہ کہ خدا کی اسوجہہ سے یہہ بی ادبی اونکی خدا کی ذات
کیساتہہ نہین ہے مگر انبیا علیہم السلام کی بت پرستی خدا کی ذات کیساتہہ ہے کیونکہ وہ دیوتاؤن
کیطرف اوسی منسوب نہین کرتے ہین پس انبیا علیہم السلام کی بت پرستی مورت پوجنی والون سے
بڑہ کر قابل الزام ثابت ہوی نعوذ باللہ اور صریح ظاہر ہوگیا کہ دین اسلام سے بدتر تمام دنیا مین کوئی

مذہب نہین ہے کہ اوس مذہب کے پیشوا اور بانی یعنے حضرات انبیا علیہم السلام حبت پرستون
سے بدتر ظاہر کیے گئے تو تمام مسلمانون کی بت پرست ہوئیمین اب کیا کلام باقی رہا قاتلہم اللہ انی یوفکون
اسیوجہہ سے تمام علماء اسلام نے کہ علماء دہلی بہی انہین مین شامل ہین بالاتفاق سید احمد خانصاحب
بانی فرقہ نیچر کے کفر پر فتوی لکہا ہے چنانچہ اون سب فتاوای تکفیر سید احمد خانصاحب کو جمع
کرکے ایک رسالہ ۸۸ صفحونکا تیار کیا گیا اور ۱۲۹۰ھ ہجری مین چہاپا گیا اور مشتہر ہوا امداد الآفاق
اوسیکا نام ہے لیکن مین اونہین کافر نہین کہتا ہون اسوجہہ سے کہ اونکا رتبہ خدا اور رسول
کی دشمنی مین کفر سے بہی ترقی کیے ہوئی ہے کیونکہ جب کسی ایک پیغمبر سے بہی انکار کرنیوالا بالاتفاق
کافر ہوتا ہے تو سارے انبیاء علیہم السلام سے انکار کرنیوالا اور اونہین بت پرست ٹہرانیوالا اکفر
کیون نہوگا اور جبکہ باوجود انکار رسالت وہ آپہی پیغمبری کا دعوی رکہتا ہو اور یہہ وجہہ قایم کرکے
کہ سب انبیاء علیہم السلام مین صریح بت پرستی تہی مگر مین اس لوث سے مطلق پاک اور منزہ ہون
سب پیغمبرون سے اپنا افضل ہونا ثابت کرتا ہو تو کافر اور اکفر کے رتبے سے بہی ترقی کرکے
وہ دجال کا ہمسر کیون نہ سمجہا جائیگا یہہ فقط مین نہین کہتا ہون بلکہ مولوی محمد یعقوب صاحب
مدرس مدرسہ دیوبند کا مکاشفہ مشہور ہے چنانچہ وہ فرماتی ہین کہ ایکدن ایسی حالتمین جبکہ نہ
خواب تہا اور نہ بیداری ایک رویا دیکہا اور ایک آواز غیب سے آئی اور اونہین آگاہ کیا
کہ سید احمد خان دجال ہے اور نواب محمد صدیق حسنخانصاحب کی کتاب اثار القیامہ مین جو ۱۲۹۱ھ
مین چہاپی گئی صفحہ ۲۳۹ مین لکہا ہے کہ منجملہ تیس نفر دجالون کے جنکا حدیث نبوی صلعم مین
ذکر ہے سید احمد خانصاحب بہی ایک دجال ہین اور اوس کتاب مین ستائیسوان دجال
سید احمد خانصاحب کو لکہا ہے پس شریعت کے روسے جبکہ ہر دعوی کی تصدیق دو باتین
گواہون سے ہوتی ہے تو ان دونون اکابر اسلام کو ایک دجال کی حمایت مین جہٹلانا
عقل اور ایمان سے بعید ہے بیشک وہی سچ ہے جو اونہون نے لکہا ہے کہ سید احمد خان
دجال ہے پہر کیا ان دونون نے صلاح کرکے یہہ تجویز کی تہی کہ سید احمد خانصاحبکو دجال
مشہور کرین یہہ کیطرح ممکن نہین ہے کیونکہ تقلید اور غیر تقلید کی خصومت ہندوستان مین
ترقی کی ہوئے ہے مولوی محمد یعقوب صاحب کو جسطرح تقلید کی حمایت مین سرگرمی ہے اسیطرح
نواب محمد صدیق حسنخانصاحب کو غیر مقلدی مین غلو اور تشدد ہے اور فی الحقیقت ان
دونون مین ہمیشہ سے کسیطرح کا رسم و راہ بہی نہین ہے باوجود اسکے محض تقدیر الہی مقتضی

اسکی ہوئی کہ ان دونون صاحبونکو سید احمد خانصاحب کو دجال مشتہر کرنیسے چارہ نہوا
یہہ بات نہایت غور کرنے اور عبرت حاصل کرنیکی قابل ہے لیکن نہ فقط اسیقدر بلکہ بانی نیچر
کی تصنیفات خصوصاً تہذیب الاخلاق اور تفسیر القران بہی ظاہر کرتے ہین کہ یہہ جرأت
دین کے خراب کرنیمین دجال کے سوا دوسرا نہین کر سکتا ہے پس ایسے شخص کے پیرون یا
اوسکے تعریف کرنیوالونکو اکفر یا کم سے کم کافر کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہین اور جو کوئی انسی دوستی
کرے یا انکی جماعت مین شامل ہوگیا وہ دجالے گروہ مین شامل ہوگا ومن یتولہم منکم فانہ منہم حاصل
یہہ ہوئی کہ مسلمان مشہور رہکر یہہ کفر پہیلایا گیا اور قرآن کی تفسیر کی بہانہ یہہ جال بچہایا گیا جسکی
سبب بعضی مسلمان دہوکا کہاکر اونکے پیرو ہوگئے ہان دہلی مین بہی نیچری عقیدے کے لوگ
موجود ہین اگر یہہ قرآن کو درمیان مین نہ لاتے اور آپ مسلمان نہ مشہور رہتے تو انکی
تعلیمات کا اسقدر اثر لوگونکے دلون پر نہوتا مسلمانون کے بہتر فرقون مین سے باوجود طرح
طرح کی گمراہیونکی کسیکو ایسی جرأت نہوئی تہی کہ قرآن کے ایسی تفسیر لکہی جیسے کہ یہہ نیچری
تفسیر ہے اس تفسیر سے نیچری مذہب والونکو بڑی تقویت ہوئی ہے تاکہ اپنی دجالی تعلیمات
کو عوام کی روبرو قرآن سے ثابت کرین آخری دجال کے ساتہی بہی اسیطرح اپنے پیشواکی
فضائل الہامی کتابون سے ثابت کرینگے تاکہ ایماندارونکو دہوکا دین اس تیرہوین صدی
کی واقعات مین سب سے بڑا واقعہ یہہ یادگار رہیگا کہ اس صدی کے آخر مین یہہ
دجالی تفسیر بنائی گئی جو تیرہ سو برسون سے کوئی بہی قرآن کی ایسی تفسیر نہ بنائی گئی تہی
لیکن یہہ کہنا بہی اسوقت شاید بیموقع نہوگا کہ اوس تفسیر القران کا جواب میری طرف سے لکہا
جانا ایسے وقت مین کہ نیچری مذہب عجیب تدبیر سے ہندوستانمین پہیلتا جاتا ہے تائید غیب
کا سر اسر ظہور ہے اور اگر اس ایکہی جواب کے سوا کوئی دوسرا کامل جواب اوس تفسیر
القران کا ابتک کسیکے نظر سے نگزرا ہو تو سمجہہ جاؤ کہ یہہ قرعہ میری ہی نام پر آیا تہا اور
اسلئے مین خوش ہون کہ اس دجالی گروہ کی تعلیمات بے دینی سے جہانتک مجہہ مین
طاقت ہے سب کو آگاہ کرون خصوصاً اون لوگونکو جو ابتک نیچری ہوئے ہین قوی
دلیلون کے ساتہہ ملامت کرون کیونکہ اسقدر نیچریونکے پر فریب تعلیمون سے واقف
ہوکر اگر اب بہی مین اسکام مین سست رہون یا اونکا رفیق ہوجاؤن یا اونکی عیب
چہپاؤن تو خدا کی حضور میری پاس اسکا کچہہ جواب نہوگا کیونکہ خود سید احمد خانصاحب

اپنے ایک رسالہ مطبوعہ ۱۸۶۸ء مین جسکا نام احکام طعام اہل کتاب ہے اوس کے
صفحہ ۶۰ مین کسی محل پر لکھتے ہین کہ موالات جو من حیث الکین ہو حرام اور ممنوع شرعی
بلکہ کفر ہے اور موالات من حیث الدین یہہ ہے کہ ہم کسی شخص کو اسوجہہ سے کہ اوسکا
مذہب اور دین جسکو اوسنے اختیار کیا ہے بہت اچھا سمجھین اور دوست رکھین انتہی
اب افسوس اون ناتجربہ کارون کی عقل پر کہ جب خود اونکا پیشوا ایک طور پر ہاروت
و ماروت کیطرح صاف کہتا ہے کہ انما نحن فتنۃ فلا تکفر یعنے ہم تو امتحان مین پڑی ہین
تم ایسی باتین سیکہہ کر کیون کفر مین مبتلا ہوتے ہو باوجود اسکے بہی وہ اوسکی پیروی
مین مصروف رہین اور اور وہ نیچری مذہب کی خوبیان ظاہر کرین مثلاً کہین کہ نیچری
تفسیر مین جو لکہا ہے کہ جبریل اور میکائیل کوئی فرشتے نتہے یہہ بالکل سچ ہے
اور فرشتونکا وجود کسیطرح ثابت نہین ہے یا یہہ کہین کہ سید احمد خانصاحب مین
فی الحقیقت پیغمبری کی لیاقت ہے علے ہذا القیاس تو ایسی لوگون سے ہر طرح پر
جدا ہو جانا ہماری سلامتی دارین کا وسیلہ ہے حقتعالے فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا
لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین یعنے اے ایمانوالو نہ بناؤ تم کافرونکو دوست
سوا مومنین کے انتہے (نساء ع ۲۱) پس جو خدا سے محبت رکہتا اور اوسکے رسول سے
شفاعت کی امید کرتا ہے وہ کبہی ان دشمنان خدا کا شریک حال نہو گا اسلئے ہمین اس
ناپاک گروہ سے جدا ہو جانا بڑی خوش نصیبی ہے کیونکہ انکا کفر حد کی درجہ سے تجاوز
کر گیا ہے اور بعضے انمین سے جو نماز پڑہتے یا پڑہاتے ہین یہہ نہ سمجہو کہ وہ عبادت جانکر یہ
کام کرتے ہین مگر جسطرح قرآن کی تفسیر کی بہانہ سے اونکے پیشوا نی اپنی زہر آلود تعلیمات
کو مسلمانون مین پہیلانا چاہا ہے اسیطرح یہہ اوس نیچری پیغمبر کی اُمتی بہی محض لوگون کے
تالیف قلوب اور اپنے مکر کا جال بچہانیکی لئے نماز روزہ کرتے ہین کیا مسیلمہ کی پیرو جو
صادقیہ کہلاتے تہے اسیطرح نماز روزہ نہین کرتے تہے جسطرح کہ سب مسلمان کرتے
ہین تب بہی وہ بہت بڑی دشمن اسلام کی تہی اور دین اسلام کو یہانتک دہوکہ بازی
جانتے تہے کہ اونکی پیغمبر مسیلمہ نے آخر کو اپنی منکوحہ کی مہر مین دو وقت یعنی صبح و مغرب کے
نماز اپنی سب اُمت کو معاف کر دی تہی یہہ اسیوجہہ سے ہوا کہ وہ دین کی ساری باتونکو
فضول اور محض بناوٹ جانتا تہا سب سیر کی کتابون مین اسکا ذکر ہے اسیطرح یہہ نیچری

فرقہ کی لوگ بہی اسلئے نماز و روزہ کرتی ہین تاکہ مسلمانونمین ملے رہین اور اونمین گمراہی پہیلانی کا
انہین موقع ملی اب یاد کرو کہ کسقدر گواہیان سید احمد خانصاحب بانی فرقہ نیچریہ کی کفر و الحاد اور اونکی
دجالی پر گزر چکے ہین تمام علماء و فضلاء اسلام کا بالاتفاق اونکے کفر پر فتوے
اور کروڑون مسلمانون کی اونکی بیدینی پر نفرین بڑے نامور عالمون کے اونکے
دجالی پر گواہی خود اونکی تصنیفات کا ایک ایک لفظ اونکی دجالی پر گواہ اور
یہہ سب سامان ہی اوسوقت تک کے ہین کہ ہنوز تفسیر القرآن اونہون سنے نہ
لکہی تہی مگر جب سے تفسیر القرآن لکہی گئی اس نامور مفسر کے الحاد اور دجالی کا
وہ شہرہ اور غل ہوا کہ زمین و آسمان گونج اوٹہا خلق خدا کو قرب قیامت کے آثار
کا صریح ظاہر نشان نظر آیا اب کون ایسا سخت دل و دشمن اسلام ہو گا جو سید احمد خان
صاحب کو کافر بہی کہنا گوارا نکرتا ہو ایک جہان کی گواہی ایک انسان کے انکار
سے باطل نہین ہو سکتی ہے بلکہ ایسی شخص کے حالات سے باعلان یہہ ظاہر
ہوتا ہے کہ نیچری تعلیم نے اوسکے رگ و ریشہ مین سرایت کی ہے پس جس شخص کو
ایک دجال کی حمایت مین تمام جہان اور ہزارون مقدسون کو جہوٹہا بنا نمین کچہہ شرم
نہو تو سمجہہ جاؤ کہ اوسکے درحقیقت نیچری ہونیکی علاوہ انتہا درجہ کا جہوٹہا ہونیمین
بہی کسیطرح شک نہین ہے کیونکہ ایک شخص کا جہوٹہا ہونا آسان ہے بہ نسبت تمام
جہان کے جہوٹہے ہونے کے اب جو مسلمان کہ نیچریون کے اتنی باتون سے واقف ہوکر
پہر بہی کسی ایسی شخص سے ملے جو ظاہر مین یا باطن مین نیچری تعلیمونکو پسند کرتا اور نیچری تفسیر
اور اوسکے مصنف کا دلسے عقیدتمند ہو تو مین نہین جانتا کہ وہ کیونکر خدا کو منہہ دیکہائیگا
اور کس بات مین اپنا اسلام خدا کی حضور ثابت کریگا
نیچریہ مذہب تو خود بکار رہا ہر کہ ہمین اسلام سے کچہہ کام نہین ہی پہر اونکی عقل کو کیا کہنا چاہی جو نیچریون کو مسلمان جانتے
ہین چنانچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدای ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۰ ہجری کے صفحہ ۵۰ میں
بانی فرقہ نیچریہ نے اپنا ایک ہم مشرب رفیق کیطرف سے نیچریہ عقیدہ کی اصل اسطرح لکہی ہی کہ ہر مذہب کے تشخصات
اور خصوصیات کو دور کیا تو باقی چند اصول رہی جو سب مذہبون مین ایکہی تہی اور سب مین مشترک اور متحد تہی
ان اصول مشترک اور متحد کا نام مذہب نیچریہ ہے ان ہی اصول کو نیچریہ مذہب کی اصول کہتی ہین یعنی ہر مذہب
کے تشخصات اور خصوصیات کو جیسے مذہب اسلام مین پیغمبر کو الہام یافتہ یقین کرنا اور اقرار رسالت

اور قرآن کو کلام الٰہی جاننا اور پانچ وقت مقرر کر کے نماز پڑھنا اور زکوۃ اور پیغمبر کے معجزات اور مناسک حج اور احکام حلال و حرام و احکام نکاح کہ کس کس کے ساتھ جائز یا ناجائز ہے اور جہر اور نماز مین قرآن پڑھنا اور رمضان کا مہینا روزہ داری کے لئے مخصوص کرنا اور توجہ بسمت قبلہ اور شراب اور جوئی کو حرام جاننا اور احکام طہارت وغیرہ ان سب کو دور کیا تو باقی چند اصول رہے جیسے زنا اور چوری اور جہوٹہ وغیرہ کہ سب مذہبون مین ان باتونکی ممانعت ہے ان اصول مشترک اور متحد کا نام مذہب نیچریہ ہے پہر اوسی صفحہ تہذیب الاخلاق مین لکہا ہے کہ مثلاً عہد عتیق سے وہ باتین جو خلاف فطرت ہین مثلاً معجزات اور خلاف عقل باتین نکالڈالی جائین تو پہر بہی ایک مذہب کا ڈہانچ باقی رہیگا پس اوسکو نیچریہ مذہب یا عقلی مذہب کہینگے یہی کام سید احمد خان صاحب نے اپنی تفسیر مین کیا ہے الخ عہد عتیق سے مراد توریت مگر اس جنس کی سب کتابین یعنی سب الہامی کتابین یہان مقصود ہین جنہین معجزونکا ذکر ہے جیسے مردونکو زندہ کرنا اور بیمارونکو تندرست کرنا اور شہر پناہ یریحو کو تکبیر کے آواز سے گرا دینا وغیرہ کہ یہہ معجزے فعلی کہلاتے ہین اور پیشین گوئیان یعنے آئندہ کی خبر دینا جیسے حضرت موسیٰؑ نے ہمارے پیغمبر صلعم کی مبعوث ہونیکی خبر دی تہی کہ ایک نبی میری مانند ظاہر ہوگا اور اوسکو یاد کر کر اہل کہو وقت کہا کہ لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ (قصص) اور سورہ مزمل مین ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اور یہہ معجزہ قولی کہلاتا ہے اور خلاف عقل باتین یعنے وحی اور الہام کا نزول اور بہشت و دوزخ کی کیفیت اور عذاب و ثواب اور میزان اور صراط اور سوال منکر و نکیر وغیرہ جو محسوسات سے بعلاقہ ہین یہہ سب کتاب سے نکالڈالا جائے پہر بہی ایک مذہب کا ڈہانچ باقی رہیگا یعنے اخلاقی احکام جیسی ممانعت چوری و قتل وغیرہ جو سب مذہبون مین ہین اوسکو نیچریہ مذہب کہینگے اب کیا شبہہ ہو سکتا ہے کہ نیچریہ مذہب در حقیقت دہریہ مذہب ہے لیکن دہریون مین اور اون مین اتنا فرق ہے کہ دہریہ کسی مذہب مین شامل ہو کر اوس مذہب کے لوگون کو دہوکا نہین دیتے اور نیچریہ فرقے کے لوگ مسلمان مشہور ہو کر اسلام کی بیخ کنی مین مصروف ہین فقط